مطبوعاتِ مجلسِ یادگارِ غالبؔ
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

UNIVERSITY OF THE PANJAB

۹

مہرِ نیمروز

میرزا اسد اللہ خان غالبؔ

مہرِ نیمروز

مطبوعاتِ مجلسِ یادگارِ غالب
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۹

مہرِ نیمروز

میرزا اسد اللہ خاں غالب

باہتمام

عبد الشکور احسن

۱۹۶۹

مجلسِ یادگارِ غالب

★

صدرِ مجلس:

پروفیسر حمید احمد خان ستارۂ پاکستان / ستارۂ امتیاز وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور

ارکان

جناب عبد الرحمٰن چغتائی لاہور

مولانا غلام رسول مہر لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ سابق صدر شعبۂ فلسفہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

سید امتیاز علی تاج، سیکرٹری مجلس ترقیٔ ادب لاہور

مولانا حامد علی خان، مدیر مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن لاہور

کیپٹن عبد الواحد مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن لاہور

ڈاکٹر جسٹس ایس اے رحمٰن، سابق چیف جسٹس پاکستان لاہور

پروفیسر ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد صدر شعبۂ امورِ طلبا پنجاب یونیورسٹی لاہور

گروپ کیپٹن سید فیاض محمود ناظم شعبۂ تاریخ ادبیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سید عبد اللہ صدر دائرۃ المعارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ناظم ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر، پرنسپل یونیورسٹی اورینٹیل کالج و صدر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور

سیّد وقار عظیم، غالب پروفیسر اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور

سیّد وزیر الحسن عابدی، ریڈر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور

جناب احمد ندیم قاسمی، مدیر مجلہ "فنون" لاہور

پروفیسر ڈاکٹر عبادت بریلوی، صدر شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور

جناب صفدر میر، روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل، صدر شعبۂ نفسیات، گورنمنٹ کالج لاہور

پروفیسر اختر اقبال کمالی، شعبۂ انگریزی اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

ڈاکٹر وحید قریشی، ریڈر شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور

جناب انتظار حسین، روزنامہ مشرق لاہور

جناب اقبال حسین، شعبۂ تاریخ ادبیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

معتمد

ڈاکٹر آفتاب احمد خان، جائنٹ سیکرٹری وزارت اطلاعات و نشریات حکومت پاکستان ڈھاکہ

ڈاکٹر عبد الشکور احسن، ریڈر شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی لاہور

نائب معتمد

سیّد سجاد باقر رضوی، لیکچرر انگریزی، یونیورسٹی اورینٹیل کالج لاہور

پیش لفظ

مجلسِ یادگارِ غالب کا قیام پنجاب یونیورسٹی کے ایک فیصلے کے مطابق عمل میں آیا اور پروفیسر حمید احمد خاں صاحب اس کے صدر مقرر ہوئے۔ مجلس نے غالب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے جو کتابیں شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تھا انھیں مَیں غالب شناسوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

یونیورسٹی کے ایک اَور فیصلے کی رُو سے شعبۂ اُردو میں کرسیِ غالب قائم ہوئی۔ مَیں مسرّت کے ساتھ اِعلان کر رہا ہوں کہ اِس اسامی پر پروفیسر سیّد وقار عظیم کا تقرر کیا جا چکا ہے۔

(پروفیسر) علاءُ الدّین صدّیقی

وائس چانسلر، جامعۂ پنجاب

لاہور

سینٹ ہال

مارچ ۱۹۶۹ء

تعارف

★

فروری ۱۹۶۹ء میں مرزا غالب کی وفات پر ایک سو برس پورے ہو رہے ہیں۔ اِس موقع کی مناسبت سے پنجاب یونیورسٹی نے شاعر کی عظمت کے اعتراف کے طور پر نہ صرف شعبۂ اُردو میں ایک پروفیسر کی نئی اسامی "کرسیِ غالب" قائم کی ہے، بلکہ مجلسِ یادگارِ غالب کے تعاون سے ایک سلسلۂ مطبوعات شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ یہ کتاب اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مجلسِ یادگارِ غالب کے قیام کی تحریک جنوری ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر آفتاب احمد خان نے کی۔ وہ مجلس کے پہلے معتمد اور سید سجّاد باقر رضوی شریک معتمد مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد خان کے لاہور سے ڈھاکے منتقل ہو جانے پر ڈاکٹر عبدالشکور احسن مجلس کے دُوسرے معتمد قرار پائے۔

اواخر ۱۹۶۸ء میں جب ہمارا سلسلۂ کتب طباعت کے مرحلے میں داخل ہوا تو صدرِ مجلس کو ڈاکٹر محمد باقر کی مسلسل اعانت اور مشورہ بھی قدم قدم پر میسّر رہا۔ جن اربابِ فکر و نظر نے مجلس کی درخواست پر اس سلسلۂ کُتب کی ترتیب، تالیف یا تصنیف میں حصّہ لیا اُن میں سے ہر ایک کا نام متعلقّہ کتاب کے سرورق

کی زینت ہے۔ مجلسِ یادگارِ غالب کے ارکان کے ناموں کی پوری فہرست اِس کتاب کے شروع میں الگ شائع کی جارہی ہے۔

مجلس کے سلسلۂ مطبوعات میں سب سے پہلے مرزا غالب کی تصانیف آتی ہیں جو اُردو اور فارسی نظم و نثر پر مشتمل ہیں۔ یہ تصانیف نفسِ مضمون کی رعایت سے یا موزونی ضخامت کا لحاظ کرکے مختلف جلدوں میں تقسیم کردی گئی ہیں۔ اِن سب کتابوں پر مؤلّفین نے دیباچے لکھے ہیں اور حسبِ ضرورت حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو سکا دستیاب وسائل کی مدد سے ہر متن کی تصحیح کی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ مرزا غالب کی تصانیف میں سے کوئی کتاب رہ نہ جائے۔ چنانچہ اُن کی بعض نگارشات جو مرورِ زمانہ سے تقریباً ناپید ہو چکی تھیں، اب پھر اہلِ نظر کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہیں۔ دیوانِ غالب کا نسخۂ حمیدیہ، جسے صدرِ مجلس نے مرتّب کیا ہے، ایک پہلے فیصلے کے مطابق مجلسِ ترقّیٔ ادب، لاہور، کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ غالب کی صرف یہی ایک کتاب مجلس یادگار غالب کی مطبوعات میں شامل نہیں۔

مرزا غالب کی تصانیف کے علاوہ مجلس کی مطبوعات میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن میں اِس یگانۂ روزگار کے شخصی، فنّی اور فکری کمال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو انگریزی دان لوگ اُردو نہیں جانتے تھے انہیں

غالب کے فکر و فن سے متعارف کرانے کے لئے ایک مفصّل کتاب انگریزی زبان میں شائع کی جا رہی ہے۔ ایک اور کتاب میں غالب پر شائع شدہ مواد کے متعلّق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ پھر اس سوال کا جواب کہ "میں نے غالب سے کیا پایا" ایک تیسری کتاب کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس میں متعدّد غالب شناس حضرات کے ذاتی تأثّرات جمع کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک اور مجموعے میں گذشتہ ایک سو برس کی تنقیدِ غالب کا خاکہ اقتباسات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتابیں فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہو رہی ہیں۔ گویا ان کی تاریخِ اشاعت سے مرزا غالب کی حیات بعدِ ممات کی دوسری صدی شروع ہوتی ہے۔ مجلس کو یقین ہے کہ اس دوسری صدی میں غالب کے قبولِ عام کی سرحدیں کچھ اور وسیع ہو جائیں گی۔ خدا کرے کہ دنیا کو ہند اسلامی تمدن کے آخری ترجمان سے روشناس کرانے میں مجلس کی یہ سعی رائگاں نہ جائے۔

حمید احمد خاں
صدر مجلس یادگار غالب
جامعۂ پنجاب، لاہور

سینیٹ ہال
فروری ۱۹۶۹ء

فهرست مندرجات

مقدمہ

مہر نیمروز کی تصنیف کا پس منظر میرزا غالب نے خود سبب تالیف کتاب کے تحت بہت رنگین اور شاعرانہ انداز میں قلمبند کیا ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ پنجشنبہ ۲۳ شعبان ۱۲۶۶ھ/۴ جون ۱۸۵۰ء کی صبح کو ابو ظفر بہادر شاہ ظفر (۱۲۵۳-۱۸۳۷/۱۲۷۴/۱۸۵۸) نے انہیں دربار میں یاد کیا۔ خلعت خانۂ خاص میں خلعت شش پارچہ سے آراستہ کیا۔ ان کے سر پر جیغہ و سرپیچ باندھا۔ ان کی گردن میں حمایل مروارید پہنائی، نجم الدولہ، دبیر الملک اور نظام جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا اور انہیں تاجداران تیموریہ کی تاریخ لکھنے پر مامور کیا(۱)۔ کئی سال بعد دستنبو میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کام کے عوض چھ سو روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی تھی:

> ہفت ہشت سال است کہ اورنگ نشین دہلی سوی خودم خواند و کردار گزاری جہانجویان تیموریہ بدست مزد شش صد 'روپیہ' سالانہ از من خواست۔ خواہش پذیرفتم و بدان کار پرداختم(۲)۔

فرمان یہ تھا کہ کتاب امیر تیمور (۷۷۱/۱۳۶۹-۸۰۷/۱۴۰۵) سے لے کر بہادر شاہ ظفر کے عہد تک کے حالات پر مشتمل ہو۔ مگر پیشتر اس کے کہ کتاب کا مواد فراہم ہوتا حکم ہوا کہ کتاب کا آغاز ابتدائے آفرینش سے ہو اور اس کام میں حکیم احسن اللہ خان میرزا کی رہنمائی کریں(۳)۔ میرزا نے فیصلہ کیا کہ کتاب کو دو

---

(۱) ص ۲۶

(۲) مطبوعات مجلس یادگار غالب (۱۰) باہتمام عبدالشکور احسن۔ لاہور۔ ۱۹۶۹ء۔ ص ۳۸

(۳) ص ۲۶-۲۷

حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلا حصہ آغاز روزگار سے نصیرالدین ھمایوں (۹۳۷/۱۵۳۰-۹۶۳/۱۵۵۶) کے عہد تک کے واقعات پر مشتمل ہو اور دوسرے میں جلال الدین اکبر (۹۶۳/۱۵۵۶-۱۰۱۴/۱۶۰۵) سے لے کر فرمانروائے عصر کے عہد تک کے حالات و واقعات نسبتاً تفصیل سے لکھے جائیں۔ انہوں نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا۔ پہلے حصے کو مہرنیمروز اور دوسرے کو ماہ نیم ماہ کی خوبصورت تراکیب سے یاد کیا(۱)۔ اور ہر فصل کے لئے 'پرتو، کا عنوان تجویز کیا(۲) ۔

اسی زمانے میں آگرے کے ہفت روزہ 'اسعدالاخبار، بابت ۱۵ جولائی ۱۸۵۰ء میں مہرنیمروز کے بارے میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی۔

> ان دنوں شاہ دین پناہ نے جناب معلی القاب مرزا اسداللہ خان غالب کو بہ فرط عنایت اپنے حضور طلب کر کے ایک کتاب تواریخ کے لکھنے پر جو تیمور کے زمانے سے سلطنت حال تک ہو مامور کیا اور اس کے کاتبوں کے خرچ کو بالفعل پچاس روپیہ مشاہرہ مقرر کر کے آئیندہ انواع پرورش کا متوقع کیا اور نجم الدولہ ، دبیرالملک اسداللہ خان بہادر نظام جنگ خطاب دے کر چھ پارچہ کا بیش بہا خلعت اور تین رقم جواھر عطا فرمائے۔ یقین ہے کہ تواریخ مذکور ایسی دلچسپ اور متعین عبارت میں لکھی جائے گی کہ ہر ایک اس کے لطف عبارت سے فیض یاب ہوگا(۳) ۔

میرزا نے کتاب کا آغاز تیمور کے دور سے کیا اور یکم جنوری ۱۸۵۱ء کو بابر تک کے حالات ختم کر لئے۔ ۲ جنوری ۱۸۵۱ء کو منشی نبی بخش حقیر کو لکھتے ھیں :

---

(۱) میرزا کو ماہ نیم ماہ کی ترکیب پر ناز تھا اور ان کا دعوی تھا کہ یہ ترکیب پہلے کسی نے استعمال نہیں کی ۔ حالی یادگار غالب۔ کراچی ایڈیشن ۱۹۶۴ء ص ۴۳ ۔

(۲) ص ۲۸

(۳) پنڈت برج موھن دتاتریہ کیفی : "اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار" رسالہ اردو۔ اپریل ۱۹۳۵ء ۔ ص ۱۹۳-۱۹۴ ۔

ہاں صاحب اب بابر بادشاہ کا حال تمام لکھ چکا ہوں ۔۔۔۔ ابھی بابر کا حال حضور میں نہیں بھیجا۔ کل مسودہ تمام ہوا ہے۔ اب صاف کر کے دوں گا(۱) ۔

اسی سال مارچ تک میرزا نے ہمایوں کی سرگذشت بھی ختم کر دی۔ ۲۸ مارچ ۱۸۵۱ء کو تحریر فرماتے ہیں :

میں حضرت ہمایوں کا حال تمام لکھ چکا ہوں ۔۔۔ اب حضرت اکبر شاہ کا حال شروع کروں گا ۔ نو روز کا ہنگامہ تھا اور قصیدے کی فکر تھی اس واسطے ابھی نثر کی طرف توجہ نہیں ہوئی اور ابھی دو چار دن دم لے لوں تو پھر سرگرم کار ہو کر اکبر شاہ کا حال لکھنا شروع کروں(۲) ۔

مارچ ۱۸۵۱ء میں مولوی سید رجب علی کے نام میرزا کے ایک خط سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ حصہ اس وقت تک مکمل ہو چکا تھا۔ لکھتے ہیں :

ذرہ پرورا ! مہر گسترا ! آن سوادی جزوی چند بیش نیست ۔ بعد حمد و نعت و منقبت و مدح والی عصر و سبب تالیف کتاب کہ آئین نامہ طرازان ہنگامہ آراست از کشور کشایان تا نصیرالدین سلطان ہمایون سخن راندہ ام ۔ باقی داستان بفرداست اُمید کہ اگر مرگ امان دہد بندۂ فرمان پذیر بزود فرستادن آن اجزا از بندگی و فرمان پذیری نشان دہد(۳)

ستمبر تک یہ معاملہ آگے نہیں بڑھا تھا۔ ۶ ستمبر ۱۸۵۱ء کو منشی نبی بخش حقیر کو لکھتے ہیں۔

تاریخ کا حال کیا پوچھتے ہو۔ صرف ہمایوں کا حال لکھ چکا ہوں۔ اکبر بادشاہ کا احوال شروع بھی نہیں ہوا(۴) ۔

---

(۱) آفاق حسین آفاق : نادرات غالب۔ کراچی ۔ ۱۹۴۹ء ۔ (مکتوبات) ص ۸ ۔
(۲) ایضاً ۔ ص ۱۱ ۔
(۳) کلیات نثر غالب (پنج آہنگ) نول کشور ایڈیشن ۔ ۱۸۷۱ء ۔ ص ۲۳۷
(۴) نادرات غالب ۔ مکتوبات ۔ ص ۱۸ ۔

معلوم ہوتا ہے اس کام سے دل اچاٹ ہو چکا تھا چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں :

بھائی مجھ سے یہ درد سر نہیں ہو سکتا ۔ بس یہ اتنا ہی رہا(۱)

اب تک صورت یہ تھی کہ حالات و واقعات کا انتخاب خود میرزا نے کیا تھا لیکن اب انہوں نے یہ کام غیر ممکن سمجھتے ہوئے حکیم احسن اللہ خان سے درخواست کی کہ واقعات کا انتخاب وہ کریں۔ حکیم صاحب نے شروع میں تو اس کام کی طرف توجہ دی مگر بعد میں یہ دلچسپی ختم ہوگئی۔ ۱۰ اپریل ۱۸۵۳ کو منشی نبی بخش حقیر کو لکھتے ھیں :

جب ھمایوں کے حال تک پہنچا تو میں نے از راہ عذر و حیلہ بلکہ بہ سبیل اظہار حقیقت واقعی حکیم صاحب کار فرما سے کہا کہ مجھ سے انتخاب حالات ممکن نہیں ۔ آپ مدعا کتب سیر سے نکال کر زبان اردو میں ایک مسودہ اس کا لکھوا کر میرے پاس بھیج دیا کیجئیے ۔ میں اس کو فارسی کر کر تم کو دے دیا کروں گا ۔ انہوں نے اسے قبول کرکر ۰۰۰۰۰ آدم سے لے کر چیگیز تک مسودہ بھیجا۔ میں نے اپنے طور پر لکھا اور مسودہ حوالے کیا(۲) ۔

حکیم صاحب مواد فراہم کرنے میں تاخیر کر رہے تھے۔ اسی خط میں برہم ہو کر تحریر فرماتے ھیں :

رمضان کے مہینے سے کہ آج اس کو دس مہینے ہوئے وہ مسودہ آنا موقوف ہوگیا۔ بہ ہمہ جہت چار جزو ہوں گے ۔ دو چار بار میں نے ان سے تقاضا کیا۔ یہی جواب سنا کہ اب رمضان ہے ۔ پھر کہا کہ عید کا ھنگامہ ہے ۔ میں نے سوچا کہ مجھ کو کیا۔ میں کیوں طالب مشقت ہوں۔ تقاضا موقوف کیا ۔ دوچار جزو میرے لکھے ہوئے حکیم صاحب کے پاس ہوں گے ۔ اب کہاں اُن سے مانگوں اور کیوں مانگوں(۳) ۔

---

(۱) ایضاً
(۲) ایضاً ۔ ص ۳۴ ۔ ۳۵
(۳) ایضاً

حکیم صاحب نے واقعات فراہم کرنے میں تقریباً سوا سال لگا دیا۔ مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعات آفرینش عالم سے لے کر چنگیز خان (۶۰۳/۱۲۰۶-۶۲۵/۱۲۲۷) کے دور تک تھے - میرزا نے اپنے مخصوص انداز میں ان کو فارسی میں ڈھالا اور ان کے شروع میں ایک نئے دیباچے کا اضافہ کیا - یہ کام جون ۱۸۵۲ء میں مکمل ہوا(۱) -

مسودہ ختم ہوا تو میرزا نے عیدالضحیٰ کے موقع پر قصیدے کے بجائے اسے حضور شاہ میں پیش کیا۔ اس کا ذکر حقیر کے نام ایک خط مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۴ء میں یوں کیا ہے:

> میں نے اب کے عید کو قصیدہ نہیں لکھا - ایک مجلد اس تاریخ کا تمام کر کر وہ نذر کیا - اس کا حال سنیئے کہ وہ صورت جو پہلے تھی وہ نہیں رہی۔ آگے آغاز امیر تیمور کے حال سے تھا۔ اب شروع تحریر آفرینش عالم و ظہور آدم سے ہے۔ میں نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا اور دو مجلد پر منقسم کیا۔ پہلا مجلد ابتدائے عالم سے حضرت نصیر الدین ہمایوں تک۔ اس کا نام مہرنیمروز رکھا - دوسرا مجلد جلال الدین اکبر کے حال سے حضرت والی عصر تک - اس کا نام ماہ نیم ماہ۔ سو وہ مہرنیمروز تمام ہوا اور نذر حضور کیا۔ اب اگر زیست وفا کرے گی تو ماہ نیم ماہ لکھا جائے گا۔ توقیع خوشنودی مجھ کو مل گیا یعنی شقہ مشتمل تحسین و اظہار عنایت پر۔ اسی کو خلعت فاخرہ اور جاگیر تصور کرتا ہوں(۲) -

نادرات غالب اور کلیات نثر غالب سے پتہ چلتا ہے کہ میرزا مہر نیمروز کی ایک نقل جزواً جزواً منشی نبی بخش حقیر کو بھی بھیجتے رہے تھے ۳ مارچ ۱۸۵۱ء کو حقیر کو لکھتے ہیں :

---

(۱) ایضاً

(۲) ایضاً - ص ۶۳

> تم اپنے اجزا کیوں نہیں منگوا بھیجتے(۱) میں نے صرف تمہارے لطف طبع و ذوق کے واسطے التزام اس مشقت کا اپنے اوپر کیا ہے۔ منگواؤ اور منگوا کر مجھ کو اطلاع دو اور نشان خاتمہ عبارت لکھو(۲) -

کتاب کا مسودہ منشی جواہر سنگھ جوہر کو بھی بھیجا گیا ۔ ۱۱ جون ۱۸۵۲ء کو لکھتے ھیں :

> مسودۂ روز نامۂ روداد اورنگ نشینان چغتایئہ بدست ھیرا سنگھ روان داشتہ ایم و ھنوز از رسیدنش نشان نیافتہ ایم اگر رسیدہ است بنویسند ورنہ از ھیرا سنگھ باز پرس کنند۔ والدعا(۳) -

مہرنیمروز کی تکمیل کے بارے میں مولانا حالی صرف اتنا لکھتے ھیں :

> مہرنیمروز ختم ھونے کے بعد مرزا نے ذرا آرام لینے کے لئے چند روز توقف کیا اور ارادہ تھا کہ جلد دوسرا حصہ شروع کریں کہ اتنے میں غدر ھو گیا اور اس حصے کا صرف نام ھی نام رہ گیا(۴) -

کتاب کی طباعت ۱۸۵۴ء/۱۲۷۱ میں ھوئی۔ یہ ایڈیشن ولی عہد فخرالدین فتح الملک کے حکم سے فخر المطابع میں چھپا نواب محمد ضیاالدین نیر رخشاں نے تاریخ طباعت کہی :

بدان باعث کہ طرزش جانفروزست
حیات افروز مہرنیمروز است

سٹوری کی ''ادبیات فارسی''(۵) اور انڈیا آفس لائبریری کی

---

(۱) '' جانی بانکے رائے نے منشی نبی بخش حقیر کے پاس سے میرزا کی زیر تصنیف کتاب '' پرتوستان '' کے کچھ اجزا منگوائے تھے - یہ اشارہ انہی اجزا کی جانب ہے '' - نادرات غالب - ص ۱۰۳ -

(۲) ایضاً ص ۹

(۳) کلیات نثر غالب (پنج آھنگ) ص ۲۵۰ -

(۴) یادگار غالب - ص ۴۳ -

(۵) Story, C.A : *Persian Literature*, London, 1939, Section II, Fasciculus 3, p. 527.

فہرست کتب فارسی(۱) میں مہرنیمروز کے ایک نسخہ مطبوعہ فخرالمطابع کی تاریخ اشاعت ۱۲۶۸/۱۸۵۲ء دی گئی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۷۱/۱۸۵۴ سے پہلے بھی چھپ چکی تھی۔ مگر لندن سے اس کی مائیکرو فلم منگوانے سے پتہ چلا کہ یہ بعینہ وہی نسخہ ہے جس کی ایک جلد پنجاب یونیورسٹی کے کتاب خانے میں بھی محفوظ ہے(۲) اس نسخے (الف) میں تاریخ طباعت کا کہیں ذکر نہیں البتہ سرورق کی پیشانی پر "مہر دفتر خاص ولیعہد بہادر" پر سن ۱۲۶۸ھ ضرور درج ہے۔ غالباً اسی سے سٹوری اور آربری کو کتاب کی طباعت کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ بعینہ یہی مہر اور یہی سن مہرنیمروز کے اس نسخے (ب) کے سرورق کی پیشانی پر بھی موجود ہے جس میں نہایت صراحت کے ساتھ تاریخ طباعت ۱۲۷۱ھ درج ہے۔(۳) ان دونوں کے تقابلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں کے سرورق پر ایک ہی عبارت مندرج ہے البتہ سطور کی ترتیب میں فرق آگیا ہے۔ عبارت کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

الله اکبر

۱۲۶۸

مہر دفتر خاص ولی عہد بہادر

بحول و قوت فیاض مطلق جل جلالہ حسب الحکم حضرت
سلیمان رتبت فلک درگاہ انجم سپاہ چشم و چراغ دود مان
کور کانی صاحبقران ثانی سلطان فخرالدین فتح الملک ولیعهد
بهادر دام اقباله این کتاب مستطاب همنام نیر عالم افروز
حاوی حالات عالم از ابتدای آفرینش تا عهد فرمانروائی حضرت
نصیرالدین همایون بادشاه موسوم به

Arberry A. j : *India Office Library Catalogue, Persian Books*, London, 1937, Vol. II, Part IV, p. 312.

(۲) کیٹلاگ نمبر S.P.E. I-13

(۳) پنجاب یونیورسٹی کیٹلاگ نمبر A.P.E. I-28

مہر نیمروز

کہ اندیشہ اعجز پیشہ نواب معلی القاب عطارد نظیر آفتاب ضمیر نوح سفینہ سخن و کلیم طور معنی نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص مشرق آنسست بہ تصحیح و تحشی نواب سابق الالقاب در فخرالمطابع بہ اہتمام بندہ درگاہ حافظ عبداللہ بہ پیرایہ از طباع جلوہ کرشد(۱)۔

سطور کی ترتیب کے علاوہ سرورق کے وسط اور حاشیوں کے نقوش میں بھی دونوں نسخوں میں بین فرق ہے۔ الف میں وسط کے نقوش کے نچلے حاشیے پر شیخ خدا بخش مصور لکھا ہے۔ ب میں باریک خط میں صرف خدا بخش لکھا ہے۔

کتاب کا آغاز صفحہ ۲ سے ہوتا ہے۔ لیکن یہاں بھی ایک نمایاں فرق ہے الف کے آغاز میں صفحہ ۲ کے بالائی حصے میں جو بیل بوٹے بنائے گئے ہیں وہ ب میں مفقود ہیں اور ان کے بجائے باریک حاشیہ لگا کر جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ الف میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے دائیں جانب 'رب السر' اور بائیں جانب 'وتمم بالخیر' لکھا ہے۔ ب میں دونوں طرف جگہ خالی ہے۔

کتاب کے بقیہ حصہ میں صفحہ ۱۱۰ کے آخر تک عام طور سے سطور کی ترتیب یکساں ہے اور حواشی میں جو معنی لکھے گئے ہیں وہ بعینہ ایک ہیں۔ البتہ کہیں کہیں ترتیب و املا میں اختلاف نظر آتا ہے۔ مثلاً الف میں صفحہ ۱٦ کی پندرھویں سطر میں لفظ رو پر پیش ہے۔ ب میں یہ پیش مفقود ہے۔ اس کے علاوہ جہاں الف میں یہ سطر لفظ ''زبان'' پر ختم ہوتی ہے وہاں ب میں اس کا آخری لفظ ''این'' ہے۔ حرف ''یا'' کی کتابت میں دونوں نسخوں میں یکسانیت نہیں ہے۔ ب میں رجحان یائے مجہول لکھنے کی طرف زیادہ ہے۔ مثلاً الف کا صفحہ ۲ لفظ ''سازی'' اور ب کا یہی صفحہ ''سازے'' پر ختم ہوتا ہے۔

---

(۱) ب : گرشد

صفحہ ۱۱۰ کے بعد سطور کی ترتیب بدل گئی ہے۔ الف کا مضمون صفحہ ۱۱۲ پر ختم ہوتا ہے اور ب کا ۱۱۳ پر۔ (الف) میں صفحہ ۱۱۳ غائب ہے اور صفحہ ۱۱۴، صفحہ ۱۱۲ کے بالمقابل ہے جو قاعدے کے خلاف ہے۔ اغلاط کا "صحیح نامہ" دونوں میں صفحہ ۱۱۴ پر ہے لیکن جہاں الف کے کل صفحات ۱۱۴ ہیں وہاں ب کے ۱۱۶ صفحات ہیں۔ اس کے صفحہ ۱۱۵ اور ۱۱۶ پر نواب محمد ضیاء الدین خاں نیر رخشاں کی لکھی ہوئی مہرنیمروز کی منظوم تاریخ انطباع بشکل مثنوی مندرج ہے۔

نیر رخشاں کی منظوم تاریخ کے علاوہ منشی نبی بخش حقیر کے نام خود میرزا غالب کا خط مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۴ء جس کا اقتباس اوپر درج کیا گیا ہے(۱) اس حقیقت کی بین دلیل ہیں کہ مہرنیمروز کی تاریخ طباعت ۱۲۷۱/۱۸۵۴ ء ہے اور قیاس غالب یہ ہے کہ ایڈیشن الف بھی اسی زمانے میں شائع ہوا ہے۔

اصل تجویز کے مطابق مہرنیمروز کے بعد ماہ نیم ماہ کو شائع ہونا تھا لیکن یہ سلسلہ آگے نہیں بڑھا۔ مولانا حالی نے ماہ نیم ماہ نہ لکھے جانے کا سبب ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کو قرار دیا ہے لیکن مہرنیمروز کی طباعت اور جنگ آزادی کی تاریخ میں تین سال کا فرق ہے ترک تصنیف کا ایک واضح سبب فن تاریخ سے میرزا غالب کی بے التفاتی اور حکیم احسن اللہ خاں کی سہل انگاری ہے۔ کتاب کا مضمون فراہم کرنا حکیم صاحب کے ذمے تھا۔ شروع میں تو انھوں نے انتخابات و اقتباسات مہیا کئے لیکن بعد میں میرزا کو ان کی طرف سے شکایت رہی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بادشاہ کو میرزا کا پر تکلف اسلوب نگارش پسند نہ آیا ہو اور دربار کی طرف سے میرزا کی تشویق نہ ہوئی ہو۔ اس اسلوب کے بارے میں عام رد عمل بھی حوصلہ افزا نہ تھا۔ بہر حال شائقین کی طرف سے ماہ نیم ماہ کا تقاضا ضرور شروع ہوگیا تھا۔ خود فرماتے ہیں :

---

(۱) ص پانچ

اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ کے بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کریں گے(۱) -

حقیقت یہ ہے کہ میرزا غالب کو تاریخ کے مضمون سے قطعاً دلچسپی نہیں تھی انہوں نے اس کا اعتراف کرنے میں مبالغے کی حد تک کسر نفسی سے کام لیا ہے۔ مہرنیمروز کی تصنیف کے دوران میں ایک صاحب پنڈت جوالا ناتھ نے ان سے کچھ تاریخی معلومات حاصل کرنا چاہیں۔ اس ضمن میں منشی نبی بخش حقیر کو لکھتے ہیں :

میں فن تاریخ و مساحت و سیاق سے اتنا بیگانہ ہوں کہ ان فنون کو سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کار پردازان دفتر شاہی خلاصۂ حالات از روئے کتب اردو میں لکھ کر میرے پاس بھیج دیتے ہیں۔ میں اس کو فارسی کر کر حوالے کرتا ہوں۔ میرے ہاں ایک کتاب بھی نہیں۔ میں اسی قدر ہوں کہ نظم و نثر بقدر اپنی استعداد کے لکھ سکتا ہوں۔ مورخ نہیں ہوں :

ما قصۂ سکندر و دارا نخوانده ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس(۲)

میرزا کے ہاں ذاتی کتب خانہ تو کجا تاریخ کی بھی کوئی کتاب نہیں تھی کتاب نہ ہونے کا ذکر میرزا نے اپنے خطوط میں ایک سے زیادہ جگہ کیا ہے۔ میرزا علاالدین خان علائی کو لکھتے ہیں :

مجھ سے کتاب مستعار مانگتے ہو۔ یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں(۳) -

تفتہ کو لکھتے ہیں :

دوپہر کو رضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا۔ میں تو کتاب کو دیکھ لیتا ہوں۔ مول نہیں لیتا(۴) -

---

(۱) غلام رسول مہر : غالب ، لاہور ، طبع چہارم - ص - ۲۱۵ -
(۲) نادرات غالب - مکتوبات - ص ۲۹ -
(۳) خطوط غالب۔ مرتبہ غلام رسول مہر۔ لاہور۔ بار سوم (۱۹۶۲ء) ص ۳۶۔
(۴) ایضاً - ص ۱۶۴

جب ہنری سٹورٹ ریڈ نے اردو نثر میں ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی تو منشی شیو نرائن آرام کو لکھا :

میاں اردو کیا لکھوں؟ میرا یہ منصب ہے کہ مجھ پر اردو کی فرمائش ہو؟ خیر ہوئی۔ اب میں کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھروں؟ کتاب نام کو میرے پاس نہیں(۱) ۔

ان حالات میں جب نہ موضوع سے دلچسپی تھی اور نہ کتاب پاس تھی مہرنیمروز لکھ لینا ھی بہت غنیمت تھا۔ خاص طور سے تیمور سے ھمایوں تک کے حالات جن کے لئے انتخابات و اقتباسات بھی مہیا نہ ہوئے تھے۔ یوں معلوم ھوتا ہے کہ یہ مواد میرزا کو نواب محمد ضیاءالدین احمد خاں نیر رخشاں سے حاصل ھوا۔ اس سلسلہ میں میرزا کے بعض بیانات ھماری راہنمائی کرتے ھیں۔ مندرجہ بالا خط جس میں علم تاریخ سے عدم دلچسپی کا اعتراف ہے ھمارے لئے بے حد اہم ہے۔ اسی میں فرماتے ھیں :

بھائی صاحب تمہاری جان کی قسم میں اس فن سے اتنا بے خبر ہوں کہ یہ بھی اچھی طرح نہیں سمجھا کہ پنڈت صاحب نے کیا کچھ لکھ لیا ہے اور وہ کیا ہے جس کی ان کو خواھش ہے۔ میرے بھائیوں میں نواب ضیاء الدین احمد خاں خلف نواب احمد بخش خاں مرحوم کہ وہ فن نظم و نثر میں میرے شاگرد ھیں اب جو ان کی طبیعت فن تاریخ کی طرف آئی ہے تو اس میں وہ یگانۂ روزگار اور بڑے دانا و ھوشیار ہو گئے ھیں(۲) ۔

مولانا حالی لکھتے ھیں :

نواب ضیاء الدین احمد خاں . . . . . قطع نظر کمال شاعری و انشاپردازی کے تاریخ، جغرافیہ، علم اسماء و رجال، تحقیقات لغت . . . . میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے فنون مذکورہ میں کوئی مستقل تصنیف اپنے نام سے نہیں چھوڑی لیکن اکثر مصنفین ان سے مدد لیتے تھے اور جو مشکل پیش آتی تھی اس میں ان سے مشورہ کرتے تھے

(۱) ایضاً ص ۲۵۵ ۔
(۲) نادرات غالب ۔ مکتوبات ص ۲۹ ۔

خصوصاً ایلیٹ صاحب نے جو ہندوستان کی تاریخ کئی جلدوں
میں لکھی ہے اس کی تصنیف و ترتیب میں نواب ممدوح نے
بے انتہا مدد پنہچائی تھی(۱) -

میرزا نے نواب صاحب سے کتاب مستعار لینے کا ذکر بھی کیا ہے - تفتہ کو لکھتے ہیں :

رینگٹن صاحب . . . . تذکرہ شعرائے ہند کا انگریزی میں لکھتے ھیں -
مجھ سے بھی انہوں نے مدد چاھی- میں نے سات کتابیں بھائی
ضیاء الدین صاحب سے مستعار لے کر ان کے پاس بھیج دیں(۲)

ظاھر ہے کہ خود میرزا کو مہرنیمروز لکھتے وقت جن کتب و اقتباسات کی ضرورت پڑی ھوگی ان کی فراھمی میں نواب ضیاء الدین احمد خاں نے اپنی علمی استعداد اور اپنے شاندار کتاب خانے سے جس کے متعلق میرزا خود لکھتے ھیں : ”وہ کتب‌خانہ ڈر کر عرض کرتا ھوں بیس ھزار روپے کی مالیت کا ھوگا،،(۳) پوری مدد کی ھوگی -

فخرالمطابع کی مذکورہ دو طباعتوں کے بعد مہرنیمروز کے مندرجہ ذیل ایڈیشن شائع ھوئے :

نول کشور- لکھنؤ : ۱۹۱۰ء

تبصحیح و تحشی سید اولاد حسین شاداں بلگرامی و بفرمایش شیخ مبارک علی- لاھور : ۱۹۲۵ء

مطبع کریمی- لاھور : ۱۹۳۷ء

مہرنیمروز متعدد بار کلیات نثر غالب میں شائع ھوئی- تفصیل حسبِ ذیل ہے :

نول کشور- لکھنؤ : ۸۶۸ ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۵ء

نول کشور- کانپور : ۱۸۷۵ء، ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۸ء

---

(۱) یادگار غالب - ص ۱۱۸ -

(۲) ایضاً - ص ۲۰۷ -

(۳) اردوی معلیٰ- لاھور ۱۹۶۴- ص ۱۴۹ -

میرزا نے اپنے ماخذ میں جن تاریخی کتب کا حوالہ دیا ہے وہ شاھنامۂ فردوسی (۱۰۱۰/۴۰۰)، جامع التواریخ (۱۳۱۰/۷۱۰)، ظفرنامۂ شرف الدین علی یزدی (۱۴۲۵/۸۲۸)، مطلع السعدین (تقریباً ۱۴۶۸/۸۷۲)، روضۃ الصفا (تقریباً ۱۴۹۸/۹۰۳)، حبیب السیر (۱۵۲۳/۹۲۹)، اکبر نامہ (۱۵۹۶/۱۰۰۴)، تاریخ فرشتہ (۱۰۱۵-۱۸/ ۱۶۰۶-۹) توزوکات تیموری (۱۷/۱۱ ویں صدی) اور سیر المتاخرین (۱۷۸۱/۱۱۹۵) پر مشتمل ھیں۔ ان کے علاوہ میرزا نے عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی (م ۱۲۰۰/۵۹۷)، امام فخر الدین رازی (۵۴۳/ ۱۱۴۹-۱۲۰۹/۶۰۶) اور قاضی ناصرالدین بیضاوی (م ۱۲۸۶/۶۸۵) کے آثار کی طرف، اشارے کئے ھیں۔ جو کام میرزا غالب کے سپرد کیا گیا تھا اس کے لئے یہ ماخذ ناکافی ھیں مگر میرزا کو مورخ ہونے کا دعوی نہیں بلکہ وہ علم تاریخ سے علی الاعلان عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ظفر نامۂ شرف الدین علی یزدی ایسی نسبتاً مستند کتاب کی بجائے ابو طالب حسینی کے ترجمۂ توزوکات تیموری ایسی مشکوک تصنیف(۱) کو بعض واقعات کا سرچشمہ قرار دیتے ھیں مگر صاحب بصیرت ھیں اس لئے ابو طالب حسینی کے ترجمے کا حوالہ دیتے ہوئے ایسی عبارت بھی لکھ جاتے ھیں :

> .... چشم بہ سواد آن کتاب دوختم و چراغ گویائی از شمع نطق آن فرزانہ افروختم، و این بہر آن گفتم کہ اگر ناگاہ گفتار مرا درین سرہ گذارش با نگارشہای دگر اندک مایہ اختلاف رو دھد دیدہ وران دانند کہ جواب بعہدۂ ابو طالب است نہ بذمۂ اسد اللہ غالب(۲)۔

---

(۱) اس کتاب کی صحت محل نظر ہے مترجم کا دعوی ہے کہ اسے اصل ترکی نسخہ حاکم یمن جعفر پاشا کے کتاب خانے سے دستیاب ھوا۔ مگر ابو طالب حسینی کے اس بیان کے سوا ھمیں اصل نسخے کے بارے میں کہیں سے کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ ملاحظہ ہو :

(*a*) Rieu, Charles : *Catalogue of Persian Manuscripts in The British Museum*, Oxford, 1966, Vol. I, pp. 177-8.

(*b*) Browne, E. G., *A Literary History of Persia*, Cambridge, 1951, Vol. III, pp. 184-5.

(۲) ص ۱۱۲ ۔

ایک جگہ اکبر نامۂ ابوالفضل کا حوالہ دیتے ہوئے مصنف کے یوں چٹکی لیتے ھیں :

زمزمہ آزمای اکبرنامہ کہ بہ پیچیدہ بیانی نواہای پریشان میزند درین مقام زخمہ برتار گفتار بدنیسان میزند(۱) -

واقعات کی صحت کی کوشش کے باوجود مہر نیمروز اپنے موضوع کا پورا احاطہ نہیں کر سکی۔ اصل میں جو کام میرزا کے سپرد کیا گیا تھا وہ نہایت وسیع تھا اور جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے میرزا کو فن تاریخ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مضمون جس جانفشاں تحقیق کا متقاضی تھا میرزا اپنے آپ کو اس کے لئے مستعد نہیں پاتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ھیں :

من کہ گفتار من از زبان دیگران است - - -(۲)

یہی وجہ ہے کہ انھوں نے قدیم روایتی اور تاریخی سواد کو بالعموم بلا تنقید و تجزیہ نہایت مختصر اور نامکمل صورت میں پیش کیا ہے - خود فرماتے ھیں :

من کہ سر روزنامچہ نگاری ندارم - - - - - در کردار گزاری بقانون ایجاز سپارم - - -(۳)

تاریخ کا مفہوم بھی ان کے نزدیک حیرت انگیز حد تک محدود ہے - انھوں نے اپنی تاریخ کو اسلاف کی تہذیب و ثقافت کی سرگذشت کی بجائے محض بادشاھوں کے حسب و نسب اور ان کے عہد حکومت کے بعض واقعات بالخصوص جنگ و جدال تک محدود رکھا ہے - اگرچہ انہیں "حالات و واقعات" لکھنے کا دعوی ہے -(۴) مگر ان کے نزدیک تاریخ نویسی میں بنیادی اھمیت کشور

(۱) ص ۱۶۰ -
(۲) ص ۱۶۶ -
(۳) ص ۱۳۶ -
(۴) نادرات غالب - مکتوبات - ص ۲۸ -

کشائی اور لشکر کشی ہی کو حاصل ہے - ۲۸ مارچ ۱۸۵۱ء کو منشی نبی بخش حقیر کو لکھتے ہیں :

> امیر تیمور چار پشتیں بعد ان کے بابر تک ایسی گزریں کہ جس میں لشکر کشائی اور لشکر کشی نہیں ہوئی۔ بابر، ہمایوں یہ تین بادشاہ اولوالعزم کا حال بہ سبیل اجمال لکھ چکا ہوں ۔ اب حضرت اکبر شاہ کا حال شروع کروں گا (۱) -

مگر کشور کشائی اور لشکر کشی کا تقاضا بھی پورا نہیں ہوا۔ مہرنیمروز میں چنگیز خاں کے سفاکانہ حملوں کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ اس کے اور امیر تیمور کے عہد کے درمیانی عرصے کو میرزا نے تقریباً نظر انداز کر دیا ہے۔ خود امیر تیمور یا برصغیر پاکستان و ہند کے پہلے دو مغل شہنشاہوں کی تاریخ بھی غیر معمولی طور پر مختصر اور تشنۂ تفصیل ہے۔ بہرحال میرزا نے شاعرانہ طرز نگارش سے کتاب میں دلچسپی کا سامان فراہم کیا ہے - بعض جگہ حسن تخیل کے کرشموں اور خوبصورت اور دلکش تراکیب کے استعمال کی بدولت نثر پر شاعری کا گمان ہوتا ہے - کتاب کے آغاز میں انداز بہت پرتکلف ہے اور اس میں میرزا اپنے ماخذ مثلاً شرف نامۂ علی یزدی، مطلع السعدین اور روضۃالصفا وغیرہ سے متاثر ہیں لیکن آگے چل کر اس میں قدرے سادگی آ گئی ہے - خالص فارسی کی طرف رجحان میرزا کی انفرادیت پسندی اور ایران پرستی کی دلیل ہے۔ اس کا بھرپور مظاہرہ تو میرزا نے اپنی تصنیف دستنبو میں کیا لیکن مہر نیمروز میں بھی جگہ جگہ اس میلان کا اظہار ہوتا ہے۔

موجودہ ایڈیشن کی تصحیح میں انڈیا آفس لائبریری اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نسخوں الف اور ب کے علاوہ مولانا غلام رسول صاحب مہر کے نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۴ اور سید وزیرالحسن عابدی صاحب استاد فارسی پنجاب یونیورسٹی کے نسخہ الف کو بھی دیکھا گیا ہے - اور میں ان حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ نسخے عاریتہً عطا فرمائے۔ مولانا نے مجھے اپنے گرانقدر

---

(۱) ایضاً - ص ۱۱ -

مشوروں سے بھی سرافراز فرمایا جن کے لئے میں آن کا انتہائی سپاس گزار ہوں۔ میں پنجاب یونیورسٹی کے لائبریرین اور اپنے عزیز دوست جناب عبدالرحیم خاں اور اسسٹنٹ لائبریرین سید غلام رسول شاہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فرض سمجھتا ہوں جن کی وساطت سے مجھے انڈیا آفس لائبریری کے مطبوعہ نسخے کی مائیکرو فلم کے مطالعہ کا موقع ملا۔ اس سلسلے میں میں اپنے عزیز رفقا پروفیسر ڈاکٹر عبادت بریلوی صدر شعبۂ آردو پنجاب یونیورسٹی اور ڈاکٹر منیرالدین چغتائی استاد سیاسیات پنجاب یونیورسٹی کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے لندن سے یہ فلم بھجوانے میں میری ہر ممکن مدد فرمائی۔ میں اپنے دوست عزیز ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک استاد عربی پنجاب یونیورسٹی اور سید معین‌الرحمن استاد اردو فورمن کرسچن کالج لاہور کا بھی تہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے بعض نہایت مفید معلومات فراہم کیں۔

اگرچہ موجودہ ایڈیشن کی بنیاد مذکورہ بالا نسخوں پر ہے لیکن اس کی تیاری میں کلیات نثر غالب اور سید اولاد حسین شاداں بلگرامی کی تصحیح کردہ مہرنیمروز کا تقابلی مطالعہ بھی کیا گیا ہے۔

اس ایڈیشن میں فارسی املا کے جدید اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اغلاط کا صحیح نامہ پڑھ کر اغلاط درست کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ الف اور ب میں طباعت کی جو غلطیاں نظر آئیں ان کی تصحیح بھی کر دی گئی ہے۔

مہرنیمروز کا ایک نسخہ میرزا غالب نے نواب وزیر الدولہ والی ٹونک کی نذر کیا تھا جس میں میرزا نے کتابت و طباعت کی اغلاط کی تصحیح اور بعض جگہ لفظی ترمیم خود فرمائی تھی۔ نوائے ادب بمبئی کے شمارہ جنوری ۱۹۵۲ء میں سید جمیل‌الدین نے "مہر نیمروز کا ایک نسخہ" کے عنوان کے تحت ایک مقالے میں ان تمام اصلاح شدہ الفاظ کی فہرست شائع کی تھی۔ موجودہ ایڈیشن میں اس فہرست سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

شکور احسن

بسم الله الرحمن الرحیم

آغاز هر گفتار که سرانجام آن در اندیشه گزرد، و سرانجام هر کار که خرد بآغاز آن ره برد، بستائش دادار دانائی بخش دارای سپار دانا برگزین دارا نگاهدار نکوست، که بهنجار راستی و پیوند درستی بازگشت هر گونه ستایش از هر سو همان بسوی اوست- زهی بخشاینده پرتوستان کشاینده مهر نیمروز نماینده ماه نیم ماه آراینده! اگر سخن از بلندی سپهر درمیان اندازند، اندازه دان داند که آن بلندی اساس پایهٔ نمود کیست، واگر مهر را بروشنی انگشت‌نما سازند، ایما شناس شناسد که ایں روشنی الف صیقل آئینه شهود کیست- جیغه جیغه کردن ابروی هلال به پرتوافشانی ستاره های شام، از انداز جهان آرائی مشاطهٔ صنعتش اشارهٔ، وگرداب رنگ گردیدن گردون بموج خیزی شفق صبح، از پرواز پرکار کشائی نقشبند قدرتش انگارهٔ- سبزه زار آسمان در اطراف روضهٔ کمالش ستاک تاکی، و شیدستان آفتاب بر اوراق مصحف جمالش نشان شانی- در دشت طلبش از نقش آبله که بر خاک نشیند، جاده رگ ابر نیسان ما نا در گهر سازی، و در وادی شوقش از رقص گرد بادی که باد از خاک انگیزد، غبار باغبان آسا در نهال طرازی- قدر انداز قضایش را در تقدیر دوختن چشم بینش، تیر دو کمانه در کمان نی، وآتش گیتی سوز عتابش را در تقریر سوختن بنای آفرینش، هیچ زبانه بی زبان نی:

نظم

آن همه و بی همه و با همه ‌ ‌ با همه تنها و به تنها همه
بسکه زخویش آئینه در پیش داشت ‌ ‌ جلوه هم از خویش فرا خویش داشت
خواست که آوازه بساز افگند ‌ ‌ طرح شناسائی راز افگند
از رگ آن تار که بر ساز بست ‌ ‌ زمزمهٔ چند بهم باز بست
شعلهٔ آواز که دودیش نیست ‌ ‌ دیده شناسد که وجودیش نیست
گوش دو صد نغمه ازان پی برد ‌ ‌ راه بخلوت کده نی برد
سامعه از رنگ خبردار نی ‌ ‌ با گل و سرو و سمنش کار نی
دیده دو صد پرده کشاید همی ‌ ‌ سوی گل و سبز گراید همی
بوی که نی چشم شناسد نه گوش ‌ ‌ از جگر شامه انگیخت جوش
هر چه دریں پرده سراسر رود ‌ ‌ از ره هر پرده به دل در رود
رنگ نگر بو شمر آواز گوی ‌ ‌ هرچه شماری هم ازیں ساز گوی
ترک دوئی گیر که یزدان یکیست ‌ ‌ ایں همه آثار ز وی و آں یکیست

سلسهٔ ارادت سنبلستان بخوابهای پریشان سودا زدگانش بد انسان درست، و بندش مضمون گلستان به تشبیه دلهای لخت لخت جگر خستگانش بدان آئین چست، که اگر ازان گفتار در حلقه دم و ازان اسرار بر صفحه رقم زنند، شنوندگان را مشام در شمیم سنبل و نگرندگان را نگه در موج رنگ گل غلطد۔ کشتگانش بمرگی نمرده اندکه اگر بمثل آں پرده بر مسیحا بدرند درازی عمر به پیمانهٔ چوب صیب ندهد، وخستگانش از زخم ذوقی نبرده اندکه اگر بفرض آنرا در اندیشه روئین تن در آورند بکشاد شست دوباره برچشم خویش از تهمتن سپاس نهند ۔ درد مندان دل آزردهٔ او را ازان نی که در بن ناخن فرو رود

زخمه بر تار ساز روان، و تهیدستان بخود فروماندهٔ اورا آن عقده‌ها که در رشتهٔ کار افتد چون دانه‌های سجه از پای یکدگر دوان- حور جمالش کف پای واماندگان راهش رخساره فرسای، و مسیح رنجوران تنگ شکیب تندخوی اورا بفروتنی چاره فرمای- لای خوارانش در بزم بسر خوشی گرد از جمشید برده، و نی سوارانش در دعوی روشن روشی گوی از خورشید- بیحا صلانش به بازیچه باد را بر سلیمان ره‌گذر بسته، و شوخ چشمانش به شعبده طائران خلد را شهپر :

نظم

مناجاتیان پیش وی در نماز — خراباتیان را بدو چشم باز
اگر مومنان در پرستاریش — وگر کافران نیز زنهاریش
رهش را ز جانها غباری بلند — غمش را ز خال عروسان سپند
شبستانیانش ز می غازه جوی — بیابانیانش ز خور تازه روی
اسیرش ز بندی که برپای اوست — سگالد که بر تخت چین جای اوست
شهیدش بخویش از طرب بهره مند — بجز چشم زخمش نباشد گزند

فرزانگان را بهوای حق پژوهی باد پندار کوشش عقل در سر، و بی خبر که به پرواز مرغ رشته برپا برآسمان نتوان پرید، و دیوانگان را به سودای خداجوئی ولولهٔ شورش عشق در دل، وغافل که باضطراب صید نیم بسمل ره نتوان برید- خدای است نه کدخدای، کبریای الهی است نه غوغای شاهی- چرانمود های بی بود به هستی پرستیم، و چرا بهزار قبله نماز گزاریم؟ چرادیده را بدریوزه نگاه بهردر فرستیم؟ چرا به پرستش اصنام خیالی روی آریم؟ همانا‌چون شنیده ایم که در قانون اشاره از بهر رنگ شکستنی و در فرهنگ استعاره از بهر عهد بستنی هست، رنگ را بسنگ شکستن و عهد را بر زنجیر بستن اندیشیده ایم- نمایش گونه گون بازیهای شگرف از پس پردهٔ خیال در

حقیقت بیرنگی ذات کدام رنگ انقلاب ریخت، که در اندیشه بیکدگر فرو خوردن اجزائے آفرینش درین رہ‌گذر گرد فتور تواند انگیخت۔ رخشانی فروزنده هور نه منحصر دران اشتلم ست که ازپرتو برذره رود، و نه موقوف بدان تصور است که از آب پیکر حباب آشکار شود۔ باش تا نهنگ کائنات آشام 'لا' از گرداب اندیشهٔ نفی شرک فی الوجود سر برکشد، تا ماسوی‌الله را که با اینهمه آشوب پیدائی جز در اندیشه موجود نیست بدم در کشد:

مطلع

در عدم پندار پیدای سلیمان زاستی
آه ازین عالم گرش در چشم موری جاستی

مهین چرخ برفتار خاصهٔ خویش از خاور سوی باختر تیز گرد، وگردنده گنبد های دیگر ز مغرب بمشرق رہ‌نورد، کیوان به دیدبانی سرفراز، و مشتری بفرخی دانش آموز، و مریخ به سپهبدی گیتی ستان، و آفتاب به خسروی عالم افروز، و زهره به ترانه هاروت فریب، و عطارد به زیرکی زبان آور، و ماه به شبروی سبکتاز۔ آتش جهان سوز، و باد جان آسای، و آب روان پرور، و خاک آرامشگاه۔ جماد بالماس و یاقوت در آرایش خلوت کدهٔ معدن، و نبات بشگوفه و میوه در آئین بندی قلمرو شاخسار۔ گام سنجی گور و گوزن بر زمین، و بال افشانی تدرو و دراج بر هوا۔ گردش پیمانهٔ آگهی در حلقهٔ بنی آدم، و روای برات دانستن راز و آوازهٔ پیدائی برگ و ساز درین قلمرو۔ نازش جهانبانان فیروز بخت بکشور کشائی و لشکر کشی، و ورزش پهلوانان پولاد بازو بفن تیغ آزمائی و خنجر کشی۔ جفا شیوه نگاران بناوک غمزه در انداز جگر با دل دوختن، و وفا پیشه جان‌سپاران بشعلهٔ آه در بند زمین تا آسمان سوختن۔ سیه مستان چون حبابی که از شراب دمد کاسه در سبوی شراب افگنده، وحق پرستان بکردار بادی که برآب وزد سجاده بر روی آب افگنده۔ فرسودن کالبد های نازنین در نهانخانهٔ

گور، و به باد رفتن سرمایهٔ پندار تونگران بمهمانی مار و مور- بازآن اجزای فرسودهٔ پراگنده بیکدگر پیوستن، و بصدای صور سراسیمه و سراپا برهنه از خاک بدر جستن- قیام قامت اشخاص بوار درختان باغ از پیش و پس، و پرواز نامهٔ اعمال بکردار مرغان شاخسار از یمین ویسار هرکس، بهشت را جوی شیر و انگبین از هر کنار روانه، و دلنشین برکه لبالب از می ناب درمیانه- حوران بدلربائی نهالان از باد بجنبش آمده در سایهٔ طوبی برقص دوشا دوش، و رستگاران بشاد کامی طوطیان در شکرستان افتاده بر لب کوثر در نوشا نوش- دوزخ و آن زبانه‌های خشک و تر سوز پنهان و پیدا گداز، و آن مار و کژدم ونیش های در دیده و دل رخنه افگن و در روح و روان روزن انداز- فرقهٔ را از گرمی خروش يَالَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا(۱) لب پر از تبخاله، و طائفهٔ را بشور مویهٔ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ (۲) نفس درگرو فغان و ناله- حاشا که اینهمه انبوهی پندار کثرت وحدت حقیقی ر ازیان دارد، و هیچ شی از احاطهٔ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ(۳) سر بدر آرد- از عالم اعیان ثابته تا صور محشورهٔ محشر همان ذات واحدست- از خویش بر خویش جلوه گر:

رباعی

ای کرده بآرایش گفتار بسیچ
در زلف سخن کشوده راه خم و پیچ
عالم که تو چیز دیگرش میدانی
ذاتی است بسیط متبسط دیگر هیچ

---

(۱) ۷۸ : ۴۰ — مرتب
(۲) ۷۵ : ۱۰ — مرتب
(۳) متن میں اِلاّ انّہ کی بجائے سہواً ' واللہ ' چھپا ہے — مرتب

زمزمهٔ نعت

روزی از روزها بهنگام نیمروز که پایهٔ اورنگ خسرو انجم محاذی خط استوا بود، و به نمایش فرهٔ شکوه خسروی از روی شمار طالع وقت در وتد عاشرش جا بود، بسکه از فراوانی فروغ رازهای نهفتهٔ هفت سپهر بروی روز افتاده، و ستارگان گرد آفتاب چون پروانگان پیرامن شمع داد بال افشانی داده، ناگاه در جستجوی خضر بدان سموم خیز دشت راهم افتاد که تا جادهٔ راه در نظر آورم ازتف ریگ تفته هزار آبله برپای نگاهم افتاد ـ دران بیابان رهرو افگن محیطی از گداز زهرهٔ خاک موجزن، سیلهای خوی اندام رهروان از هر سو بسوی آن قلزم روان، از تاب آتشیکه گرم روان بادیه از شعلهٔ رفتار در نهاد خاک پی هم زده اند سایه چون زاغ نیم بسمل در تپیدن، و از نهیب گلبانگی که تیزگامان آن راه دم بدم بر قدم زده اند سبزه چون طاؤس خائف در پریدن، کرهٔ نار چون گوی که در نور و چوگان بازی بمیدان گم شود دران بیشه خوار افتاده، و طبقات دوزخ بصورت خاشاک نمیسوزی که از کاروانیان بصحرا ماند دران راه برکنار افتاده ـ مرا دران تگاپو بسکه از کوشش قدم برهروی دم گسست ، بروی خاک در پرتو مهر از نفس ریزه ها صورت ذرات نقش بست:

فرد

شگافی ارجگر ذره نم برون ندهد
بوادی که مرا بارور گل افتادست

گفتم این مرحله که هر گردبادش آتشین روی را محمل است، و هر ذرهٔ خاکش برق جلوه را آئینه، اگر غلط نکنم وادی سخن است که جولانگاه فکر من است۔ اگر از پیش گاه خرد خرده پیوند دستوری یافته باشم نفس ریزه های پراگنده را بهم پیوسته حبل‌المتینی تافته باشم، که بچشم داشت رستگاری چنگ دران توان زد، و بامید استواری دل دران توان بست۔ همانا آن پهن دشت بهشتی نیز داشت و آن فراخ بیابان را فرخ خیابانی نیز بود۔ خوشا بیابان که رضوان از روضه جز به گلگشت آن بیابان فرودنیامده۔ و اینت خیابان که طائر سدره کم از صد ره دران خیابان فرود نیامده۔ باغبان در بروی من کشاد تا بچمن روی آوردم۔ خضر ردای خویش بمن داد تا بپای سروگستردم۔ سایهٔ درخت آرامشجای شد وتنهٔ نهال تکیه گاه۔ پریزادان راز بصد هزار کرشمه و ناز در نظرم جلوه گری ساز کردند، و همدران جلوه گری بسرودن راز آفرینش ترانه آغاز کردند۔ دود سودا که از سویدا جست ابری بود که جامه باد نمازی تواند کرد، و هوای بروز راز که در سر پیچید بادی بود که ابر سیه مست رابطواف تواند آو د۔ ابر به گلاب افشانی خاست و باد بغالیه آمیزی۔ سروش به 'ان یکاد' خوانی نشست و من به لخلخه گری۔ گاه بریسمان نفس ریزه های بهم تافتهٔ پروین را بگلدستگی برآوردمی، و گاه به نیروی بنان بهره از هنر یافتهٔ مینو را به مینا درآوردمی۔ پس ازان که ابر را نم نماند و باد را دم' فرشته را لب فرسود، و مراکف شامهٔ بدان نازکی و تازگی که پنداری این شامه همان صورت فردوس است که پیش از ظهور در علم آلهی جا داشت در عالم شهود وجود گرفت، و سواد مردمک مداد نگارشی در ستایش ستودهٔ جهان آفرین مکتوب الیه توقیع وَمَا أَرْسَلْنٰکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ(۱) بدستیاری کلک عنبرین لباس بروی صفحهٔ کافور فام صورت نمود گرفت۔ آنکه طغرای بندگیش در سرنوشت

---

(۱) ۲۱ : ۱۰۷ — مرتب

انبیا بر توقیع نبوت مقدم است، و داغ غلامیش در سیمای اولیا با نور ولایت توام:

نظم

ز راز نهان پردهٔ بر زده	ز ذات خدا معجزی سرزده
تمنای دیرینهٔ کردگار	بوی ایزد از خویش امیدوار
تن از نور پالوده سرچشمهٔ	ولی همچو مهتاب در چشمهٔ
جمالش دل افروز روحانیان	خیالش نظر سوز یونانیان
به پیوند پیرایهٔ خاکیان	به دم حرز بازوی افلاکیان

آب حیوان بروشناسی خاک راهش زنده راهزندهٔ جاوید ساز، و عیسی بهمدمی باد دامنش جان در تن مرده انداز. بطرف چمنی که دران چمنش به محبوبی نشانده اند خضر سبزه بیگانه، و بر شمع انجمنی که دران انجمنش بمهمانی خوانده اند ' ارنی ' ، گوی طور پروانه. کودکان کویش را از انجم مرغان رشته بر پا در دست که همواره در طیرانند و همچنان برجای مانند. جوانان آردویش را از افلاک توسنان رام زیر ران که پیوسته بیک هنجار دوند، و از خط دائره بدر نروند. پویندگان جادهٔ شرعش را سبزهٔ باغ بهشت چون سایه همپای، و نخلهٔ طوبی چون خضر پیش رو، تا هر قدر که بران جاده عرض رهروی داده باشند بسایه ره بریده و بر سبزه گام نهاده باشند. اندازه دانان والائی پایهٔ جاهش اگر بمثل از روی آرزوی مثال بدان پردازند که هر آئینه بآئین پیوند اجزا بیکدگر در خیال طرح عالم رفعتی اندازند، تا ثوابت را گنجینهٔ قارون نام نه نهند و ثور فلک را گاوزین و حوت را ماهی قرار ندهند بسبکدستی اندیشه کار از پیش نرود، و بنای تصور عالم در عالم تصور تمام نشود. پیش از همه خلق از خدا به تشریف هستی نامدار، و بعد از خدا برهمه خلق بخداوندی سزاوار. ستمزدگان رابداد داور، و

غمزدگان را بیاد یاور۔ آسمانیان آستانیان، سروشان سفته گوشان، خاک نشینان در از سپهر بر ترش منشور فرمانروائی سلیمان راچنان خوار داشته اندکه پنداری سطرش نقش پای مورپنداشته اند۔ حاملان عرش را اندوهی که در عالم فرض محال نیز نشانش نیست، اگرهست جز رشک طالع جبین سایان سنگ آستانش نیست:

نظم

مطاع آدم و عالم محمد عربی وکیل مطلق و دستور حضرت باری

عدوکشی که ز چاک کنار توقیعش دویده تا دل خسرو جراحت کاری

شهنشی که دبیران دفتر جاهش به جبرئیل نویسند عزت آثاری

افادهٔ اثرش بر قوائم افلاک بشکل رعشه بر اندام آدمی طاری

افاضهٔ کرمش در حقایق آفاق بسان روح در اعضای جانور ساری

دو نیمه گشتن پیکر ماه دو هفته ازتنگی حوصلهٔ معجزه خواستاران بوده است، ورنه در هر سر انگشتن نیروی بهم برزدن روزگاران بوده است۔ مردن آتش در آتشکدهٔ پارس و ریختن کنگره های کاخ کسروی در صحن سرای، تنیدن عنکبوت بر دهنهٔ غار و بیضه نهادن کبوتر دران نسیج، نیفتادن سایه پیکر عنصری بر خاک، و بدر رفتن حلقهٔ کمر بند از میان، سخن سروون سنگ، و جاده پیمودن نخل، راز گفتن سوسمار با صیاد، حرف زدن گرگ با شبان، بلند گشتن صدای شیون از ستون در و روانی پذیرفتن جوی آب از انامل، سر بسجده فرود آوردن شتر مست، و زبان بگفتار کشودن برهٔ زهر اندود، و خمیدن شاخ خرما بسلام، و زنده گشتن مرده بدعا، از آثار بزرگی صورت آں بزرگ معنی و صورت است که صورت پرستان را از بهر مشاهدهٔتجلیات آلهی در عام صورت ضرورت است۔ ورنه خواجه راجز بچشمی که جز خدای را نه بیند نتوان دید، و جز بدلی که جز خدای را نه داند نتوان دانست۔ راز دانان

حقیقت یکتائی ذات که بسوختن خار و خاشاک ماسوی الله آتشی تیز در دل دارند، و حدیثی دل افروز بر زبان، تا به چشم داشت گرمی هنگامه درین حلقه دم از گفتار زده اند، از تصور بهم پیوستن دو قوس نقش دائره بگردش پر کار زده اند. آنچه دریں دائره پایه پایه از توحید در گرو نشان داریست ذاتی و صفاتی و افعالی و آثاری است. بر انگیختن انبیا که بمعنی صورت آموزگاری راز داشت در دبستان نظر از تفسیر مصحف وحدت آثاری سر آغاز داشت. سپس هر کیش آور آئین انگیز بکزلک زبانی که از حرف وحدت افعالی و صفاتی بهر دوسوی دم و بهر دو روی جوهر داشتی سطر مکرر شرک خفی و جلی از صفحهٔ اندیشهٔ پیروان بستردن برداشتی. دهیکه شاهد وحدت ذات بهنگامه پرده از رخ برافگند، ساقی خمخانهٔ عرفان راوق پر زور تر ازان بادهٔ سه گانه بساغر افگند. همانا گردش ساتگین ایں رحیق مختوم به دوران بزم آرائی خواجهٔ ماست، که نبوتش خاتمهٔ اظهار حقیقت ذات، و ذاتش بگواهی مهر نبوت خاتم انبیاست. آری چوں گزارش راز را نگارش انجام دهند دلنشین نشانی از خاتم بر خاتمه نهند. نازم به نقش ایں ایزدی خاتم که در اندیشهٔ نامه نگار نخستین رقم است و در نور و نامهٔ راز باز پسین حرف. در صحیفه طرازی بدست صحیفه طراز با قلم دمساز، و بپایان نامه قفل در گنجینهٔ راز. چنانکه سواد والسلام در مکتوب علامت سلامت انجام است در مکتوب ملل ملت فرخندهٔ اسلام همان بمنزله والسلام ست :

نظم

بنی را دو وجه ست دل جوی خلق
یکے سوی خالق دگر سوی خلق

بدان وجه از حق بود مستفیض
بدین وجه بر خلق باشد مفیض

ولی گشته پرتو پذیر از نبی
بانوار حق مستنیر از نبی

بود روشنان را برو شنگری
بگیتی پس از مهر نام آوری

برین جاده جمعی ز پویندگان
بسوی خدا راه جویندگان

شناسای پروردگار آمده
پس از انبیا در شمار آمده

هر اختر برین آسمان نور دیدهٔ آفتاب است، و هر گل درین بوستان جگر گوشهٔ بهار۔ همه بهمز بانی کلیم ارنی گوی، و همه بهمدمی مسیح قم باذن الله سرای۔ در وجد با بختی سپهر هم آورد، و در شور با صور اسرافیل هم آواز۔ یکی چون سیلی که بدریا روی آرد از مستی کف بر لب آورده، و یکی چون آفتاب که در حجاب سحاب راه رود از نظر خلق پنهان رفته۔ دستور العمل ملت احمدی همان یک ورق است که فرد فهرست آثار وحدت حق است۔ در یک صفحه ازان ورق اسرار حقیقت نگاشته اند، و بدرویشان دلریش واگذاشته۔ در صفحهٔ دگر احکام شریعت بنگارش در آورده، و بشاهان ستاره سپاه سپرده۔ در شورش کدهٔ عرفان ببانگ نی و چنگ سماع جائز، و بهوای می و ساغر پرواز روا۔ بداد گاه شرع عین القضات همدانی به نفت و بوریا سزاوار۔ و منصور حلاج بر دار در خور :

فرد

در موقف قهرش نگری بر روش داد
دار و رسن و دره و شمشیر و سنان را

فضای این عرصه شگفتن غنچهٔ تجلی جمالی را سحر، و طرف آن ذروه تافتن نیر تجلی جلالی را افق۔ هو الحق سرایان این زمره بهارستان

غیب الغیب را نظارگی، و انا الحق نوایان این حلقه محیط جمع الجمع را شناور- پیشگاه شرع را دانا سرهنگانند بر انفس و آفاق فرمانروای، و قلزم معرفت را توانا نهنگانند با موجه وگرداب زور آزمای :

نظم

کنش را بدانگونه شیرازه بست
بدین صفحه نقشی چنان تازه بست

که تا گردش چرخ نیلوفری
بود سبز جایش به پیغمبری

ترانهٔ مدح

از آنجا که بعد هر دور طوری دیگر است، و پس از هر انجام سر انجامی جداگانه، در هر عهد عهد سلطنت اسمی دیگر است، و در هر وقت وقت کشایش طلسمی دیگر- فرهٔ ایزدی که چندی را بنام آوری شکوه عز و غنا از سیما درخشیدی، و اندی را به نشان مندی فقر و فنا فروغ بخشیدی، مظهری کامل و مرآتی روشن خواست' تا دران مظهر ظهور بهر دو رنگ و دران مرآت رویت بهر دو صورت یکباره رو دهد- اورنگ و منبر یکی شد و وساده و سجاده را دوئی از میان رفت- درفش کاویانی از عصا و ردأ منت پذیرفت که پیدای من به پیوند این دو جزو باز بسته است- عصا ، ردأ و درفش راسپاس گفت که درین صفحه نقش جمعیت ما رسا نشسته است- بیکدگر خوردن این دو قدح مجمع البحرینی پدید آورد، و سر بهم آوردن این دو قوس نقش دائرهٔ پدیدار کرد- از سر جوش فروغ مهر و ماه با فشردن و پالودن و سرشتن پیکری ساختند، و بهر دفع گزند چشم بد از پروین و پرن بران پیکر سپند سوختند- سرش را بتاج شاهی افراختند' و دلش را بنور الهی افروختند- همایون گوهری هوشنگ هوش که چشم و چراغ دودهٔ تمرخانی است پای بر سریر گزاشت- فرخ نژادی فریدون فرکه شمع دودمان گورگانی است افسر به سر بر نهاد- ذره تا آفتاب بوی روشناس' و ماه تا ماهی ازوی در سپاس- زهی در انجمن خلوت نشین، و بپادشاهی کار آگهی گزین- پادشاهان در انجمن ازان کارگاه ادب آموخته، و کار آگاهان در خلوت ازان پادشاه فیض اندوخته :

نظم

محیط بخشش و دریا کف و سحاب نوال
قمرلوای و فلک خرگه و ستاره سپاه

رئیس تاجوران خسرو جهان داور
دلیل راهروان مرشد خدا آگاه

بفیض آگهی آئین شناس سیرو سلوک
به فر خسروی ارزش فزای دولت و جاه

دم مراقبه صورت نمای جوهر عقل
گه مشاهده نیرو فزای نور نگاه

زحق عطیه پذیرد چو ماهتاب ز مهر
بخلق بهره رساند چو آفتاب بماه

دعای دوام عز و جاهش انفسیان را ورد زبان، و پروانهٔ التفات نگاهش آفاقیان را حرز بازو. صولتش در برهمزدن کشت پندار سبکسران را ابریست تگرگ بار، و شوکتش از پا در آوردن بنای تمکین گرانجانان را سیلی است تندرو. در موکبش پیادگان رابه رهروری در شبها از پیه گردهٔ هزبر روغن در چراغ، و در محفلش آزادگان را به می‌کشی از زلال کوثر باده درایاغ. عنقای قاف قدرش از خرمن ماه و خوشهٔ چرخ دانه‌چین. خاتم دست قدرتش را رقم شاهنشاهی و طغرای ظل اللهی برنگین. کارسازی عدل امان گسترش بسکه ویران و آباد رافرو گرفت ناسازگاری از اجزای آفرینش آنچنان بدر رفت که اگر صرصر بشهر شور اندازد چراغ چون لاله بدم باد رنگ نه بازد، و اگر سیل لشکر بدشت راند گرد باد چون آسیا بروی آب گردان ماند.

نظم

تیغ آزما شهی که در احکام طالعش
سهم الظفر ز خط دو پیکر گرفته ایم

جم پایهٔ که از شرف پایبوس او
خود را به کیقباد برابر گرفته ایم

صدره بران بساط در انبوه بندگان
محمود را بچیدن گوهر گرفته ایم

صدره دران حرم بلباس کنیزکان
نوشابه را بدزدی زیور گرفته ایم

گر شه کند قبول زهی آبروی ما
بیعت بنام او ز سکندر گرفته ایم

جرأت به عرض خط غلامی وفا نکرد
پروانهٔ وکالت قیصر گرفته ایم

سلطان ابوظفر که زاسمش باشتقاق
مفتاح باب اسم مظفر گرفته ایم

گردان البرز گردهٔ لشکرش را در ستیز و آویز ورزش پهلوانی فلک مکوکب حریف آب دندان، و بسرزنش دعوی همسری در روشنی با رای بیضا ضیایش صبح بر آفتاب خندان۔ لنگر حلمش آنمایه سنگین که اگر بمثل گرانی آنرا بروی زمین بر جاده راه نهند آن چنانش به ته فرو برد که مانند خط کهکشان از انجم گردون تار جاده از میانهٔ گنج قارون گزرد۔ سکندر که آب حیوان خواستی، دیر زیستن از بهر آن خواستی، که چون این وقت را در یابد، در رکاب شاه به شکارگاه شاطرانه شتابد۔ خضر که حیات جاودان یافت، همانا از ایزد فرمان یافت، که چون سلطان بکشور کشائی لشکر آرای شود، پیشا پیش لشکرش رهبرانه رود۔ اگر نه بدارالخلافت نطع شمع ایوانش را بکار آمدی، سهیل را در یمن از پرتو گستری برادیم عار آمدی۔ گوئی جمشید روشن روان از رایتش روایتی گوش کرده بود که به فرخی فرجام از جام چشم براهش داشت۔ پنداری دیده‌ور سکندر از منظرش خیالی در نظر آورده بود که هر آئینه در آئینه نگاهش داشت:

نظم

ای که از راز نهان آگه نهٔ　دم مزن از ره که مرد ره نهٔ

در هزاران مرد مرد ره یکی است　آدمی بسیار اما شه یکی است

ور تو میپرسی که مرد راه کیست　جز سراج الدین بهادر شاه کیست

در طریقت رهنمای رهروان　در خلافت پیشوای خسروان

آنکه چون از راز وحدت دم زند　دفتر کون و مکان برهم زند

آنکه چون در نی نوا را سر دهد　نی شود نخلی که شبلی بردهد

آنکه چون شوق آسمان تاز آیدش　تخت چون رفرف به پرواز آیدش

شبلی از منبر دهد آواز عشق　شاه ما بر تخت گوید راز عشق

عشق دارد پایهٔ هر کس نگاه　منبر از شبلی و تخت از پادشاه

آنچه ابراهیم ادهم یافتست　بعد ترک مسند جم یافتست

شاه ما دارد بهم در رهروی　فرقهٔ پیری و تاج خسروی

شاهی و درویشی اینجا باهم است　پادشاه عهد قطب عالم است

بردعای شه سخن کوتاه باد　تا خدا باشد بهادر شاه باد

خطاب زمین بوس

قاآن شیوه خاقانا و خواقین خدا یگانا! نی نی سلیمان آبرو سلطانا و مصطفوی خو سلیمانا! روی آوردن من از عدم بوجود بسودای گهر سنجی و گهر فروشی بود- کالای بیش بهای من درین چار سو روی روای ندید، و شاخ گرانمایهٔ مرا درین بازار ارزش ارزانی نشد- ناچار هرچه با خویش آورده ام چون گویم که با خویش میبرم- لختی در سفینه ها و پارهٔ در سینه ها می گذارم و می‌گذرم- پس از من آن گنج شایگان را اگر همه باد ببرد گو ببر، و اگر همه خاک بخورد گو بخور- سینه آرزو های جوان میر را مدفن ست- لمعهٔ نگاه گرم چراغ گور غریبان باد- نیاگان نامه نگار از تخمهٔ افراسیاب و پشنگ بوده اند، و فرماندهان با فر و فرهنگ- فرو مردن چراغ هستی نور دیدهٔ تور به باد آستین کینهٔ کیخسرو پشنگیان را روز سیاه پیش آورد- خداوندان اورنگ و دیهیم را ازان برگ و سازها جز تیغ گند ناگون بکف نماند- به مرز بوم بیگانه روی آوردند، و بدست مزد تیغ زدن نان خوردند- هم ازین نیستان ایوانان کهسار نشیمن سلجوقیان دگر باره سر به افسر و افسر بگوهر آراستند- چرخ گردنده چنانکه خوی اوست این نامداران کاؤس کوس را نیز از پای افگند:

نظم

در مشرب ما خواهش فردوس نجوئی   در مجمع ما طالع مسعود نیابی
در بادهٔ اندیشهٔ ما درد نه بینی   در آتش هنگامهٔ ما دود نیابی

از واپسیان این قافله نیای من که در قلمرو ماورالنهر سمرقند شهر مسقط الراس وی بود چون سیل که از بالا به پستی آید

از سمرقند به هند آمد. در دفتر سپهبد شاه نشان ذوالفقار الدوله میرزا نجف خان توقیع نوکری شاهش نوشتند، و بر پرگنه پهاسو برات روزی وی و سپاهش نوشتند. پدرم پیشهٔ پدر خویش داشت، وهم در کار زار جامه گذاشت. همانا گلبن ثنای ترا نو آئین نوا بلبلی همی بایست که مرا زمزمه سنج و دستان سرای آفریدند:

رباعی

غالب بگهر ز دودهٔ زاد شمم   زان رو بصفای دم تیغ است دمم
چون رفت سپهبدی زدم چنگ بشعر   شد تیر شکستهٔ نیاگان قلمم

خاکم بسر که بفریب پندار آزاده روی بسخن لا آبالیانه پرداختم، و اندازهٔ ارزش سخن و پایهٔ والائی گوهر خویش نشناختم. سینهٔ من نفسی داشت به روان آسائی نسیمی که از نسترن زار وزد. زیان زده من که دم جز به نابایست نزدم. بنان مراقلمی بود به دجله باری ابری که از قبله خیزد. بیهده کوش من که باران بشوره زار فرو ریختم:

فرد

با این فروغ گوهر و رخشانی نهاد   زینسان سیاه روز کرا کرد روزگار

با فر و فرهنگ بیگانه، وبا نام و ننگ دشمن. با فرو مایگان همنشین، وبا اوباش همرنگ. پای بیراهه پوی، و زبان بے صرفه گوی. در شکست خویش گردون را دستیار، و در آزار خویش دشمن را آموزگار. دل پراز خار خار، و دیده نشتر زار. نه دستگاه خودنمایانه آرایشی، و نه سر و برگ آزادانه آسایشی. سر گذشت هرکس همان فرمانهای امضا پذیرفتهٔ سرنوشت اوست. در آنچه بر من رفت دوستان را با من چه جای سر زنش، و مرا با دشمنان چه گنجائی پرخاش:

ود

لنگر گسست صر صر و کشتی شکست چرخ
دانا خورد دریغ که نادان چه کار کرد

پس از پنجاه ساله آوارگی که تیزی رفتار من از مسجد و بتخانه گرد انگیخت، و خانقاه و میکده را بیکدگر زد، به فروغ ازان فرهٔ ایزدی که فریدون را بفرتاب دادگری دل افروخت، و مرا فرهنگ سخن گستری آموخت، بدان در فرودم آوردند که تو نیز چون حلقه چشمی بدان در داری، و نتوانی که دیده برداری. دیوار کاخ والا پایهٔ هما سایهٔ بیدار دل دیده ور قدسی سرشت برینی گهر جاده شناس راه سیر و سلوک، و راه نمای جادهٔ فقروفنا، محو مشاهدهٔ شهود شاهد یقین مولانا محمد نصیرالدین را نازم که هر که بسایهٔ آن دیوار همایون آثار گام زند نشگفت که مایهٔ خویش بر در فردوس افگند. آفرینش را آفرینش بر زبان، و بینش را بوی چشم روشن. ترانهٔ منصور را بگوش حق نیوشش بار نیست، ززمهٔ بایزید با لب حق گویش چکار داشته باشد. اگر دیگران می آشام بوده اند خواجه میخانه آشام است. آنچه دیگران را خم است اورا جام است. در همه خلق از همه خلق بر کران، و باهمه خلق چون همه خلق درمیان. تا همسایهٔ اویم سپهریان در سایهٔ مننند، و تا خاک نشین آن درم، فرشتگان در رشک پایهٔ مننند. در دل و دیدهٔ روشنان جای من است، و بر سر ماه و ستاره پای من. درین گوشه گزینی و خوشه چینی نخست آیت رحمتی که بر من از بالا فرود آمد رو دادن خجستگی زمین بوس گیهان خدیو خداداد بود. دولت روی آورد. بخت از خواب جست. حور چشم روشنی گفت. رضوان رضا جوی آمد. چرخ از رفته عذر خواست. روزگار از گذشته بحلی طلبید :

فرد

نومیدی از تو کفرو تو راضی نهٔ بکفر نومیدیم دگر بتو امیدوار کرد

کالبد خاکی مرا چون پیکر گرد باد جانی درمیان نیست۔ همین یکدو دمہ سرگشتگی تماشا دارد۔ گر عندلیب گلشن تصویرم کہ ببوی گل زمزمہ از وی نتواند دمید، یا سبزۂ جوهر شمشیرم کہ بوزیدن باد مستانہ نیارد چمید۔ گسستگی پیوند نشاط کہن شد، و خون از دل همچنان در چکیدنست، تا پیوند چقدر استوار بود و چہ مایہ بزور گسستہ اند۔ شبی بادل دیوانہ کہ لختی از من هوشمند تر است گفتم کہ اگر بگفتار نیرو دهی بہ شاه ارم کار گاه بارگاه عرضہ دارم کہ آئینہ رازم، مرامیتوان زودد، و بندۂ سخن طرازم، مرامیتوان پرورد۔ گفت : ای نادان این سخن از جای دگر بود و هنگام آں گذشت۔ اکنون اگر همی توانی گفت، بگوی کہ خستہ ام مرهم می توان نہاد، و مردہ ام جان می توان بخشید :

رباعی

شاها هر چند دایہ جوی آمده ام　　دانی کہ چہ مایہ نغز گوی آمدہ‌ام
آبم کہ محیط را بجوی آمده ام　　رنگم کہ بہار را بروی آمده ام

اگر چنان کہ بہ دوران توام بروزگار فرزانہ جمشید بودمی، جمشید روزگار را آفرین گفتی۔ و اگربد انسان کہ ثنا خوان شہر یارم فرخ فریدون را ستودمی، فریدون چرخ و ستاره را گرد سر گشتی۔ دران انجمن کہ زردشت (۱) آتش افروخت و زند (۲) آورد اگر من بدین دم آذرفشان

(۱) زردشت کا اصلی نام اوستائی زبان میں زَرَتھُشْتَر ہے۔ فارسی میں اس کے لئے زرتشت، زردشت، زراتشت، زردھشت وغیرہ لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایران کے اس قدیم مذہبی راہنما کی زندگی کے بیشتر حالات ماضی کے دھندلکے میں پنہاں ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے زمانے کا تعین بھی پچھلی ایک صدی سے متنازعہ فیہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ قدیم یونانی روایتوں سے لے کر اب تک زردشت کا عہد متعین کرنے میں افسانہ، روایت اور ٹھوس علمی تحقیق کے مختلف اودار میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جدید محققین میں ای۔ڈبلیو ویسٹ اور ولیم جیکسن نے بعض اہم پہلوی متون مثلاً دینکرد، اردویراف نامہ اور زاد سپرم کی روشنی میں زردشت کا سن ولادت ۶٦۰ ق۔م اور سال وفات ۵۸۳ ق۔م متعین کیا ہے اور اب اکثر مستشرقین کو اسی پر اتفاق ہے۔ زردشت (دیکھئے صفحہ ۲۱)

جا داشتمی آذر از بیم من زبانہ نزدی، و از دل فریبی بیانٔ من کس بشنیدن زند نپرداختی۔ من بدیں فرخی بخت کہ چوں تو خداوند کارفرمای دارم ہر قدر بر خویشتن بنازم جا دارد۔ سرت گردم تو نیز بدیں گرمی ہنگامہ بناز کہ ہمچو غالب بندۂ آتشین نوای داری۔ اگر باندازۂ ہنر داد التفات میدھی جای مردمک دیدہ بمن باز گزار، و در دل بروی من بکشای۔ گویند در عہد جہانبانی حضرت صاحبقران ثانی بفرمان آن خسرو دریا دل کلیم را صدرہ بہ سیم و زر و لعل و گوہر سفتہ اند۔ من آن خواہم کہ دیدہ وران را دستوری دھی تا از کشش و کوشش نرنجند، و یکبار گفتار مرا باکلام کلیم بسنجند :

آذربائجان میں جو اس زمانے میں مملکت ماد (Media) کا حصہ تھا ارومیہ کے علاقے میں پیدا ہوا۔ بیس سال کی عمر میں اس نے عزلت اختیار کی۔ تیس برس کی عمر میں اس نے پیغمبری کا دعوی کیا اگلے دس سال میں اس نے آذربائجان کے علاوہ ایران کے دوسرے حصوں میں اور بیرون ایران اپنے مذہب کی تبلیغ کی مگر اسے اپنے مقصد میں نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد وہ باختر کے حکمران ویشتاسپ کے دربار میں پہنچا جس نے اس کا مذہب قبول کر لیا۔ اب نیا مذہب سرعت سے پھیلنا شروع ہوا۔ زردشت کی زندگی کے آخری چند سال تبلیغ مذہب کی خاطر جنگ و جدال میں گزرے اور بالآخر وہ ارجاسپ کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا۔

زردشتی مذہب کی بنیاد زندگی کی دو متضاد قوتوں خیر و شر یا نور و ظلمت کی آویزش پر ہے جو اورمزد (اہورا مزدا ۔ خدائے فرزانہ) اور انگرہ مینو (اہریمن) کی سرکردگی میں بر سر پیکار ہیں۔ انسانی روح پندار نیک، گفتار نیک اور کردار نیک کی منازل سے گزر کر ابدی روشنی میں پہنچ جاتی ہے۔ زردشت کی تعلیم کے مطابق بالآخر نیکی بدی پر اور روشنی تاریکی پر غالب آ جائے گی اس مذہب میں آتش کو جوہر زندگی کہا گیا ہے اور اس کا احترام فرض قرار دیا گیا ہے—مرتب

(۲) زند زردشت کی لائی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ زردشتی مذہب کے صحیفے اوستا کی شرح و تفسیر ہے لفظ 'زند' اوستائی کلمہ 'ازنتی' سے مشتق ہے اور اس کے معنی تفسیر، تعبیر، معنی، شرح کے ہیں۔ قدیم زمانے میں زردشتی علما نے اوستا کی جو مبسوط شرح لکھی وہ زند کہلائی۔ اسکی تصنیف کا سلسلہ اشکانی (۲۵۰)
(دیکھئے صفحہ ۲۲)

نظم

بچشم کم منگر گرچہ خاک راہ توام
کہ آبروی دیارم دریں خلافت گاہ

کمال بین کہ بدین غصہ ھای جانفرسا
ھنر نگر کہ بدین فتنہ ھای طاقت کاہ

مربی سخنم من بپایہ داری فکر
ز نطق من بودش عیش ھای خاطر خواہ

باخذ فیض ز مبدا فزونم از اسلاف
کہ بودہ ام قدری دیر تر دران درگاہ

نزول من بجہان بعد یکھزار و دویست
ظہور سعدی و خسرو بہ ششصدو پنجاہ (۱)

سخن زنکتہ سرایان اکبریؔ چکنی
چو من بخوبی عہد تو ام زخویش گواہ

ق.م—۲۲۷ء) اور ساسانی (۲۲۷—۶۵۱ء) ادوار میں جاری رہا۔ بقول مارکورات خسرو پرویز (۵۹۰-۶۲۷ء) کے زمانے تک زند کی تفسیر مکمل نہیں ہوئی تھی اس لئے کہ اس میں خسرو کے دور کے بعض سیاسی واقعات کی طرف اشارے ملتے ھیں۔ کرستن سن نے بھی ساسانی دور کے بعض ایسے زردشتی علما کے نام گنوائے ھیں جھنوں نے اوستا کی شرح و تفسیر میں حصہ لیا۔ زند کے کل ایک لاکھ اکتالیس ھزار الفاظ ھوتے ھیں جو متن کے ساتھ مخلوط ھیں۔ غالباً اسی لئے اسلامی دور میں اسے اوستا کا جزو سمجھا گیا ہے۔ یہی غلطی شروع میں مستشرقین سے بھی ھوئی۔ دارمستتر نے اس کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا ہے۔ فارسی شعرا میں البتہ رودکی (م ۳۲۹) واحد شخص ہے جس نے مندرجہ ذیل شعر میں اوستا اور زند کے درمیان صحیح امتیاز کیا ہے:

ھمچو معماست فخر و ھمت او شرح ھمچو ابستاست فضل و سیرت اوزند

—مرتب

(۱) سعدی کا سال ولادت ۱۱۸۴/۵۸۰ کے لگ بھگ ھے اور سال وفات ۱۲۹۲/۶۹۱ ھے امیر خسرو ۱۲۵۳/۶۵۱ میں پیدا ھوئے اور ۱۳۲۵/۷۲۵ میں وفات پائی—مرتب

کنون تو شاهی و من مدح گو تعالی تعال
گذشت دور نظیری و عهد اکبر شاه

بفن شعر چه نسبت بمن لظیری را
نظیر خود بسخن هم منم سخن کوتاه

پریشان نوائی من در ستایش گفتار خویش اگر خودگزاف نباشد گفتار راست بگستاخی گزاردن هم از انصاف نباشد۔ آخر نه هانم که همه وقت خود را هیچ شمردمی و هیچگاه برخود گمان کمال نبردمی۔ سرمستی ذوق برگزیدن این والا نظر که برگزیدهٔ تست مرا از من برد، خامهٔ بی پروا پوی را بدین روش و آهنگ بخرامش ورامش آورد۔ جاذبهٔ عطوفت شاهنشاهی که توقیع قبول اقبال الهی ست، درین روزگار که دانش کیمیاست و دانشور عنقا، یگانه را بسوی خویشتن کشیده است که سر تا سر آفتاب گردش جای وی جز به وی نتوان گذاشت، و در یگانگی و فرزانگی و کار آگاهی همتای وی از چرخ و ستاره چشم نتوان داشت۔ آنکه چون بهوای شکار تگاور انگیزی بورزش شیوه ادب تگاور را بدنبال انداز است، و چون به نیت جهاد لشکر انگیزی بعرض جوهر جانفشانی لشکر را پیشتاز۔ آنکه به نبض گیری تار جاده اصل سکتهٔ خاک دانسته، و بمشاهدهٔ بشرهٔ ماه منشاء دوار چرخ در یافته۔ هر چند دیگران دران سخن نکنند، خواجه میداند و گفتن همی تواند که غنچهٔ گل با آنکه خفقانش نیست چرا جامه برتن میدرد، و نرگس با آنکه از خناق نشانش نیست از چه رو آب به نی میخورد۔ بسکه از آئینه مردانگی و پارسائی و دانش و داد زنگار خشم و کام زدوده، دانش و داد به آئین داد و دانش جز در آئینهٔ رای ننموده۔ مگر این چهار فروزهٔ پر فرکه مردانگی و پارسای و دانش و داد نام بردیم، و ازان در لسان عرب بفضایل اربعه تعبیر رود، و شجاعت و عفت و حکمت و عدالت گفته شود، چار آخشیج پیکر اوست۔ سپس دهن بآب خضر میشویم و میگویم که آن فرزانه کیست که این ستایش در خور اوست۔ فرخ دستور کار شناس، خجسته کیش و گرامی رازدان فرخنده خوی، به ضمیر لوح محفوظ نظیر، و بگرانائیگی

عقل فعال هال، کیوان اندیشه، برجیس هوش، عطارد نطق، ارستو قدر، افلاطون فرهنگ، احترام الدوله، معتمد الملک، حاذق‌الزمان، عمدة الحکما، حکیم احسن الله خان بهادر ثابت جنگ مسیح که مرده را بدم زنده کر دی۔ اگر زنده را خرد دانستی افزود با این گرانمایهٔ همه دان توانا نفس همنفس توانستی بود۔ بازگشت روانهای آزاده پیکری، و رسیدن مایهٔ هستی از یکی بدیگری، اگر د شرع روا بودی گفتمی که شاه اسکندر است و حکیم ارسطو۔ همانا بلند نامی سلطان دهر در آفاق چشم داشت که چون منی را که به جادو بیانی شهرهٔ آفاقم بکردار گزاری گماشت۔ من خود ازان روز که دل و زبان این بیدارمغز آئینه دار دل و زبان شاه است دانم که آنچه عمدة الحکما درین باب بمن فرموده فرمان شاه است :

فرد

بادشاهان را ثنا گفتن نه کار هر کس است
دیده‌ور شاهی که کار گفتن اندازد بمن

نامه نگار کردار گزار را به تنو مندی توفیق سر انجام خدمت سعادت جاودانی، و خاقان را بسایهٔ سواد این نگارش که ظلمات آب حیوان است حیات ابد ارزانی باد !

———

سبب تالیف کتاب و انداز فتح الباب

هر چه در مبداء فیاض بود آن منست
گل جدا نا شده از شاخ بدامان منست

از سواد شب قدر است مدادم به دوات
آسمان صفحه و انجم خط پاشان منست

مستیم سهل مدان و روشم عام مگیر
نامهٔ شوقم و جبریل حدی خوان منست

جادهٔ عرفی و رفتار شفائی دارم
دهلی و آگره شیراز و صفاهان منست

خامه گر نیست سروشی ز سروشان بهشت
از چه در مرحلهٔ خاک زبان دان منست

خامهٔ من همایون همائیست شگفت آور که هم بدستم بنگارش ره سپر است، وهم بفرقم از نوازش سایه گستر- همای دست آموز شگفت آور چون نبود، همانا هم از همایونی سایهٔ این هما هست که سرم درین خاکساری سپهر ساست- سپاس سایه گستری میسرایم، و سپاس گذارانه بسخن همی آیم-

درین زمانه که سایهٔ دیوار حضرت شیخ‌الاسلام مر این خسته تن را بستر خواب است، و دیدهٔ بیدار این فروماندهٔ بند پندار روشناس کف پای خسرو هلال رکاب، روزی بود فیروز و صبحی دل افروز، باد در وزیدن و سبزه در چمیدن، بلبل به نوا خوانی و زاهد بسجه گردانی، ره نوردان بار بر بسته و شبگردان پای بدامن شکسته- روز از خجستگی به سعد اکبر

نام زد و به پنجشنبه نامور، و بست و سوم شعبان سال یکهزار و دو صد و شست و شش هجری با چهارم جون سال یکهزار و هشت صد و پنجاه عیسوی برابر- مهر در خرگاه ماه، میهان' و ماه از نشیمن زهره میهان را بمهر نگران، کیوان بحمل در گام سنجی، و برجیس به سنبله در خرامش، مریخ در اسد با ناهید دمساز و عطارد در جوزا به تنهای شادمان- شهنشاه بشکوهی که پنداری آفتاب است در بیت الشرف براورنگ نشسته' و من به نشاطیکه گوی عطارد است در تصمیم روبرو ایستاده، کار پردازن شاهی بفرمان حضرت ظل الهی به خلعت خانهٔ خاصم بردند' وقامتم را به خلعت شش پارچه آراسته بسلام گاهم آوردند- خداوند دنیا و دین بدان دست بخشش آئین که کف آن دست دریائیست که هفت دریا کف اوست، جگر گوشه های معدن یعنی جیغه و سر پیچ بسرم بست، ورگ جان ابر نیسان یعنی حمائل مروارید بگردنم آویخت- چاؤش فرخ سروش گهرهای تراویدهٔ رگ ابر خامهٔ شاه پروین سپاه بر گوشهٔ بساط بارگاه افشاند' و غالب سخن سرای را نجم الدوله و دبیرالملک و نظام جنگ خواند- بدین مهر خوان که از خورشید ذره پرور یافتم خود را چون گویم که با آفتاب هر آئینه با عطارد برابر یافتم- توقیع خدمت تاریخ نویسی تاج داران تیموریه بنام من نگاشتند' و دبیر چرخ را تا از غصه دلش خون نشود به پیشدستی من گماشتند- کردار گزار را بسیج آن بود' و فرمان نیز چنان بود که سر آغاز این خردافزا نامه از شهر یار رستم سرهنگ، حاتم وظیفه خوار' دارا دربان، سکندر پیشکار، از نه سپهر نظر کردهٔ هفت اختر، و بشش سوی فرمان روای هفت کشور، صاحبقران روشن گهر، امیر تیمور نامجوی نام آور که در زندگی کیوان ایوان و انجم انجمن بود' و پس از هشتن تن کوثر آبشخور و مینو نشیمن است، بدان آئین سخن رود که شاهنامهٔ فردوسی که قلمش از دراز دستی پور دستان داستانسراست تقویم پارینه، و شرفنامهٔ نظامی که صریر کلکش قافلهٔ خضر و سکندر را بانگ دراست کاغذ توتیا شود- ناگاه پیش ازان که فرخ سرگزشتهای

همایون نیاگان گیتی خداوند فراهم آرم، فرمان رفت که در نامه از آغاز آفرینش سخن راند و درین پویه هنجار خویش آن داند که هر چه دانا دستور دانش گنجور :

فرد

لفظ و معنی را بدانش داد رس احترام‌الدوله عیسی نفس

بوی آموزد به باز گفتن آن ناز اندوزد، و اندوختهٔ آن خسرو اندوز را سر آغاز ازان جنبش نظر فروز است که بمقتضای حسب ظهور از قلزم نور پدید آمد ـ فرزانهٔ رازطراز را دیدم که کاخ سخنی به بلندی چرخ برین افراخته، و در آن صید گاه شرح راز پیدای سپهر تا هویدائی آستان سپهر نشان والی عصر که ما سایه پرورد لوای ولای اوئیم طرح انداخته ـ هر آئینه خرد که آفریدگار روان گویا را به غازهٔ وی رخ افروخت بمن آن آموخت که تا از گریبان اندیشه سر برآرم گذارش راز را دو بهره بنگارش اندر آرم ـ خواهی آن هر دو لخت را که دیباچه جز یکی نخواهد بود بهم پیوندند، و خواهی جدا جدا شیرازه بندند ـ نیمهٔ نخستن از آغاز روزگار تا روزگار جهانگردی و جهانگیری شهنشاه آسمان خرگاه نصیرالدین همایون بادشاه، و نیمهٔ دیگر از گیتی ستانی آفتاب جهان تاب سپهر عز و جاه جلال الدین اکبر بادشاه تا گیتی آرائی این شهنشاه موید من‌الله که رازدانان را در ثنایش پیوسته این فرد بر زبان رود :

فرد

بدان نمط که ز آدم محمد است مراد
ز پشت کار تمرخان به تست روی حکیم

و خدا خوانان را در دعایش دل جز بدین مصرع تسلی نشود :

مصرع

تا خدا باشد بهادر شاه باد

نگرندگان جلوهٔ راز را بنیش افروزی روزی باد که این نامه را به پرتوستان نام آوری داده نگارش نخستین را مهر نیمروز و گذارش دو یمین را ماه نیم ماه نام نهاده ایم، و هر جا فصلی روی خواهد داد ازان فصل بانداز جدا شناس به پرتو تعبیر خواهد رفت۔ درین مقام که از مهر و پرتو سخن همیرود جانب ذره فرو گذاشتن نه آئین دادست:

فرد

بیراهه اگر گام زنم خرده مگیرید

در عربده هم زدرازیست به پهنا

نگاه با جادهٔ راه توام است و اقبال پیشرو، و همت همقدم۔ ازان راه که بسیج جز افزودن آگهی نیست درین یکدو جولان بیم گمرهی نیست ـ سخن گذار پشینیه که از گلبانگ آفرین گویان وی گنبد کبود پر صداست، آیا نمیدانست خود نتوانست نمک گفتار داستان طرازی را با شکر شیرینی ادائی چامه سرائی آمیختن، و نوای بدان تلخی که در مغز جان شنیدن آذر افروزد از ساز سخن انگیختن، از من که همه عمر می پیموده ام، و دران سر خوشی جز غزل نسروده ام، و اگر لختی بجادهٔ نثر گام سوده ام هم بدان خرامش مستانه ره نورد بوده ام، و یژه درین روزگار که دل دونیم است و اندیشه نثرند و هوش دژم و دماغ پنداری خود نیست، تن از ناسازی روان تباه و روان از رنجوری تن ستوه، نگارش اگر همه یک صفحه بیش نمود پیش ازان که انجام گزیند، و بهم پیچیدن ورق را هنگام آید، انامل بهم پیچدو کلک از بنان فرود افتد، خون در رگ سوخته، نگاه در چشم و نفس برلب و مغز در استخوان، روزگار آن همی خواهد که در فسانه سرائی آوازهٔ ساز مرا اندازه و اندازهٔ انداز مرا آزمودن بر گیرد:

نظم

دریغا که در ورزش گفتگوی
به پیری خود آرائی آورد روی

به برنائیم روی پیری سیاه
ز مو بود بر فرق مشکین کلاه

کنون نیست ظل همایم بسر
به پیری فتاد این هوایم بسر

شبابم که تاب و تبی بوده است
ز شبهای جوزا شبی بوده است

بدامن که دارم شماری دراز
شب کوته و روزگاری دراز

دریغ از ترقی معکوس من
که باشد سر من بپا بوس من

ز سر باد پندار بیرون شده
سهی سرو من بید مجنون شده

بود قد خم گشت چوگان من
سخن گوی و اندیشه میدان من

سخن را بدان گونه دانم سرود
کزین نیز خوشتر توانم سرود

هان دیده‌وران! بدلفریبی این گزین روش که خامه را در بنان من است، اگر به برش دید از روش فرسودهٔ فروتنی داد از دیده وران خواهم، هم از دیده‌وری خواهد بود نه از فزون سری- کالا شناسی را نه آن آئین است که نکوئی کالای خویش از نظر اندازند، و پرکار کشائی را نه آن دستور است که بر هر پیکری که خود کشند عشق نبازند- مگر مانی آن نقش را که خود میزد از اعجاز نمی شمرد؟ و آذر آن بت را که خود می تراشید نماز نمی برد ؟ یزدان را بندهٔ سپاس گزار نباشم اگر قلم را بهر جنبش آفرین نگویم، و از سخن بهر اندیشه سپاس نپذیرم- رفتار کبک و تذرو دل از دست برد و خرام این رعنا لبعت رقاص سرمست نکند؟ حاشا که خراش کلک بر ورق این مایه دلاویز و ذوق انگیز تواند بود- تیر است که به سنبله در حالت سر مستی تصمیم خود نمایانه بناز می خرامد- این پارسی آمیخته بتازی که از زبان چیره دستی عرب بر عجم در گیتی پدید آمد خسروی گنجینهٔ در بسته بود که خامهٔ من قفل

درش را کلید آمد۔ پرویز (۱) کجاست تا بنگرد کہ درین رہروی کدام رہ سپردہ ام، و بہرام (۲) کجاست تا فرارسد کہ سخن را از کجا بکجا بردہ ام :

فرد

خسروی بادہ درین دور اگر میخواہی
پیش ما آی کہ تہ جرعۂ از جامی ہست

خود ستائی فرو ہلم، و بند پندار بگسلم۔ آوخ ازاں روزگار کہ از خوی بناسازی و از کار ببازی سپری شد۔ و داد ازان بیداد کہ در ورزش افزونی خشم و کام برروان و ہوش رفت۔ از کار فرمائی این نگارش سپاس پذیرم کہ بپرداختن ایں نمط کہ خود را چون سایہ با زمین ہموار ساختہ ام تا پرداختہ ام، و بہ انگیختن این نقش کہ چشم و دل و نگاہ و نفس باہم آمیختہ ام تا انگیختہ ام، دست از کار ہای دگر کوتاہ است و دل از اندیشہ ہای دگر بر کنار۔ نامہ نگار کہ از کردار گذاری بگفتن درد دل روی آوردہ بود، باز بپای سخنی می آید۔ جادۂ کہ نشان دادہ اند می پیماید۔ نگرند گاں ہمہ تن چشم باشند و شنوندگان سراپا گوش۔

---

(۱) خسرو پرویز۔ ساسانی حکمران جس کا عہد حکومت ۵۹۰ء سے ۶۲۸ء تک ہے۔ باربد وینکسا اس کے دربار کے مشہور مغنی اور نغمہ سرا تھے۔ —مرتب

(۲) مراد ساسانی شہنشاہ بہرام پنجم یا بہرام گور (۴۲۰-۴۳۸ء) سے ہے۔ عوفی (م-۱۲۳۸/۶۳۵) نے لباب الالباب (۱۲۲۱/۶۱۸) شمس قیس رازی نے المعجم فی معائیر اشعار العجم (تقریباً ۱۲۳۳/۶۳۰) اور دولت شاہ سمرقندی (م-۱۴۹۵/۹۰۰) نے تذکرۃ الشعراء (۱۴۸۷/۸۹۲) میں فارسی شاعری کا آغاز اس سے کیا ہے—مرتب

آغاز پرتوفشانی مہر نیمروز در باز نمود پیدائی طلسم شب و روز

بیت

بنام آنکہ گر رنگست ور بوست بغیر از وہم نبود ہرچہ جز اوست

سخن کہ نور دیدۂ خرد و جگر گوشۂ روان است، بہ نیروی ستایش فرازندۂ عرش آنچنان بکرسی نشست کہ دراں فروزش و فرازش باز بہ روان و خرد بہم پیوست، تا پیوستہ بر پیام آور نام آور کہ رازدان داوران داور و آفریدگانش را در دو گیتی یار و یاور است، بہ نہایۂ درود و پیرایۂ آفرین فرود آید۔ نگارندگان را در فن نگارش دستور آنست کہ پس از حمد و نعت کہ چشم پنام گزند اہرمن و حرز بازوی ایمان است نام خویش نشان دہند۔ من کہ بستردن نقش نام و نشان تیز دستم، و آنچہ در نورد سبب تالیف کتب گفتہ آمد شمارۂ بخششہای خسروی بود نہ اندازۂ بلند نامی خویش، با این ہمہ داد آنست کہ ہمہ دانند کہ ہیچ قلمی جز نی کلک این بی نوا ازین دست نقش اگر دلکش است ور ناخوش نتواند انگیخت۔ چرا گویم کہ مانی(۱) این معنوی ارتنگ و بار بد (۲) این خسروی آہنگ کیست :

---

(۱) مانی قدیم ایران کا مشہور مذہبی رہنما ہے۔ البیرونی (۳۶۲/۹۷۳-۴۴۰/۱۰۴۸) نے مانی کی کتاب شاپورکان کے حوالے سے اس کا سال ولادت اشکانی بادشاہ اردوان کی حکومت کا چوتھا سال (۲۱۵-۲۱۶ء) تحریر کیا ہے۔ اس کی تصدیق زمانۂ حال کی تحقیق سے بھی ہوتی ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے شروع میں سنکیانگ میں تور فان کے مقام پر کھدائی کے دوران میں بعض ایسی تحریریں اور پراگندہ اوراق (دیکھئے صفحہ ۳۲)

فرد

غالب نام آورم نام و نشانم مپرس هم اسد اللہم و ہم اسداللہیم

رنگ آمیزی نام و ننگ و ذوق انگیزی زمزمہ و آہنگ پیشکش
مارا بدان گماشتہ اند کہ روداد ہر سویہ لشکر و کشور گرد آوران

برآمد ہوئے جنہوں نے مانی کے مذہب پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان حفریات میں جن محققین نے شرکت کی ان میں روس کی اکیڈیمی کے نمائندے ڈاکٹر کلیمنز (Klementz) جرمن دانشمند گرون ویڈل (Grünvedel) اور فان لی کاک (Von Le Coq)، فرانس کے مشہور دانشور پال پیلیو (Paul Pelliot) اور انگلستان کے ممتاز خاور شناس سر آرل سٹائن (Sir Aurel Stein) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ تور فان سے مانی مذہب کے متعلق ایک کتاب ملی۔ اسی طرح چین میں توئن ہوانگ کے مقام سے بہت سی تحریریں دستیاب ہوئیں جن میں فرانسیسی دانشوروں شاوان (Chavannes) اور پیلیو کی تحقیق کے مطابق ایک کتاب مانی مذہب پر ہے۔ ان تمام تحریروں کی روشنی میں مانی کا سال ولادت قطعی طور پر ۲۱۵ء متعین ہو چکا ہے۔ خود اس کے اپنے بیان کے مطابق وہ اسی سال بابل کے علاقے میں مردینو نام گاؤں میں پیدا ہوا۔ الفہرست (۹۸۷/۳۲۷) میں اس کے باپ کا نام فتق بتایا گیا ہے۔ جو غالباً ایرانی لفظ 'پاتکہ' کا معرب ہے۔ یہ ہمدان کا رہنے والا تھا مگر بابل میں جا بسا تھا اور صائبین کے فرقے میں شامل ہو گیا تھا۔ مانی نے ایران کے زردشتی مذہب اور عیسائیت کی آمیزش سے ایک نئے مذہب کی تخلیق کی۔ ۲۰ مارچ ۲۴۲ء کو ساسانی حکمران شاپور اول کی تاج گزاری کے دن مانی نے اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی اور بادشاہ کو بھی اپنا معتقد بنا لیا۔ مگر دس برس کے بعد شاپور اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ آیا۔ اس واقعہ کے بعد مانی کشمیر چلا آیا اور یہاں سے تبت کے راستے چینی ترکستان پہنچا جہاں بہت سے لوگ اس پر ایمان لے آئے۔ ایک عرصے تک اس علاقے میں مانوی مذہب کو بڑا فروغ رہا۔ ہرمز (۲۷۲-۲۷۱ء) کے عہد میں وہ ایران لوٹ آیا۔ مگر بہرام اول (۲۷۶-۲۷۲ء) نے اُسے قتل کروا دیا۔ ساسانی دور میں اس کے پیروؤں

(دیکھئے صفحہ ۳۳)

گرد آوریم، بشمردن نشانهای گردش روزگاران روزگار بسر بریم، راز سربستهٔ آفرینش که آنرا جز آفریدگار کس نداند درمیان نهیم' و صورت نمود های بی بود را پرواز هویدائی دهیم' و انگاه بدان ادا که نیروی نطق جز بدان اندازه که خوبی از گفتار نرود بکار نرود' و مانند طوطی آئینه هرچه از دیگران شنفته شود گفته شود۔ گروه‌ها گروه مردم از از دانایان هند و دانش اندوزان خطا و فرزانگان برانند که آفرینش را از هر دو سو کرانه پدید نیست۔ از نا آغاز روز تا انجام جاوید پیوند همین نمایش هم بدنیگونه آرایش درکار است۔ نبوده است که نبوده است، و نخواهد بود که نخواهد بود۔ نه تنها بیگانه کیشان این راه روند، بلکه هم آیئنان ما نیز بدان گردند۔ چنانکه سر چشمهٔ علوم عارف روم فرماید :

پر بہت مظالم ڈھائے گئے مگر ایران سے باہر اس مذہب کو بہت فروغ ہوا۔ بابل سے یہ شام' فلسطین اور مصر پہنچا۔ یہاں سے اس کی اشاعت شمالی افریقہ میں ہوئی۔ یہ مذہب یورپ میں بھی پہنچا۔ چوتھی صدی عیسوی میں ہسپانیہ میں اس کو فروغ ہوا۔ ۳۷۲ اور ۵۳۳ء کے درمیان روم میں مانی کے بہت سے پیرو موجود تھے۔
مانی سات کتابوں کا مصنف تھا جن میں 'شاپورکان' پارتھی اور باقی چھ سریانی زبان میں تھیں۔ ان چھ کتابوں کے لئے مانی نے ایک نیا رسم الخط وضع کیا۔ جس کی نقل الفہرست کے قدیم خطی نسخوں میں ملتی ہے۔ یہ کتابیں باتصویر تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مانی کو نقاش سمجھ لیا گیا۔ ارژنگ یا ارتنگ غالباً انہیں کتابوں میں سے ایک تھی جسے فارسی ادب میں نقاشی کا حرف آخر فرض کر لیا گیا۔ ان کتابوں میں تصویریں شامل کرنے کی رسم بعض قدیم مذاہب مثلاً فرقۂ صائبین میں موجود تھی اور مانی نے انھی کا تتبع کیا— **مرتب**

(۲) باربد' خسرو پرویز (۵۹۰—۶۲۸ء) کے دربار کا مشہور مغنی اور بربط نواز تھا۔ نولدکہ کی رائے میں اصل نام پہلوی لفظ پربت یا پہلبت ہے۔ بعض مصنفین کے نزدیک جہرمی تھا۔ جاحظ (م-۲۵۵/۸۶۹) نے المحاسن والاضداد میں اسے مرو سے منسوب کیا ہے۔ عربی اور فارسی کے مختلف ادبا و شعرا مثلاً ابن قیتبہ (م ۲۷۶/۸۸۹) نے عیون‌الاخبار' ابوالفرج اصفہانی (م-۳۵۶/۹۶۷) نے کتاب الاغانی' القزوینی (م-۶۸۲/۱۲۸۳) نے آثارالبلاد' فردوسی (م تقریباً ۴۱۵ھ/
(دیکھئے صفحہ ۳۴)

فرد

پشه کی دالد که این باغ از کی است
در بهاران زاد و مرگش در وی است

آن یکی از باب مدینهٔ علم نبوی جناب مرتضوی پرسید که پیش از آدم که بود؟ فرمود : ''آدم''۔ دگر باره پژوهش رفت۔ همان سرود که فرموده بود۔ چون سیومین پرسش را نیز همان پاسخ یافت' پژوهنده بخود فرو ماند۔ لب جان بخش روان در تنش دمید، و بدین زمزمه هوش افزودکه اگر سی هزار بار پرسی همین شنوی که آدم۔ همچنیں از فحوای حدیث رازدان یزدان که خدائی از وی نشان پزیرد و پیمبری بوی کران پذیر است' جائیکه میفرماید انّ اللہ خَلَقَ مائةَ ألفَ آدَمَ همیں صورت روی مینماید۔ امام بحق ناطق جعفرؑ صادق علیه و آبایه و انبایه السلام پیش ازین آدم که ما از نژاد اوئیم پیدائی هزار آدم و پهن گشتن تخمه و نژاد وی دریں کهن خاکدان نشان داده است۔ همانا طراز آنست که کردگار هستی بخش بحکم تقاضای حب ظهور در سر آغاز هر دور آدمی وحوای آفریند تا گیتی از تخمهٔ آنان پرشود۔ نوپدید آمدگان جهان را

۱۰۲۴) نے شاهنامه' نظامی عروضی سمرقندی (م تقریباً ۵۵۵/ ۱۱۶) نے چهار مقاله' نظامی گنجوی (تقریباً ۵۳۵/۱۱۴۱—۶۱۴/۱۲۱۷) نے خسرو شیرین' محمد عوفی (م-۶۳۵/۱۲۳۸) نے لباب الالباب، اور حمد اللہ مستوفی (م-۷۵۰/۱۳۴۹) نے تاریخ گزیدہ میں اس کا ذکر کیا ہے- موخرالذکر نے لکھا ہے کہ باربد قدیم ایرانی سال کے ۳۶۰ دنوں میں خسرو پرویز کی بزم کے لئے ۳۶۰ دھنیں تیار کرتا تھا- عوفی کا یہ کہنا کہ باربد کے اشعار قافیہ اور وزن سے خارج ہوتے تھے اس خیال کو تقویت پہنچاتا ہے کہ قدیم ایرانی شاعروں کی طرح باربد ہجائی اشعار میں نغمہ سرائی کرتا تھا- مورخین اور ادبا کے قول کے مطابق باربد نوائے خسروانی اور ایسی کئی دوسری دھنوں کا موجد تھا اور وہ بعض ایسے اہم اور نازک تاریخی واقعات کو شعر و نغمہ میں ڈھالنے پر قدرت رکھتا تھا جن کے اظہار کی جرأت خسرو پرویز کے دربار میں کسی اور کو نہ تھی— مرتب

نگهداری و جهان آفرین را پرستاری کنند، و چون بران دارائی و هنگامه آرائی روزگاری درازکه شمارهٔ آنرا یزدان داند و گویندهشت هزار سال است گزرد، بساط آفرینش در نوردند، و آن نازنین پیکر های خود آرا از نظر همدگر نهان گردند، چراغ آفرینش به تند باد بی نیازی فرومیرد و تیره شب نیستی جهان را کران تاکران فرو بگیرد. سپس صبح رستخیز دمد، و هنگامهٔ گیرو دار گرمی پذیرد. خفتگان‌کنج خاک به نهیب صدای صور بر خیزند، و به پیش گاه داور روز بازپرس دست بند زنند، و دفتر هشت هزار سالهٔ هستی اعتباری فراپیش نهاده آید، و هر یکی را از هستی پذیرفتگان آن دور باندازهٔ خوبی وزشتی کردار از پاداش و کیفر بهره داده آید. چون داوری بکران انجامد، نطع آفرینش از سر گسترند، و آدم دیگر بروی کار آورند:

نظم

همدرین فصل که مستانه سخن میگذرد
نکتهٔ چند سرایم ز وجوب و امکان

صور کون نقوش است و هیولی صفحه
صفحه عنقا است چه گوئی ز نقوش امکان

هستی محض تغیر نپذیرد زنهار
حرف ، آلان کما کان، ازیں صفحه بخوان

همچنان در تتق غیب نمودی دارند
بوجودیکه ندارند ز خارج اعیان

پرتو لمعه ندانی که بود جز خورشید
موج و گرداب نسنجی که بود جز عمان

عالم از ذات جدا نبود و نبود جز ذات
همچو رازیکه بود در دل فرزانه نهان

نتوان گفت‌که عین است چرا نتوان گفت
صور علمیه کز علم نیاید به عیان

ای آنکه از قدم و حدوث عالم سخن رانی! یکره بحلقهٔ آزادگان در آی، واین راز با یگانه بیان درمیان نه، تا دانی که عالم خود در خارج وجود ندارد. نوی و کهنگی درمیان چون تواند گنجید؟ همان ذات اقدس مقدس که صفات عین اوست و عالم از وی چون پرتو از مهر جدا نیست، در هر عالم از اعیان ثابته تا صور محشوره از خویش جلوه گستر است. نه آخر مقابل نور جز ظلمت و مقابل وجود جز عدم نیست؟ اگر حق هستی محض ست، و حقا که این اندیشه حق ست، ماسوی الله معدوم چون نبود؟

فرد

عقل در اثبات وحدت خیره میگردد چرا
هرچه جز هستی است هیچ و هرچه جز حق باطل است

چنانکه فروزهٔ فروزش را بر گوهر آفتاب فزونی نیست، صفات نیز جز ذات چیزی دیگر نمی تواند بود. تو و یزدان که فروزندهٔ مهر و ماه وطرازندهٔ شام و پگاه است، شبانگاه که ستارهٔ روز در نظر نیست همی توان گفت که خورشید مگر نیست، یا همی توانی دانست که زیر زمین است، و پرتو از جدائی گزین است. نی نی چشم بد دور و دیدهٔ خفاش کور، همان هور است و همان ظهور، همان لمعان و همان نور. بامدادان که مهر بر ذرات تابد و نگرنده در هر ذره تابشی و جنبشی جداگانه در یابد، حکم توانی کرد که پرتو از مهر گسسته است و با هر ذره پیوسته. هشدار که هستی ذره جز پندار نیست. هرچه هست تاب آفتاب است و بس. دریا را هر کجا روان بینی هر آئینه موج و حباب وکف و گرداب عیان بینی. آیا آن طراز صورت اصلی دریاست یا هر یک ازان پیکر در هستی و پیدائی با دریا انباز:

ع

دانی همه اوست ور ندانی همه اوست

اگر کلک بی پرواپوی که پیرو زبان بیهده گوی من است، از دائرهٔ ترجمهٔ عبارتیکه کار فرما بمن میفرستد برون رفت، امید که برمن

خرده نگیرند. گفتگوی خردی بود و هر نکته راه بجای داشت. لختی از دید و دریافت خویش نیز گفته آمد. مطلع غزل نظیری که در سخن با من همنفس است، عذر خواه دراز نفسیهای من بس است :

مطلع

سخن دوست گران بود فراوان کردم
جان به بیعانه بیارید که ارزان کردم

سپس از نقل سخن همیرود. پیداست که عقل در نقل نگنجد. در هر گونه گفتار خواهی از زبان بیگانگان رود، و خواهی بلسان شرع گفته شود، جز ترجمه نخواهم سرود، و پای خوان نویسی پیش نخواهم بود. خرده گیران را زبان پیغاره بر من دراز مباد. هر گروه را در چگونگی آفرینش گفتاریست جداگانه. حکما که جنش افلاک و انظار انجم را نقشبند این نگارخانه شمارند، و سپهر و روشنان سپهر را جاوید پای نگارند، آنسگالند که هرگاه کواکب ثابته که آهسته خرامانند یک دور آنجا مانند، جهان برهم خورد، و چرخ تیز گرد پیکرها و نمودارهای جهان آخشیجی را فرو برد. چون اجرام علویه که برفتار خاصهٔ خویش پیوسته در جولانند، و هیچگاه از رفتار باز نمانند، دوره از سر گیرند، از روی پیکر های خفته و نمودارهای نهفته پرده برگیرند.

باستانی کیشان هند که درین دیرین دیر از دیر باز در صورت پرستی سیه مستی میکنند مدت بقای عالم را بر چار دور نهاده. از انجا که دور را بزبان این گروه ''جگ،، خوانند هر چهار دور "ست جگ" و "تریتا" و "دواپر" و "کلجگ" نامیده اند، و گویند "ست جگ" خوشترین ادوار و نقش دلاویز مرقع روزگار است. زمانه تا هفده لک و بست و هشت هزار سال بدین نام نام آور ماند. زمانیان درین مدت فروهیده گفتار و پسندیده کردار باشند، و صد هزار سال عمر یابند. در تریتا که دو یمین دور است، روزگار تا دوازده لک و نود و شش هزار سال این نام گزینند، و عمر طبعی پرورش

یافتگان مهد این عهد ده هزار سال است. درین فرصت نیکی با بدی آمیزد. اما فروهیدگی را بر نکوهیدگی افزونی بود. دورهٔ سوم که درازی آن از هشت لک و شست و چار هزار سال بر نگذرد دواپر نام یابد. درین عرصه آدم از هزار سال بیش نزید، و زشتی بر خوبی و کاست بر راست چربد. پذیرندگان این دستور و نویسندگان این منشور آدم و نوح را از ته جرعه آشامان خمخانهٔ این دور شمرند. در کلجگ تا چهار لک و سی هزار سال گنبد گردنده بیک هنجار رود. مرگ در هنگامهٔ این هنگام مردم را افزونتر از صد سال امان ندهد. کیش و منش و گفت و کرد و دانش و خوی بر گردد. از نیکی نشان نماند. و از نیکان جز نام. اینک درینوقت که از هجرت شفیع‌الوری حضرت خاتم الانبیا علیه التحیته والثنا یکهزار و دو صد و شست و شش سال گذشته است بدانست آن فرقه از دور کلجگ چهار هزار و هفتصد و سی سال سپری گشته است.

دیگران سرایند که دادار دادگر نخست چار آخشیج آفرید و منش پنجم که بزبان اهل هند "اکاس" نامند بر پیدائی چار عنصر افزود. عوام از "آکاس" آسمان را خواهند، و فرزانگان این اندیشه را پذیرند، و گویند "اکاس" جز آسمان است؛ و ایزد آن را نه ازین منشها آفریده بلکه از چیز دیگر هستی بخشیده. سخن از سخن میخیزد. گروهی ازین انبوه آسمان را نابود انگارند، و هرچه نگرسته میشود آنرا باد پندارند. ستارگان را روانهای روشن یزدانیان شمرند که سپس هشتن تن بفرازگاه برآمده در کالبدهای نورانی درآمده اند. اندی هیچگاه ازان پایه نگسلند، و به فرودین نشیمن نگرایند. چندی را دگر باره درین پست لاد خرامش روی دهد. پایهٔ خویش فروگذارند؛ و به پیوند آخشیجی تن سر فرود آرند.

آفریدهٔ نخست "برهما" است که مظهر کامل صفات کاملهٔ یزدان تواناست. این شخص بدیع که گنجور گنجینهٔ ابداع تواند بود، بر روی غنودگان شاد خواب نیستی آب زد، وکران تاکران آفرینش را در نمود آورد. از آنمیان انسان را به سروری گزید، و کارسازی و هنرطرازی

موالید سه‌گانه بوی سپرد، تا با خویشتن درهم نیفتند، و راه گم نکنند، و هر یک از پایهٔ خویش برتری نتواند جست. این گروه را چهار انجمن کرد و هر انجمنی را نامی دیگر برنهاد. نخستین انبوه "برهمن" نام یافت و آئین خدا پرستی و ایزد پژوهی بدینان حوالت رفت. دو یمین رده را "چتری" خواند و سپاه آرائی و کشور کشائی و مرزبانی و قهرمانی مرایشان را ارزانی داشت. سیومین صف را "بیس" نامیدوبکشتن و درودن و رشتن و بافتن و اندوختن و فروختن گماشت. چارمین فرقه بنام "سودر" روشناس آمد. این مردم به پرستاری مرد و زن و پاکاری کوی و برزن فرمان یافتند.

همین کارفرما که تنها بر تن ها فرمانروا بود "بید" نام کتابی آشکار کرد، و بفرمانبران گفت که از سپهر فرود آمده است. همه به فروتنی پذیرفتند، و بنای دین و دولت و اساس نام و ننگ برآن نهادند. اینک هنود را همان کیش و همان آئین است.

بید خوانان برهما پرست را در درازی عمر برهما و کهنگی جهان بد انسان سخن گذرد که اندیشه اگر صد هزار پردهٔ راز درد راه بجای نبرد. هر چند آن شگرف کارگزار را عمر از صد سال زیاده نه دهند و هر سال را چون سنین قمریه متعارفه بر سی صد و شست روز اساس نهند، اما آه ازان روز و شب که درازی آن چندان بیفزایند که از سفیدهٔ صبح تا سیاهی شام و از سواد شب تا بیاض روز هزاران سال متعارف به طریق غیر متعارف بگرد رود. عقیده آنست که هزار برهما هستی گزیده، و هر یک ازان هزار برهما صد سال بدان روز های بی سر و بن و شبهای ناپیدا کنار درمیان مانده. همیدون نوبت دارائی برهمای هزار و یکم است که در عالم آثار به هرکار انباز چرخ و انجم است. یاد ندارم که در کدام کتاب دیده ام یا از که شنیده ام که امروز این عنقا همسایه هزار و یکمین فرمانده بلند پایه را از عمر عزیز سال نخستین و از سال نخست روز نخست و ازان روز دل افروز چاشتگاه است، تا آفتاب بوسط السماء رسد و هنگام نیمروز کی فراز آید!

باز نمود دانش و بنیش هنود سر آمد. وقت است که از نص وحدیث سخن بمیان آید. پرسندهٔ که از آفریدهٔ نخست نشان می جست بفرمودن کلام فرخ فرجام اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ نوری نه گهر بلکه اختر بجیب ریختند و همین یک توقیع وقیع در سه بار بطغرای فحوای اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللهُ رُوْحِی وَ اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللهُ العَقْلَ وَ اَوّلَ مَاخَلَقَ اللهُ القَلَم سه گونه طراز یافت. تفرقه معنی از میان این هر چهار توقیع بدین صورت بدر میتوان برد که پایه های یکتائی ذات واجب الوجود چهار است که ازان هر چهار به توحید ذاتی و صفاتی و افعالی و آثاری تعبیر کنند، و آن ذات یکتا را در گوهر خویش حقیقتی است. سرجوش شیون که هم شمع بزم گاه ظهور است، و هم چراغ خلوت کدهٔ بطون، همان نور وافرالسرور است که در آغاز طلوع نیر هر وحدت نامی دیگر یافته است. همانا آن هر چهار اسم را مسمی یکی است و آن حقیقت محمدی است علیه الصلواة والسلام. همچنین حدیث دیگر که اگر حدیث سابق را شاهد فرض کنیم این بمنزلهٔ زیور است نظر را فروغ و خرد را نیرو همی فزاید. چنانکه خداوند گار فرماید اَنَامِنْ نُوْرِ اللهِ وَالْخَلَقَ کُلُّهُم مِنْ نُوْرِی هم از روی آن پیشرو که بتازی مقدمه گویند، توفیق معنی چهار گونه توقیع را مقدمه قرار داده ایم، و هم از روی این رهبر که در عربی دلیل نامند، مفهوم حدیث دو یمین را دلیل گرفته ایم. چون مهرنیمروز پیداست که نخستی و برتری یعنی اولیت و اولویت جز خواجه را نیست. آفرین بر روان آن که گفت :

ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

درخشانی جوهر الفاظ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاکَ را نازم که در شبستان سویدای دل صد هزار شمع و چراغ افروخت تا هر کرا در سینه دلی است نه بشنیدن بلکه بدیدن دریابد که اینهمه آرایش بزم ایجاد از کجاست، و صدر نشین این انجمن کیست- مرغ سحر خوان خامهٔ نگارندهٔ این نامه بر شاخسار نعت بمناسبت مقام غزلی میسراید- پرده های چشم و گوش بدیدن و شنیدن چون اوراق گل رنگین باد :

غزل

حق جلوه گر ز طرز بیان محمد است
آری کلام حق بزبان محمد است

آئینه دار پرتو مهر ست ماهتاب
شان حق آشکار ز شان محمد است

تیرقضا هر آئینه در ترکش حق است
اما کشاد آن ز کمان محمد است

دانی اگر بمعنے ' لولاک ، وارسی
خود هرچه از حق ست از آن محمد است

هرکس قسم بدانچه عزیزست میخورد
سوگند کردگار بجان محمد است

واعظ حدیث سایهٔ طوبی فروگزار
کانیجا سخن ز سرو روان محمد است

بنگر دو نیمه گشتن ماه تمام را
کان نیمه جنبشی زبنان محمد است

در خود ز نقش مهر نبوت سخن رود
آن نیز نامور ز نشان محمد است

غالب ثنای خواجه بیزدان گذاشتم
کان ذات پاک مرتبه دان محمد است

یکی از راست گفتاران درست کردار از زبان وحی ترجمان خداوندگار روایت کند که فرمود کَانَ اللهُ مَعَهُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ غَیْرُهُ وَکَانَ عَرْشُهُ عَلَی الْمَاءِ وَکَتَبَ فِی الذِّکْرِ کُلَّ شَیٍ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ همانا رنگی که ازین آیهٔ وافی الهدایه رخشان است بر عارض حدیث وَهُوَ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ وَکَانَ عَرْشُهُ عَلَی الْمَاءِ گلگونه می نهد۔ پرده داران شاهد راز از فتح‌الباب آفرینش این نوا بدر کشیده اند که دران دم که دمان و زمان نبود، و هنگام و هنگامه وجود نداشت، ناگه ازان آب که عرش بران بود موجی خواست، و ازان موج در اوج بخاری سر بر زد، و کفی پدید آمد؛ و آن همه کفهای پدید آمده جائیکه اکنون کعبه معظمه در آنجاست فراهم گشت ۔ ازان بخار که نمود گرفت آسمان وجود گرفت، و ازان کفها که بهم پیوست زمین نقش بست۔ و هستی پذیرفتن گیتی در شش روز بدین شمار است که هستی بخش دوگیتی در یکشنبه و دو شنبه زمین گسترد؛ و بسه شنبه کوهسار افراخت، و چهار شنبه رخ ثابت و سیاره افروخت و پنجشنبه رستنی را دمیدن و چمیدن بخشید، و روز آدینه افلاک را بگردش اندر آورد۔

عبارت از استعارات گزیر ندارد۔ حق آنست که نه آب بلکه همان حقیقت محمدی بود که عرش را نگاه میداشت ؛ و بکلک موج آن همه نقوش بر صفحهٔ ظهور نگاشت، و نیروفزایندهٔ این سگالش است

آنچه ائمهٔ اخبار سرایند که نخست ذات یکتا فروزنده گوهری از خویش پدید آورد، و دران فراوان فروغ گوهر پرفر نگرست، گرمی نگاه ناز گوهر را بگداز آورد تا آب گشت و روان شد، و فراز آن عرش گسترده آمد. بالجمله چون این پیش طاقهای مقرنس ساختند، یعنی علم هویدائی افلاک افراختند، فراز چارمین سپهر از یاقوت احمر یا درة البیضا جایگاهی که زمینیان آنرا بیت‌المعمور دانند و آسمانیان صراح خوانند آفریدند. هر روز هفتاد هزار فرشته بدان همایون مقام آید، و یزدان را نماز برد و جبین به سجده فرساید. انبوهی فرشتگان و بسیاری سروشان را ازینجا اندازه میتوان گرفت که تا روز شمار رده رده و صف صف بدان شمار و هنجار که گفتیم بیایند و هیچ سروش را دران نیایش گاه دوباره اتفاق ورود نیفتد.

دیگر از پیدائی یافتگان برینی جهان سدرةالمنتهی است که بر سپهر هفتم جا دارد. شاخ و برگ و بارش بروایتی از نور و بروایتی از یاقوت احمرست. گویند درخت کنار است، و گویند نه ازین جنس است بلکه نخلی است که برگش همی بگوش پیل ماند.

دیگر لوح محفوظ است که از درةالبیضاست. صفحاتش از یاقوت احمر و رقمهای صفحات چون کشکهای پرتو آفتاب همه شید و سراسر فروغ. به درازا پانصد ساله راه، و به پهنا باندازهٔ آن دوری که از خاور است تا باختر. و جایگاه آن محاذی جبین مبین اسرافیل علیه‌السلام نشان دهند. چنانکه از حوادث کونی هرچه مشیت الهی به رو دادن آن تعلق گرفته باشد، چون بهنگامیکه از بهر آن هنگامه معین است بر لوح نمودار گردد، نخست آن سروش روشن هوش بنگرد، و پس بسروشان دیگر الهی بخشد، تا چنانکه فرمان است کار کنند، در خبر است که چون قلم سر و برگ هستی یافت فرمان شنید که هرچه از نخستین روز تا باز پسین روز در دوگیتی گذرد بر لوح رقم زند، و این گرانمایه فرمان بعبارت ' فاکتب ، بود. بندهٔ فرمان پذیر بسر دوید، و کران تا کران راز بر صفحه فرو ریخت. مگر چون نگارش

ساز کرده باشد بر دستگاه خویش زنا کرده باشد- یزدان خود بینی قلم نه پسندید، و فروریخته آنرا از روی لوح بیک اشاره پاک سترد، و بی آنکه جنبش قلم دران راه گرد انگیزد آن نقوش را همان نمایش ارزانی داشت، و باز محو ساخت' و باز بانگ بر قلم زد- گوئی این دوباره نوای ' فاکتب ، دور باشی بود که جگر گاه قلم را شگافت- هم ازین جا است که قلم بی شگاف مداد را به خود نمی پذیرد، و روائی وی بر ورق که نگارش باز بسته بدانسته صورت نمیگیرد- پنداری آیهٔ یَمْحُوْاللهُ ما یَشاءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهُ اُمُّ الْکِتابْ(۱) آفتابی است که این مقام افق شرقی آن جوهر نور گستر است' و دیده‌وران را حقیقت لوح محو و اثبات که لوحی دیگر است ورای لوح محفوظ هم ازین مقام در نظر است-

ازینجا سخن در چگونگی عرش میرود تا خود را بدین ذریعه سرفراز جاوید تواند کرد-

نظم

زهی نامور پایهٔ سرفراز — سراپردهٔ خلوتستان راز
سرشتهٔ نازش چون و چند — به پیوند هستی بدان پایه بند
دو گیتی نمایش زصبحش دمی — خود آن صبح را هر فلک شبنمی
ز ایزد پرستان بهر سر زمین — بود سجده آنجا چو سر بر زمین

گویند این فراز آباد که برتری را فرازش و بلندی را نازش باوست ، سقف بهشت هشتمین است- نشیندگان آن همایون نشیمن زمزمهٔ تسبیح و تهلیل سروشانی که عرش را بردوش و بسرمستی قرب صد گونه خروش دارند شنوند، و بدان گلبانگ ها نشاط ورزند- این ایزدی اورنگ را که نمایه از یاقوت درخشانست هفت هزار کنگر و از هر کنگر تا کنگر دیگر هفتصد ساله راه درمیان است- توانا سروشی

---

(۱) ۱۳ : ۳۹— مرتب

که هفت بازو داشت، و باندازهٔ هفت صد فرشته نیرو داشت، از یزدان خواست که گردد عرش گردد. خواهش پذیرفته شد، و خواهنده به پرواز آمد. هفت صد سال گردید، و راه بپایان نبرد. ستوه آمد، و یاری جست. پروردگار نیروی وی دوبالا کرد. هفت صد سال دگر بال زد، و طوف را انجام نتوانست داد، و فرو ماند، و در تاب و توان فزونی طلبید. ندا شنید که اگر هم بدنیگونه توانائی میفزوده باشیم و تا روز شمار گردش بکار رود، طواف تمام نشود. کرسی که وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ در شان اوست حکما از وی بفلک ثامن تعبیر کنند، و کواکب ثابته را در نفس این فلک مرتکز دانند. و صور شمالی و جنوبی و منطقه ازین سپهر فرا گیرند. و این سگالش بمضمون آیت فروزان رایت بیگانگی ندارد. لسان شرع بدین سخن فیض گستر است که سپهرهای هفتگانه درمیان کرسی، و کرسی با هرچه در آنست، در جوف عرش اعظم چون نقطه بدائره اندر است.

اکنون گاه آنست که سخن از آسمان بزمین فرود آید تا شگفتگیهای کارگاه خاک در نمود آید. چون زمین را چنانکه گفته آمد بر آب گستردند جنبشی دروی روی نمود. گوئی نتوانست بر آب ایستاد. کوهسارآفریدند. و تنش را به مسمار بر دوختند. آرامش خاک رنگ آن ریخت که سوبسو چشمه‌ها روان شد، و گوناگون رستنی سر از خاک بدر آورد، و رنگا رنگ داروگیاهان و روان پرور خورشها سامان پذیرفت :

فرد

چاره در سنگ و گیاه و رنج با جاندار بود
پیش ازان کان در رسد این را مهیا کرده ای

مائده آراستند و خوان گستردند، و تا ازان مائده فائده برند و ازان خوان نان خورند، معدومات را هستی دادند، و بران مائده صلا زدند.

---

(۱) ۸۵ : ۱ — مرتب

گوئی نخست روزی و سپس روزی خوار آوردند- از مرغ و ماهی و جن و انس بیشمار نوع و بیمر جنس گرد آمد- توانا دادار دادگر هرگاه از آمیزهٔ چار عنصر پیکرها ساخت، و دران پیکر روانها دمید، درین نوع خاص که آدم نام اوست خاک بر سه اخشیج دیگر بیشی گرفت، و پارهٔ فزونتر از سه جزو دیگر آمیخته شد- ناگزیر آدم را خاکی نهاد گفتند-

نشگفت که آفرینش های دگر باشد به افزونی آب و بیشی آتش و بسیاری باد- ازان میانه یکی بنی جان ست که مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اَلَّالِیَعْبُدُوْنِ(۱) از وجود آن نوع گواهی دهد- ازان روکه در پیکر این نوع جزو ناری از اجزای دیگر بیش است جن را آتشی نژاد خواندند- کوتاهی سخن آتشی نژادان را در قلمرو خاک فرومانده ساختند و یکی را ازین گروه که جان نام داشت و نامهای دگر نیز مثل وسوما و ابو عیسی و طار طوس بر گزارند سری و برتری دادند- ازان جاکه شیوهٔ آتش سرکشی است زود نه دیر از فرمان آمیغی داور گردن پیچید- سرکشان را سخت گرفتند و بزندان زمهریر که آتشین پیکران را دوزخ همان تواند بود باز داشتند- اما عذر طلبان و پوزش آوران را به آئینی تازه راه نمودند، و جلبائیس نامی را از نکو کاران آن زمره منشور سلطانی و فرتاب قهرمانی بخشیدند- دگر باره در رگ خون گرفتگان خون جوش زد- چون شعله سر کشیدند، و بگرمی رفتاریکه در بیراهه روی داشتند دود از نهاد خاک بر آوردند- فرشتگان کار گزار بفرمان کردگار از قطره زدن آب بر آتش ریختند تا فرو نشست- این بار بلقیا نام پسندیده منشی جهانبانی یافت، و جا گرم نا کرده به شراره فشانی برخاست- سرهنگان بارگاه جلال بدائرهٔ خاک روی آوردند- برنا و پیر را زدند و کشتند، و نارسیدگان را به بند اندر آورده بریسمان بر آسمان بردند-

---

(۱) ۵۱ : ۵۶—مرتب

تیز هوش کودکی عزازیل نام ازان گرفتاران نکوهیده فرجام برسپهر مینا فام به نیایشگری کمر بست ، و یزدان را آ نمایه پرستید که بسراپردهٔ قرب جا یافت، و سروشان را آموزگار آمد- مگر ایشان را بروی زمین باز باد پندار در سر افتاد- باهمدگر آویختند و فتنه انگیختند- معلم الملکوت که هم ازان قوم بود گوشمال قوم بعهدهٔ خویش گرفت و سپهبدانه با سپاهی از فرشتگان راه زمین پیش گرفت- پس از ورود درین قلمرو یکی را پیش سرکشان فرستاد تا آشتی پدید آید ، و ستیز و آویز روی ننماید- تبه رایان اندرز نپذیرفتند، و در یکبار دو ایلچی را که پی هم قدم بر نقش قدم رسیده بودند کشتند ، و از بهر صلح جانگذاشتند- فرستادهٔ سومین که یوسف ابن تاسف نام داشت بگریز از چنگ بدخواهان بدر جست، و فرستنده را از گمراهی و شوریده سری آن روز برگشتگان و در تیه عصیان سرگشتگان آگهی داد- چون آشتی صورت نداشت ' و هر آئینه جنگ همی بایست کرد از یزدان والا هم رخصت خواسته آمد و هم همت، خداوند بیدریغ بخش نه تنها رخصت و همت بلکه فتح و نصرت نیز بخشید- بدین پیروزی پندار فزونی گرفت ، و چنان در دل فرود آمد که ایزد را در آفریدگان از من فرزانه تری و فرهمندتری نیست، تا نهال این اندیشه چه بر دهد و کار بکجا انجامد- همانا فرشتهٔ چند را از روی خطوط لوح محفوظ که چون خطوط شعاع شمس روشن بودی ، چنان در نظر جلوه کرد که درین نزدیکی یکی را از نزدیکان پیشگاه عز و ناز بخواری همیرانند ، و بگرانباری طوق لعنت ابدی بر خاک همی نشانند- غمگین گشتند و غم دل به آموزگار باز گفتند ، و دربارهٔ خویش دعا خواستند- گفت ایها القوم! دیر است که من این نقوش می نگرم و آسان می شمرم- یزدان را آفریدگان بسیار و پنهان از چشم ما و شما در جهانهای دیگر سرگرم کار اند، تا ازان میانه در خور نفرین که باشد و زبانهٔ خشم خداوند کرا سوزد- شمارا چه باک و مرا چه پروا- برین نکوهیده سرشت صد هزار نفرین که بشادی آن پیروزی سپاس ادا نکرد و از نهیب این سرزنش پروا نکرد-

هم ازینجا گفتار بحکایت آدم می پیوندد که ناگاه کوس خلافتش بنوای هوش فزای اِنّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً(۱) بر بام آسمان بلند آوازه شد۔ فرشتگان را در امر خلافت از روی خلاف سخنها رفت و بزمزمهٔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَاءَ وَ نَحنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ خروش بر داشتند (۲) تا آنکه گفتار قهر آثار اِنِّی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(۳) مهر خموشی بر دهان گستاخ نوایان نهاد، جز عزازیل که در کجروی قدم استوار داشت۔ همگنان پوزش پیش آوردند، و بفروتنی نیایش ساز کردند۔ نگارندهٔ این نو آئین‌نامه در روان داشتن خامه گرمی آن کهن هنگامه را بیش ازین تاب نیاورد۔ هر بیدار دل دیده ور که خواهد بسراپای آن رویداد گذرد نخستین مجلد ترجمهٔ عجائب القصص که فراهم آوردهٔ کلک معجز نگار ارسطو جاهی، دانش و داد دستگاهی، نواب احسن الاسم، حضرت احترام الدوله بهادر است بنگرد۔

---

(۱) ۲ : ۳۰— مرتب

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

نشان هستی آدم

رازدانان آفرینش بران رفته اند که چون به جبرئیل امین فرمان رفت که مشت خاکی از زمین فراچنگ آرد تا خمیر مایهٔ کالبد آدم و منشای پیدائی خلیفهٔ اعظم تواند بود، سروشان سالار، فرمان بر تیز رفتار از گنبد دوار بدین تازه مرغزار آمد. چون خواست که خواهش را روائی و خاک را مالش بزور آزمائی دهد، خاک وسوسه ناک بدان سوز درون فغان برآورد که گرد از زمین و دود از آسمان برآورد. آئینهٔ رازش را جوهر و پردهٔ سازش را آهنگ این که سرکشی‌های آتشی پیکران و وزیدن تند باد خشم ایزدی بران آشفته سران نه عبرت آور نهیبی است که چون خواهند از من پیکری بر بندند. لرزه هفت اندام مرا از هم نکشاید، حاشاکه به آفریدن آدم از خویش بخشنودی تن در دهم. من از بلند پایگی در گذشتم. تو نیز مرا درین پستی بگذار، و از من که خاکم و بخواری خرسند، دست بردار. فرخ سروش پوزش نیوش بران دل بدرد آور خروش بخشود، و از گناه های ناکرده ترسیدنش را دست آویز آمرزش انگاشته نیایشگری خاک پیش یزدان پاک عرضه داشت. عجز پزیرفته نشد، و گوش تاب آن مصلحت ناشناس به عزرائیل حوالت رفت تا رفت، و کف خاکی از همهٔ زمین گرد آورد، و درمیان مکه و طائف نهاد. ازان کف خاک پس ازان که روزگاری دراز از تراوش باران رحمت نم خورد، و اجزای پراگندهٔ وی ازان نمناکی بهم خورد، پیکری چنان که من و تو داریم آراستند، وچهل سال هم بدان نموداری بپایهٔ گلابه نگاه داشتند. گروها گروه فرشتگان ازان راه میگذشتند، و بران پیکر خرد فریب نظر می گماشتند. همه را دل نشین آنکه چون درین نمودار روان دمیده آید، از بهر خلافت

برگزیده آید. ناگاه گاه آن فروزش فراز آمد. روزیکه اکنون ازان روز به دهم محرم تعبیر رود دران کالبد روان فرو فرستادند. دمیدن روان در اجزای پیکر همان بود و گوشت و پوست و ناخن و استخوان نقش بستن همان. همانا داغ و دلی و جگری بدرون آن ایزدی طلسم از پیش ساخته باشند تا روان را دران نهانخانه سه نشیمن جداگانه فراز آید، که دران سه جا به نفسانی و حیوانی و نباتی نام پرواز آید. پیکر روان یافته و از دل و دماغ نشان یافته بود عطسه زد. الحمد لله رب العالمین گفت وهم از رب العالمین که ارحم الراحمین است يَرْحَمُكَ رَبُّكَ پاسخ شنود. پس از آموختن اسامی ذات، و افروختن نظر بجلوه شئون و صفات، آدم نام یافت، و بفرمان آفریدگار در بهشت آرام یافت. همدران خجسته آرامشگاه حوا را از پهلوی چپ آدم بر آوردند و به ترانهٔ يَا آدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ(۱) اندوه از دل بدر بردند.

چون فرشتگان را فرمان چنان بود که آدم را نماز برندو پیشش سر بسجده فرود آورند همه فرمان خداوند بنده وار پذیرفتند، و بندهٔ برگزیدهٔ خداوند را آفرین گفتند مگر اهرمن که از حلقهٔ فرمانبران بدر زد و از سجدهٔ آدم سر بر زد. ناگزیر به بند خشم خدای والا گرفتار آمد و گردنش بطوق لعنت سزاوار آمد. دلش ازان طلسم آب و گل گرفت و کینهٔ آدم خاکی نهاد در دل گرفت. آرامش آدم در بهشت عنبر سرشت فارغ از تفرقه پردازی چرخ و انجم، و انجامش آن عز و ناز بخوردن دانهٔ گندم همیدانست، و نمیدانست که چون کند تا بی پدر و مادر زادهٔ ناز پرورده را از خانه بیرون کند. بهشت را بروی وی دربسته بودند و او از هر سو رخنه همی جست تا به کار آدم آدم اندازد. فرجام کار برهنمائی طاؤس و همپائی مار به مینو در آمد. حوا را بسخنهای دلاویز فریفت تا گندم خورد، و ذوق آنرا بدان ادا به آدم باز گفت که خود را از خوردن گندم نگاه نتوانست

---

(۱) ۲ : ۳۵—مرتب

داشت. هنوز گندم از گلو بشکم فرو نرفته بود که حلهٔ بهشت همچون کتان که به پرتو ماه از هم پاشد، بی آنکه دریده باشد بر تن هر یک چاک شد و برگهای گل پژمرده مانا در دم فرو ریخت. دانی که چه مایه زهراب غم بی برگی نوشیده باشند که شرمگاه به برگ درخت انجیر پوشیده باشند. پس ازان که بدینگونه رخت آتش کردند بدان زودی از بالا بزیر افتادند که آدم تا برخود جنبد و سنجد که چه افتاد، خود را فراز کوه سراندیپ یافت، و حواء را پیش ازان که فرا رسد که چه رویداد، در جده پای بر زمین آمد.

بروایتی سه صد سال نامرادنه در جهان زیسته اند و از درد دوری یکدگر گریسته اند. سرهنگان قدسی بارگاه بفرمان آمیغی شهنشاه بهر دلجوئی آدم بیت المعور را بر نشان گاه کعبه از آسمان بزمین آورده اند، و آن رهرو دشت ناکامی را مناسک حج تلقین کرده اند. گویند آدم چهل بار از کوه سراندیپ تا مرز یثرب پیاده ره سپرده و آن گرامی نیایشگاه را طواف بجای آورده است. سخن گزاران قامت آدم بدرازی شست گز نشان میدهند و دوری میانهٔ هر دو گام در رهروی گروهی پنجاه فرسنگ و جمعی سه شبا روزه راه مینهند. ابوالبشر یکهزار سال عمر یافته، و بست پسر و نوزده دختر که نتائج این سی و نه تن به چهل هزار تن میرسید، پس از خویش در گیتی گذاشته است.

بهم پیوستن آدم و حوا بعد از سی صد ساله یا دو صد ساله جدای در عرفات رویداد. و پیکر پذیرفتن دلربا پسران و نازنین دختران چنانکه گفته آمد همدران جا اتفاق افتاد. آئین چنان بود که حوا در هر بار یک پسر و یک دختر توام زادی و آدم دختر توام یکی را درکنار پسر توام دیگری نهادی. حکایت پدید آمدن پرخاش میانهٔ قابیل و هابیل که پارسیان آنان را جلمیس و تامیس نامند، و کشته شدن هابیل بردست قابیل برهنمونی اهرمن هم ازین مقام میخیزد.

شمارهٔ آسمانی نامه ها که بر آدم از یزدان والا فرود آمد، و همه بخرد های منشی و سود و زیان داروگیا ها و رام کردن

دیو پری آموده بود، بروایتی چهل ست و بروایتی بیست. و یک هنگام بازگشت به آغاز جا دوده و تخمهٔ خود را گرد آورد و مهین پور خویش را که شیث نام داشت به جانشینی خوشیتن گماشت، و او را بفرمان دهی و دیگران را بفرمانبری فرمان داد، و ازین کهن سرا که دران روزگار نو بود در گذشت. و جهان بجهان جویان گذاشت. حوا پس از آدم اندی گویند یکسال و چندی سرایند هفت سال زیست، و به پهلوی مزار آدم بازپسین خواب گاه یافت. اما اندرین باره که مزار حضرت صفی الله کجاست فراوان سخنهاست. جاعتی در سراندیپ دانند و فرقه در کوه ابوقبیس گمان کنند، و باز نمود گروهی آنست که نوح استخوانهای کالبدش در کشتی با خویش آورد. چون خاک آب طوفان را فرو برد و زمین خرامشگاه کشتی نشینان شد، بزمین فرخی آئین بیت المقدس یا به مرز فراوان ارز نجف اشرف بخاک سپرد.

فرزانهٔ یگانه شیث ابن آدم علیه السلام که بزبان سریانی اوریای اول نام دارد، نام آوری بود خرد اندوز دانش آموز، گونه گون خردهای ارجمند و کنش‌های خرد پسند پدید آورد. از راز سپهر و ستاره سخن راند. چون بیت المعمور را بعد جامه گذاشتن آدم بسپهر بردند این گرانمایه مرد یزدان دوست همدران مقام خانه از سنگ و گل ساخت تا محراب طاعت خدا پرستان آن عهد تواند بود. بقولی نهصد و دوازده سال و بقولی هفت صد و بست سال در جهان ماند. گفته اند که آخشیجی پیکر شیث را خاک شارستان اوده مدفن است. گفتار های دلنشین اوست که هیچ جرعه تلخ تر ازمرگ نیست و ناچار همی باید چشید. هیچ جامه زشت تر از کفن نیست و ناگزیر همی باید پوشید. هیچ راه سخت تر از گذرگاه گور نیست و هر آئینه همی باید رفت.

انوش ابن شیث بعد از پدر وساده آرای و فرودستان را کار فرمائی آمد. گویند بزبان سریانی راست گوی را انوش گویند. و گویند مادر نوش حوری بود از حوران فردوس که آفریننده حور و فردوس آنرا به شیث

بخشیده بود۔ فرجام والا خردی و فرهنگ تیز هوشی داشت، و در روای فرمان و افزونی شکوه سخت کوشی داشت۔ نخل خرما که ثمرش سراپا نوش است پدید آورده و دست نشان انوش است۔ میفرماید هر کرا فرۂ ایزدی روی نماید در وی این منش های فروهیده فراهم آید: یزدان را به یگانگی و فرشتگان سپهری و سروشان زمینی را بفرزانگی شناختن، در هر کار اندازۂ نیکی و بدی نگاهداشتن، شاهان دانشور دادگر را بدانش و داد فرمان بردن، بحق گزاری پدر و مادر بنده وار روی آوردن، با دوستان در مهر وزری دل با زبان یکی کردن، غم بے نوایان و اندوه تهیدستان خوردن، بهنگام فرخی و فراخی یزدان را سپاس گزاردن، در سختی و تنگدستی جوان مردانه شکیب ورزیدن ، گفتار را از راستی پیرایه دادن، کرار را بدرستی پیراستن، به داد ستمزدگان رسیدن، از سر و برگ هستی که سرمایۂ مستی است باندک خشنود بودن، از هر چه نه خوشنودی خداوند در آنست دوری جستن، بروی رهروان از راه نوازش در کشادن، گدایان را به بخشش صلا زدن، وقت ذبح جاندار جان آفرین را به بزرگی نام بردن و بجان آفرینی ستودن۔ عمر این معنوی آموزگار بقول یهود و نصارا نهصد و شست و سه سال و بدانست ابن جوزی (۱) نهصد و پنجاه سال و بعقیدۂ قاضی بیضا (۲) ششصد سال و بروایت یکی از روات نهصد و دوازده سال است۔

---

(۱) ابوالفرج عبدالرحمن ابن علی الحنبلی الجوزی چھٹی/بارھویں صدی کا مشہور عالم ہے۔ واسط میں پیدا ھوا۔ ۸۷ مختلف شیوخ سے تعلیم حاصل کی ۔ پچاس سال تک وعظ و تذکیر و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، طب، تاریخ اور جغرافیہ کے موضوعات پر تقریباً ایک سو کتابیں تصنیف کیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور سے مشہور ھیں :
المنتظم فی تاریخ الامم، صفوۃ الصفوہ، (ابو نعیم اصفہانی کی کتاب ۔ حلیۃ الاولیا کا ملخص) اخبار الاذکیا ، تاریخ الخمیس—مرتب

(۲) ابو الخیر ناصر الدین عبداللہ ابو سعید بیضاوی فارس کے مقام بیضا کا رہنے والا تھا۔ شیراز میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر متمکن رھا۔ قاضی (دیکھئے صفحہ ۵۴)

پس از انوش قینان ابن انوش جای پدر گرفت۔ روشن درون، بیداربخت، همایون خوی کسی بود۔ اسم سامیش لفظی است که آنرا ترجمۂ لفظ غالب توان گفت۔ ساختن باغ و بستان و افراختن کاخ و ایوان از آثار رای جهان آرای اوست۔ بروزگار سروری این ستوده آئین در خور آفرین آفرینش بر مردم بیشی گرفت و آفریدگان انبوه شدند۔ ناگزیر خود با گروهی از گرانمایگان تخمۂ شیث در مرزبوم بابل آرامش گزید۔ و دیگران را بزیرکی و کارروانی در گیتی پهن کرد۔ علی اختلاف الرواتین نهصد و سی و شش سال یا شش صد و چهل سال لوای کامرانی افراشت ۔ پایان کار از جهان ناپائدار گذشت۔

مهلائیل در زبان آن عهد مفعول مدح است بمعنی ممدوح۔ این ستوده مرد فرخنده بخت در سر زمین بابل که پدرش از بهر ماند و بود پسندیده بود دلکشا شهری ساخت و آنرا سوس نام نهاد۔ بروایت طبری(۱) نهصد و بیست سال یا هشت صد و چهل سال زیست و فرزند فرهمند خویشتن یرد ابن مهلائیل را بگذارش اندرزهای آگهی فزا گنجور گنج راز ساخت، و کلید کارخانۂ خسروی بوی سپرده خود حلقه بر در نیستی زد۔

بیضاوی کا شمار اسلام کے عظیم فقہا اور مفسرین میں ہوتا ہے۔ مشہور عربی تصانیف اسرار التنزیل، طوالع الانوار اور منہاج الوصول ہیں۔ ان کے علاوہ اس نے فارسی زبان میں نظام التواریخ کے نام سے تاریخ کی ایک مختصر کتاب لکھی ہے—**مرتب**

(۱) ابو جعفر محمد بن جریر (م-۳۱۰/۹۲۲) ممتاز اسلامی مورخین و فقہا میں سے ہے ۔ طبرستان کا رہنے والا تھا ۔ کسب علوم کے لئے بصرہ، کوفہ، مصر اور شام کا سفر کیا اور بالاخر بغداد میں اقامت گزین ہوا ۔ مورخین اسے صاحب اجتہاد کہتے ہیں ۔ اس کی تصانیف میں جامع البیان فی تفسیر القرآن معروف بہ تفسیر کبیر، اختلاف الفقہا اور تاریخ الرسل والملوک شامل ہیں—**مرتب**

این ایزدی کارگزار یعنی یرد بختیار رسمهای خجستهٔ نیاگان بر پای داشت. بلکه آنپایه در دانش و داد افزود که پنداری از گذشتگان قدم پیش گذاشت. جویها از رودهای بزرگ برید تا بر کشت و باغ و بیشه و راغ گذرد، هم رستنی را نیرو بخشد وهم رهروان جگرتشنه را روان پرورد. در نهصد و شست و دو سالگی یا در نهصد و هفت سالگی دل از جهان بر کند.

خاتم شاهی و شاه نشانی را نام نامی اخنوخ نقش نگین شد. همانا آن جهان دانش قهرمان روی زمین شد که این نه ورق درهم پیچیده را نورد از هم کشاد، و از هر پرده خبری باز داد. هر گونه دانشی که آنرا جواهر سرمهٔ چشم بینش دانند، و هر گونه بینشی که آن را چراغ راه دانش گردانند پدید آوردهٔ این دانشمند بینش ور است. ازان میانه جامه دوختن و نامه نبشتن که اکنون صنعتی و حرفتی بیش نیست، هم از مخترعات این فرزانهٔ هنر گستر است. مردم را به هفتاد و دو زبان که یکی از آنها یونانی است گویائی آموخت، و صد شهر که کوچک ترین آنها ارها است اساس نهاد. گوئی راز دل خاک بدان صورت آشکار کرد. نی نی آرزوهای دیرینهٔ زمین بود که بدینسان بر آورد. چون به نیروی پیش‌بینی خرد بواقعهٔ طوفان فرا رسیده بود، و همی دانست که جهان را کران تا کران آب فروگیرد، سویدن نامی را که در هنر آموختگان و بهر اندوختگان بیشی دانش و فزونی هوش داشت بدان گماشت که به مصر رفت، و دو گنبد که بروی زمین نمونهٔ گردون تواند بود طرح انداخت، و دانش نامه ها در آن نهاد. گویند که آن هر دو گنبد که در سال یک هزار و دو صد و چهل هبوطی پیدائی پذیرفت بسیلاب طوفان از جا نرفت و هنوز از هستی نشان مند و نامش به اهرام مصر در جهان بلند است. سخن کوتاه، رسائی دانش و روائی نقد هنر را بدان پایه برد که در آسمانیان ادریس نام یافت و زمینیان هرمس الهرامسه نامیدند. حکیم اسقلینوس الهی نیز پرورش یافته و آموختهٔ این آموزگار است. انجام کار از روی شگفت آور ماجرای که میانهٔوی و عزرائیل رفت، و من که نگارندهٔ این نامه ام باز

نمود آن ماجرا را بدیدن نامه های پیشین حوالت میکنم، از مرگ امان یافت. همانا بفروغ فرهٔ دانش که آب حیات انسانی است زندگی جاودان یافت. بروایتی یک صد و پنجاه سال و بقولی یک صد و بیست سال براهنمائی و آگهی فزائی پرداخت. و چون سی صد و شست یا سی صد و پنج یا چهار صد و پنج یا سی صد و شست و هشت سال درین دائره آبخورد کرد، در سال یکهزار و چهار صد و شست و هفت هبوطی بفراز گاه روی آورد. خجسته کیشانی که ازوی دانش و داد همی آموختند یکسره بداغ جانگداز جدائی سوختند.

ازان همه یکی را غم دل آنچنان تنگ گرفت که ترک خورد و خواب و نام و ننگ گرفت. نه بروز آسودی و نه بشب غنودی. نیک مرد سادهٔ دلداده که درودگری همی دانست و صورت ادریس در نظر داشت پیکری بصورت ادریس از چوب ساخت، و نهانی بدان تندیسه عشق همی باخت. زاویه را از زوایای خانه چنان وا نمود که پرستش گاه است، و آن پیکر چوبین را دران زاویه نگاه داشت. هر گاه آرزوی دیدن روی ادریس بر دل زور آوردی، تنها بدان حجره رفتی و در از درون فرو بستی، و پیکر و دست را در آغوش گرفتی، و درد دل با وی گفتی. چون برون آمدی قفل بر در زدی، و کلید در جیب نهفتی. خوش گفت آنکه گفت:

مصرع

به لیلی هر چه ماند عین لیلی ست

چون این ستم زده که نه صورت پرست بلکه از می محبت مست بود بمرد، اهرمن که ابلیس و عزازیل و شیطان نیز اوست از کمین بدر آمد، و غم گسارانه بحلقهٔ ماتمیان در آمد. مرده را به رازدانی ادریس و شناساوری کیش و فروغ گستری فرهنگ ستود، و از راز آن کلبهٔ در بستهٔ قفل بر در زده پژوهش نمود. گفتند نیایش خانهٔ اوست. گفت

"هان بکشائید و خاک این حجره توتیای چشم جهان بین کنید"۔ در کشودند و تمثال را دیدند و بیکدگر نمودند۔ ابلیس، که بر وی از جهان آفرین نفرین باد، قوم را بدان فریفت که ادریس این تمثال را می پرستید، و آن دانشهای سود مند که شمارا همی آموخت هم ازین پیکر بی جان فرا گرفت، و هم از نیروی کشش نهانی این پیکراست که باتن خاکی از زمین گسست، و به سپهر پیوست۔ این آزاده مرد که در ماتم اوئید آداب پیکر پرستی از ادریس آموخته بود۔ چون شما را در بلندی پایۂ خویش انباز نخواست این راز بر شما نکشود۔

سخن از سخن میخیزد۔ گوخامه بیراهه روباش، و سخن از جای دگر درمیان آور۔ هنگامیکه نمرود مردود بندگی فرامش کرد، و پشه مغز سر شوریدۂ وی خورد، و ابراهیم را در آتش انداخت و موی بر تن هما یونش نسوخت، بینندگان بشگفت زار فتادند۔ فریبندۂ بهانه جوی همانا همان اهرمن زشت خوی بصورت دلفریب روشناس خلق شد، و در سویدای دل بیخردان افگند که آذر بدین روشنی و تابناکی فروغ ایزدیست، و خاکش بدهن که گفت ابراهیم این آذر را می پرستید' و این جوهر فروغ آمود پر فر پرستندۂ خویش را هم درین جهان و هم در آن جهان نمی سوزد۔ ابلهان بگفتار بی سر و بن او دل نهادند، و گرامی بود و بزرگداشت آتش پیشه گشت تا آنکه نیرنگ سازی و جادوگری زردشت نام هنر پروری بروزگار جهانداری گشتاسپ از پرده برون آمد و زند و اوستا (۱) آورد، و مردم را سوی خود خواندی،

---

(۱) زند و اوستا کو اسلامی دور میں ایک کتاب سمجھا گیا ہے۔ دراصل یہ دو مختلف کتابیں ہیں۔ دین زردشت کے پیرو اوستا (پہلوی اپستاک' اوستاک) کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں۔ جس کے نزول کا سلسلہ ان کی نظر میں زر دشت پر اوستا کے جزو اول گاتھا سے شروع ہوا اور زردشت کے بعد صدیوں تک جاری رہا۔ زند اس کی تفسیر کا نام ہے۔

ابتدا میں اوستا ۸۱۵ فصلوں پر مشتمل تھی جنہیں ۲۱ جلدوں یا فصلوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دینکرد میں جو شریعت زر دشت پر پہلوی (دیکھئے صفحہ ۵۸)

و گفتی که من فرستادهٔ یزدانم، و یزدان آفریدگان خود بپرستیدن آتش فرمان داده است، و زندکه قانون احکام آتش پرستی ست برمن از سپهر فرو فرستاد :

ع

تَعالیٰ شَانَہٗ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ

ناگزیر آتش پرستی کیش شد۔ گروہا گروہ مردم بدان کیش در آمدند۔ این حکایت خود انموذجی است از خصمی دیو با بنی آدم کہ اگرچہ نہ بجای خود بود تقریباً بزبان قلم رفت۔ اکنون ازین ہرزہ

زبان میں نہایت اہم کتاب ہے اور ۳/۹ ویں صدی میں اسلامی دور میں مرتب ہوئی لکھا ہے کہ سکندر اعظم (۳۳۶-۳۲۳ق م) نے اصطخر (Persepolis) پر قبضہ کرنے (۳۳۰-ق م) کے بعد اوستا کے اہم علمی مسائل کا ترجمہ کرا کے انہیں یونان بھجوا دیا اور باق کتاب کو نذر آتش کر دیا۔ پوری کتاب گائے کی بارہ ہزار کھالوں پر لکھی ہوئی تھی۔ دار مستتر کا خیال ہے کہ پارتھی حکمران ولخش اول (۵۱-۷۸ء) نے سب سے پہلے اوستا کی تدوین کی طرف توجہ دی۔ مگر اندریس کی نظر میں وندیداد کی تدوین مہر داد اول(۱۷۴-۱۳۶-ق م)کے زمانے میں شروع ہو چکی تھی۔ کرستن سن کے خیال میں پوری وندیداد پارتھی یا اشکانی عہد (۲۵۰-ق م-۲۲۷ء) میں مرتب ہوئی ہے ساسانی دور (۲۲۷-۶۵۱ء) میں جب مذہب و سیاست کو یکجا کیا گیا تو اوستا کی ترتیب وتدوین کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ شاپور دوم (۳۱۰-۳۸۰ء) کے زمانے میں آذر باد مارسپندان نے جسے عرب مورخین زردشت ثانی کے نام سے یاد کرتے ہیں خوردہ اوستا تصنیف کی۔ دینکرد میں اوستا کو تین حصوں یعنی گاسانیک، ہاتک مانسریک اور داتیک میں تقسیم کیا گیا ہے بعد میں کتاب کی ترتیب بدل گئی۔ اس وقت اس کے پانچ حصے ہیں جو یسنا، ویسپرد، وندیداد، یشت اور خوردہ اوستا پر مشتمل ہیں۔ اوستا جس زبان میں لکھی گئی ہے اسے زبان اوستا یا اوستائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں اور ہخامنشی دور (۵۵۰-۳۳۰-ق م) کی زبان فارسی باستان (Old Persian) میں گہری مماثات ہے—مرتب

نوائی میگذرم و سر رشتهٔ سخن از جائیکه فروهشته ام باز بچنگ همی آورم۔

ادریسیان فریب ابلیس خوردند۔ سود خویش در زیان خویش پنداشته بصورت پرستی روی آوردند۔ هر یکی پیکر از چوب و سنگ تراشیده قبلهٔ خود ساخت۔ لا جرم بت بندگی و وثن پرستی روائی گرفت و دین و دولت و کیش و ملت بهم خورد۔ بنی آدم را دستان طراز و شعبده باز دشمنی در کمین است۔ گروهی را بدان صورت از راه برد، و انبوهی را بدین هنجار به آتش سپرد۔ یزدان مارا وهم آئینان ما را از شعبدهٔ دوستان دیو سراپا رنگ و ریو نگاه دارد۔ دگر باره از بلندی شبگیر ادریس سخن همی رود۔ بوکه افسانهٔ هاروت و ماروت درین نورد گفته شود، دستوری یافتن این فروهیده فرهنگ به آرامش جاودانه در مینو قدسیان را بدین ترانه در خروش آورد که آدم با آنکه برینی گهر و آزادهٔ بی مادر و بی پدر بود، و آنگاه دریدن چاک گندم بگریبان ناموس همی دانست، بازدارش خویش از گندم که با میوه های بهشت بدو جو نیرزد نتوانست، تا از ادریس که مراین را از آمیزش خونابهٔ مرد و زن آفریده اند، و بروی زمین ناف بریده اندچه آید، و درین جایگاه جاودان چون پاید۔ خرم بهشت جای آزادان است، نه مقام خاکی نهادان۔ یزدان این اندیشه را نه پسندید، و خواست که این پیغاره که بر آدم بیچاره زده اند هم بسوی خودبینان بر گرداند۔ به نوای که نه از زبان خیزد خطاب کرد که: ای بآزادی خویش نازندگان و به پندار فرازش گردن فرازندگان! عالم صورت را نه بدان رنگ و بوی آفریده ایم که سروشان را دل از کف نبرد، و در جوهر خاک نه آن کرشمه نهفته ایم که رهروان را پای نه لغزد۔ اینک گوی واینک میدان۔ گرانمایهٔ چند از خویش برگزینید تا توقیع دارائی خطهٔ خاک بنام آنان نویسیم و بجهان رنگ و بو فرستیم۔ فرشتگان قرعهٔ فال بنام سه فرزانهٔ یگانه زدند۔ خواهش پذیرفته آمد، و

فرمان رفت که فرو روند و گیتی را فرمانروا شوند. فرهنگ فرمانروائی و آئین گیتی آرائی این است که بیگناه را خون نریزند، و با زن شوهر وار نیامیزند، و از بادهٔ هوش ربا پرهیزند. گماشتگان اندرز پزیرفتند، و پیمان بستند که جز راستی و درستی کارنکنیم، و این سه کار نکوهیده زنهار نکنیم. باری یکچند بدانسانکه همی بایست فرهنگ ورزیدند و داد گستردند. بربست آن بود که بروز در گیتی کار کردندی و شام گاه ببال توانائی اسم اعظم ببام آسمان بر آمدندی. و نیز بهنگام نزول درین دیر خراب منش های آدمی از خشم و کام و آز و آرزو در نهاد می یافتند. و چون بفراز آباد گرایش رفتی آن همه نقوش از صفحهٔ پندار سترده میشد. یکی را ازان سه روشنگهر درین کار ملال رویداد. رستگاری جست و دیگر بخاک بازی فرود نیامد. آن دو آزاده که هاروت و ماروت نام داشتند همچنان گرفتار آز و آرزو ماندند، مگر روزی زهره نام پری پیکر زنی بادائی که گوئی در ستایش وی گفته اند:

ع

خود میکند خرام و خود از دست میرود

نزد هاروت آمد، و از ناسازی و دل آزاری شوی داد خواست. قاضی بیچاره را دل از کف رفت، و حق آنست که حق بجانب وی بود:

فرد

حسرت روی ترا حور تلافی نکند از تو آخر بچه امید شکیبا باشم

شیفتگی خویش با دستان گفت. آری درد دل با جانانهٔ که هم دل برد و هم فرمان میتوان گفت. غمزده را بفسونگری فریب مهر گستری داد و گفت: "شبانه به شبستان من آی و کام دل برگیر،،. شوی زهره اگرچه گفتار نشینده باشد هم از انداز و ادا بدان رسیده باشد که دل

قاضی ربودهٔ زن مرد افگن ست. داوری پیش ماروت برد. تیغ ناز را به خستن یکدل دم فرو نریخته بود، و کرشمه همان یک تیر در کمان نداشت که ماروت جان بسلامت توانستی برد. همان گفتگو از دو سو بزبان و همان وعدهٔ پیشینه بمیان آمد. قضارا هر دو قاضی اگرچه تنها رفته بودند شبانه دران کاشانه به نحوصیغهٔ تثنیه جمع آمدند. هر یکی بحلقهٔ یک زلف گرفتار و از روی یکدیگر شرمسار. دانی که فرشته را رشک و حسد نبود. دل از اندوه پرداختند، و ازان رو که تثلیث نظر مودت است دو مرد بایک زن در ساختند:

فرد

ذوقیست همدما بفغان بگذرم ز رشک خار رهت بپای عزیزان خلیده باد

زن فریبنده بادای خردگسل نوا گفت: "تا پای شوهر درمیان است شما را دست بر من نرسد. نخست دشنه بر گلوی رقیب باید راند، سپس کام دل". گفتند: "زنهار بیگناه را نکشیم". گفت: "سر بسجدهٔ بت همی فرود باید آورد تا پیوند همکیشی پدید آید". گفتند: "چگونه تواند بود که سروش پیش پیکری که آدم زاد ساخته باشند جبین ساید". معشوقه چون دید که دلی دانش اندیش و هوشی اندازه سنج دارند، فسونی تازه درکار شیفتگان کرد، و آبگینه و جام آورد. به آشام بادهٔ گلفام چشمک زد. جنبش لب ساقی سیم اندام بدین ترانه، و لرزهٔ موج می از باد در پیمانه از هوش و خرد نشان نگذاشت دما دم تیغ خواهش بر فسان زدند، و پیاپی رطلهای گران زدند. زن سادهٔ پرکار کارفرمائی از سر گرفت. آستین در نور دیدند، و آمادهٔ خون ریختن گردیدند تا سپس بکار دگر گرایند. سخن گستران پیشینه را درینجا دو سخن است. یکی آنکه پس از خوردن می جز آمیزش با زن هر چه زن گفت همان کردند، و چون خواستند که با زن آمیزند و همچون خون شوهرش آبروی خود نیز ریزند، امان نیافتند، و به بند داور دیرگیر سخت گیر گرفتار آمدند. سخن دیگر آنکه هیچگونه تر دامنی روی

ننموده است۔ تا دست فراز کرده اند که از کف ساقی ساغر گیرند، موکلان قهر را فرمان رسیده است که بعنوان مواخذه پرده از روی کار برگیرند۔ غالب سیه نامه که اگرچه آئین مدهوشان دارد اما سری بسوگیری سروشان دارد۔ گفتار نخستین فرو گذاشت و دو یمین سخن باور داشت۔ یزدان بر آدم و دیو و پری و فرشته فرمانرواست۔ با هر که هر چه خواهد کند۔ ما که کف خاکی بیش نیستیم، سپهریان را چرا پپوستین افتیم- انجام کار پس ازین گیر و دار، بقولی بپوزش گستری این دو بزه مند، و بروایتی بشفاعتگری ادریس، عذاب عقبی را که جاوید پیوندا ست فرو گذاشتند، و بعذاب دنیا که زود گذرست در شکنجه داشتند۔ در غار کوه بابل به چاهی سرنگون آویخته اند، و تشنگی برایشان گماشته، و چشمۂ آبی پیش نظر رواں ساخته۔ نه چنان دور که از هم گسستن و بهم پیوستن موج نگه را بتماشا آب ندهد، و نه چندان نزدیک که لبی تر توانند کرد۔ زبانهای از دهن برآمده را با زبان موجه آں زلال بیش از درازی یک زبان فاصله درمیان نیست۔ هر روز بام و شام دو فرشته از آسمان فرود آیند و ایں واژونه آویختگان را تازیانه زنند، و تا روز رستخیز همیں سر زنش و آویز خواهد بود۔

این داستان چنانکه ما سرودیم بسیاری از راستان را هم بدین روش بر زبان رفته است، و راز گویان دیگر که امام رازی(۱) و قاضی بیضا از آنانند، ایں واگویه را نمی پزیرند و هر آئینه برانند که

---

(۱) ابو عبداللہ فخرالدین محمد بن عمر بن الحسین طبری رازی معروف به ابن‌الخطیب (چھٹی/بارھویں) صدی کے ایران کے نامور ترین فلاسفہ، متکلمین اور فقہا میں سے ہے۔ فلسفیانہ مسائل میں تشکک اور فلاسفہ پر اعتراضات کے باعث ''امام المشککین'' بھی کہلاتا ہے۔ مختلف علوم پر رازی کی تصانیف اس کے علمی تجر کا بین ثبوت ہیں رازی ابن سینا کے فلسفہ کا مخالف تھا اور فلسفیانہ استدلال سے اس نے اس کا رد کرنے کی کوشش بھی کی ہے - عربی زبان میں مندرجہ ذیل آثار اس کی شہرت کا باعث ہیں:

بفحوای غفلت زدای آیته وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوالشَّیٰطِیْنَ وَعَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ ج وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰکِنَّ الشَّیَاطِیْنَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (۱) واجب الانقیادآیة وَمَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا یُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰی یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَکْفُرْ ط فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ (۲) جز اینقدر در اندیشه صورت نمی بندد که این دو فرشته جادو همی دانستند و به نیروی جادو کاریکه نه خشنودی خدا دران است کرده اند، تا بدین روز نشسته اند، و در چاه آونگان مانده. میگویم، و ازین گفتن گزیرنیست که بهنجار هر دو گفتار چاه آویزگاه هاروت و ماروت دران بابل(۳) است که به دامنهٔ کوتاه دماوند آبادان است نه درین بابل که نزدیک کوفه نشان میدهند.

علم کلام : 'نہایة العقول' 'کتاب الاربعین' 'محصل افکار المتقدمین و المتاخرین من الحکما' و المتکلمین' ان کے علاوہ معراج کے موضوع پر ایک رسالہ۔
فلسفہ و حکمت : الملحض' شرح اشارات' شرح عیون الحکمة' مباحث المشرقیہ' النہایة۔
تفسیر : مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے) 'نہایة الاعجاز۔ فارسی میں اس کا اہم کارنامہ جامع العلوم یا حدائق‌الانوار فی حقائق الاسرار ہے جسے اس نے علا الدین تکش خوارزم شاہ (۵۶۸/۱۱۷۳- ۵۹۶/۱۲۰۰) کے نام معنون کیا ہے۔ اس کی دوسری فارسی تصانیف رسالۂ روحیہ' اصول عقاید اور الاختیارات العلائیہ سے عبارت ہیں—**مرتب**

(۱) ۲ : ۱۰۲—**مرتب**
(۲) ایضاً
(۳) یہ خوبصورت مقام تہران سے تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر شمالی ایران میں مازندران کے سر سبز و شاداب علاقے میں واقع ہے اس کی موجودہ آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ جدید دور میں بحیرۂ خزر کے نواح میں جو تفریح گاہیں بنائی گئی ہیں۔ بابل ان میں سے ایک ہے۔ —**مرتب**

ایدون عنان توسن قلم ازین رهگذر بر تافیتم، و براهی که روی بمنزل دارد شتافتیم. و چون آن نشانگاه را از روی پژوهش کافتیم ادریس را بر آسمان و پسرش منو شلخ را بر زمین یافتیم که همچون پدر به خجستگی دانش و فرخی داد جهانبانی و شاه نشانی دارد. هشتصد و هفتاد سال زیست، و فرزانه فرزند لمگ ابن منو شلخ را بسر روی خلق گماشته روی در نقاب عدم نهفت.

این جهاندار داد گستر که هم لملک و هم لمکان و هم لامخ گفته می شود، جهان را بدانش آبادان و جهانیان را بداد شادان داشت، و کما بیش هفت صد سال زیسته چار بالش عز و ناز به مهین پور خویش سکیت که نام دگرش نوح علیه السلام است و در وخشوری و پیام آوری آبمند و بلند نام است گذاشت. در چار صد و هشتاد سالگی فرمان پیغمبری و آئین اکبری یافت. مردم را بخود خواند و بخدا راه نمود. گویند نهصد و پنجاه سال بکشایش این کار کمر بست، و افزون از هشتاد تن به بند بندگی در نیامدند. تیره درونانی که خدای را بخدائی نپرستند فرستاده را به افدستائی درود چون فرستند؟ فرزانه را که جز بفرمان کردگار سخن نگفتی دیوانه همی شمردند، و دلش را به پیغاره و تنش را بخار و خاره می آزردند.

چون هزار سال، گو پنجاه سال کم باش، ستم کشید کار ازان در گذشت که دیگر اشتلم را تاب تواند آورد. ناکام پیش فرستنده بنالید، و هلاک قوم و مرگ انبوه بدعا خواست، مگر ریشهٔ نهال دعا به تار ساز همی مانست که از وی این نوای نیرو فزای بگوش خورد که درخت ساج که آنرا در هند بوم سال نامند میباید نشاند، و چون باندازهٔ بایست ببالد اره همیباید راند و کشتی ساخت. هان حق پرستان ادا شناس! اندازهٔ بخشش و بخشایش خداوند ازینجا می توان گرفت. روزگار بالش ساج چهل سال است که هر گاه این مایه روزگار بران رستنی رود در خور آنکه سفینه توان ساخت شود، تا کودکان نو پیکر پذیر را هنگام برنای فراز آید. مگر

آفرید گار را شناسند و از خشم خدای توانا هراسند. ورنه بیگناهان را باد افراه فرو نگیرد و اتمام حجت حق بر خلق صورت پزیرد.

چهل سال سر آمد و کودکان جوان و جوانان پیر گشتند. هیچکس اندرز نه پذیرفت و بر جادهٔ آگهی گام نزد. نگفتم و البته بگفتن ارزد، که دران چهل سال که درخت ساج ببالید، هیچ زن دران گروه بار نگرفت و هیچ دانه ریشه برنیاورد. نوح به اره و تیشه در درودگری و زورق سازی، و پیر و جوان از روی طنز و فسوس بگمان بازیچه و بازی، تا دو سال دیگر دران کار گذشت. کاشانهٔ چوبین بدرازی یک هزار و دو صد گز و به پهناوری شش صد گز و به بلندی سی گز در گیرنده به سه اشکوب پیراسته گشت. فرازین پایه به پرندگان دادند، و اندرون میانین نشیمن رخت خواب آدم زاد گستردند، و فرودین خانه چار وا را آرامش گاه شد. پرنده را به بلند آشیان فروگزار، و چرنده را به پست آشیان فروهل، و شمار اینها از نامه های دگر جوی. آدم زاد خود از هشتاد تن فزون نبود. از میان حام و سام و یافث سه گرامی پور نوح و هفتاد و هفت دگر از تخمهٔ شیث. کوتاهی سخن همگنان بدان آسیمه سری که دانی در کشتی نشستند، و چون ناخدا نداشتند دل در خدا بستند. و ناگاه از تنور پیر زنی دران کنونه که تافته بود و میخواست که نان در تنور بندد آب جوش زد، و جوی نه جوی بلکه رودی بروی خاک روان گشت. روانی روایت این ماجرا را هنجار، و آشنایان فن گذارش را در سرگذشت طوفان گفتار اینست که چهل شب و روز نه یک مژه برهم زدن ابر از اشک فرو ریختن ایستاد، و نه یک نفس خاک از آب برون دادن آرام گرفت، سیلی که از زمین خاست ماهی آسمان را در خویشتن شناور یافت. آبی که از هوا بارید خاک از زیر پای گاو زمین بدر برد. تا چنان شد که از کوه های بلند نشان پدیدار نماند. نی نی زمین خود کجا بود تا گوئی که کوهسار نماند.

کشتی از جایگاه خویش که گویند کوفه بود برفتار آمد، قطعهٔ زمینی را که اکنون کعبه در آنجاست هفت بار گرد سرگذشت، و سپس

سر تا سر زمین را که در جلباب آب نهان بود کران تا کران پیمود. بعد از پنج ماهه گردش که یک دم از رفتن نیاسود، و چون تیر از کمان جسته روانی داشت، بر کوه جودی از تیز روی باز ماند. کشتی نشینان روی خاک دیدند. از کشتی فرود آمدند، و نیا یشگرانه رو سوی آسمان کرده زمین بوسیدند. در دامن کوهی خرم دهی موسوم به سوق الثمانین که بازار هشتاد کس ترجمهٔ آن تواند بود آبادی پذیرفت. جا گرم ناکرده آتشی بی زنهار یعنی هوای نا سازگار به رمیدگان آرمیده روی آورد، و باد جانگزائی و جانستانی کرد. و جز نوح و حام و سام و یافث و زنان ایں چهار آزاده مرد از مرد و زن نام و نشان نگذاشت. ایں خجسته وخشور ربع مسکون را سه بهره کرد، و هر سه پور هنر مند را به مرزبانی هر سه قلمرو به نشاط بهره ور ساخت. شام و فارس و خراسان و عراق سام را فراچنگ آمد، و جش و سند و هند و سودان و دیگر شهرهای باختر سو نامزد حام شد، و بر کشور چین و سقالیه و ترکستان لوای شوکت یافث سایه گسترد. سخن گستران دیرینه مردم این هر سه آباد بوم را از نژاد این هر سه تن شمردند.

در چندی و چگونگی عمر عزیز شیخ الانبیا حضرت نوح نجی الله که آدم ثانی نیز اسمی از اسمای اوست سخن نیز بمناسبت عمردرازی دارد. از آنجمله نگارندهٔ جامع التواریخ(١) یکهزار و چهار صد وشست و

---

(١) جامع التواریخ کا مصنف ایلخانی دور کا نامور وزیر، طبیب اور مورخ رشید الدین فضل‌الله بن عمادالدوله ابی الخیر ہے۔ رشید الدین ٦٤٥/١٢٤٧ میں همدان میں پیدا ہوا۔ اباقا خان (٦٦٣/١٢٦٥-٦٨٠/١٢٨١) کے دربار کا طبیب خاص‌مقرر ہوا۔ سلطان غازان (٦٩٤/١٢٩٥-٧٠٣/١٣٠٤) کے دربار میں بھی طبیب کی حیثیت سے متعارف ہوا اور ٦٩٧/١٢٩٨ میں منصب صدارت تک پہنچا سلطان الجایتو محمد خدا بندہ (٧٠٣/١٣٠٤-٧١٦/١٣١٦) اور سلطان ابو سعید (٧١٦/١٣١٦-٧٣٦/١٣٣٦) کے عہد حکومت میں بھی اس کو یہی ممتاز حیثیت حاصل رہی۔ ٧١٨-١٣١٨ میں ایک درباری سازش کا شکار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ وسیع و عرض ایلخانی سلطنت کے نظم و نسق کی نگرانی کے ساتھ ساتھ اس فاضل وزیر دیکھئے صفحہ ٦٧

شش بدین شمار کہ در یک صد و شست و شش سالگی کوس پیمبری زد، نہصد و پنجاہ سال مردم را آئین یزدان پرستی آموخت، و سی صد و پنجاہ سال پس از طوفان زندہ ماند، نشان ھمی دھد۔ میرم بدین ذوق زیستن کہ تا کجا زیست، و دم مردن بر زود میری خویش خون گریست۔ چون جانستان فرشتہ دمیکہ میخواست جان شکرد پژوھش کرد کہ: ''ای دراز عمر پیمبر نامور! چگونہ یافتی گیتی را،،؟ فرمود: ''ھمانا مانا بخانۂ دو در کہ از یکدر در آمدم و از در دیگر برون رفتم،،۔ نامہ نگار کہ از درد دوری آغاز گاہ و تنہائی خویش درین راہ بیقرار و خود

نے تصنیف و تالیف کا شغل جاری رکھا۔ عربی میں اس نے توضیحات، مفتاح التفاسیر، لطائف الحقائق، بیان الحقائق اور الرسالۃ السلطانیہ کے نام سے رسائل قلمبند کئے۔ اس کے خطوط کا مجموعہ اس کی اپنی شخصیت اور سلطنت کے سیاسی اور مالی امور پر گہری روشنی ڈالتا ہے اس کا سب سے اہم علمی کارنامہ جامع التواریخ ہے۔ مصنف کے ذوق تحقیق اور شوق ابتکار کے باعث یہ کتاب فارسی کے تاریخی ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے۔ اس میں روایتی انداز سے ہٹ کر غیر مسلم اقوام و ممالک کی تاریخ بھی قلمبند کی گئی ہے اور اس طرح اس میں تاریخ عالم کے وسیع تصور کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ کتاب مصنف نے ۷۱۰/۱۳۱۰ میں غازان اور اس کے بیٹے الجایتو کے حکم پر لکھی۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی میں منگولوں اور ترکوں کی تاریخ ہے اور دوسری میں انبیا' ایران کے شاہان سلف اور اسلامی عہد کی تاریخ کے علاوہ چین، یہود و نصاریٰ، اہل فرنگ اور ہندوستان کی قدیم تاریخ سے لے کر مصنف کے اپنے دور تک کے حالات و واقعات شامل ہیں۔ دربار میں مقتدر ترین عہدے پر فائز ہونے کی وجہ سے مصنف کی رسائی بعض نادر اور کمیاب مأخذ تک ہوئی۔ اس دور میں ایران میں یورپ اور چین کے سیاسی وفود اور بعض اہم افراد کی آمد کی وجہ سے رشید الدین کو ان ملکوں کی تاریخ اور معاشرت کے بارے میں تبادلۂ خیالات کا زرین موقع بھی ملا۔ اس کی سیاسی زندگی کے مختلف مشاہدات و تجربات اور اس کے وسیع مطالعات نے اس کتاب کو غیر معمولی طور پر ایک اہم تاریخی دستاویز بنا دیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے فرانسیسی مترجم کواتریمیئر (Quatremere) نے اسے ایشیا میں اپنی نوعیت کی پہلی تاریخی کتاب کے نام سے یاد کیا ہے—مرتب

غمزده و خود غمگسار است، مرآنان را که جاوید زندگی یافته اند ماتم دارست، تا در چه کار اند و بکدام رستگاری بخش امیدوار اند:

فرد

دل مایوس را تسکین بمردن می توان دادن
چه امید است آخر خضر و ادریس و مسیحا را

بلا غالب درد مند! بخود آی و بدانش گرای و سخن از یافث سرای- چون پدرش بسوی قلمروی که بوی بخشیده بود گسیل کرد، دانا دل بیدار بخت از پدر خواست که دعای بوی آموزد که بخواندن آن دعا باران فرود آید- سنگی که بتازی حجرالمطر و بپارسی سنگ یده و بترکی جده تاش گفته شود از پدر یافت- هر گاه بهوای باران سنگ را درکار آوردی، هوا اگرچه نه موسم باران بودی ابرهای دریا بار آوردی- محمد اسحاق شوکت بخارائی که از باز پسین نکته سنجان است در مقطع غزلی این زمزمه خوش می سنجد!

فرد

شوکت از سنگدلی های تو گرید که چو ابر
گرمی باطنش از آتش سنگ یده است

پانصد و پنجاه سال به ابر گرد آوری و عشرت گستری در این کاخ ششدری روزگار بسر برد- بروایتی یازده پسر و بقولی هشت که بهنجار هر دو گفتار ترک بزرگ ترین آنان بود از وی یادگار ماند، و بعد از پدر بفرماندهی کام دل راند-

تا اینجا همه نامه داران بوده اند- سپس نامداران خیزند- دانستی که چه گفتم؟ همانا ازین گفتار آن خواستم که توقیع پیمبری رفت- اکنون همان عنوان سروری است- روشن خردان هر کرانه و سخن

پیوندان هر زمانه دانند که گلشای(۱) و کارکیای و سر چشمهٔ دانش و دین و آئینهٔ شیوه و آئین آدم است که بر وی از جهان آفرین جهان آفرین باد! آنگاه از آدم تا یافث ابن نوح نوبت نوبت به نوبت هر یکی را از ایزدی پیش گاه منشور وخشوری بنام، و هر یکی در آئین شناساوری و فرهنگ شناساگری پیشوای جمهور انام است۔ سپس از ترک ابن یافث تا این دم که از آدم هفت هزار و دو صد و از هجرت حضرت خیرالانام علیه التحیته والسلام یکهزار و دو صد و شست و شش و از اورنگ نشینی روزگار خدیو چهارده سال فرخ فال و خود این ده و چهار سال را بشمارهٔ ستارگان سپهر بسا ماه و سال بد بنال است، درین دوده و دودمان خداوندی و جاهمندی را اندازه پدیداست، و سپه سالاری و شهر یاری را آوازه بلند۔ امید که ایں شهر یار فرزانه که من عندلیب بهارستان اویم ز عمر دراز و نعمت از آنایه برخورد که به پیشگاه باز پسین امام حضرت صاحب الزمان علیه السلام کار سپهبدی و لشکر سروری از پیش برد، تا بلند نامی و فیروز فرجامی این دوده از آدم به خاتم گراید، و شمار شاه نشانی این سلسله هم بروز شمار سر آید:

قطعه

من و دعای بقای تو و ندرین دعوی
بمهر خاتم آل عباست محضر من

بمان بعرصهٔ دهر آنقدر که ذکر دعا
در انجمن شنوی از زبان داور من

---

(۱) گیومرث کا لقب جو اوستائی روایات کے مطابق ابوالبشر ہے—مرتب

پرتو مهر نیمروز از دارائی ترک ابن یافث تا قهرمانی منگلی خان

نظم

خیز تا بنگری بشاخ نهال طوطیان زمردین پر و بال
گاه مرجان دمانده از منقار گه زبرجد فشانده از پر و بال
همه آهنگ ساز و زمزه سنج همه دستانسرای و پرده سگال
زان مسیحی دمان خضر لباس زان بهشتی و شان حور مثال
نشنوی یک ترانه کش نبود شور گلبانگ دیگر از دنبال
کف زدن ساز کرده برگ درخت رقص آغاز کرده باد شمال
طوبی و طوطی و نوا و هوا نبود جز ترنم اطفال
نی کلک من آن نهالستی وین معانی طیرر فرخ فال
گفته باشی که خامهٔ رقاص خشک نی پاره ایست هیچ مبال
نغز گفتی و تن زدم آری نتوان جست کار ریشه ز نال
نطقم انداز نخلبندی کرد رست سروی بسر زمین خیال

دیدهٔ جهان بین جهانیان از مهرنیمروز به پرتو دانش بدینگونه فروغ پذیر باد که ترک ابن یافث نشان جهانداری یافت، و ترکان این والا شکوه را ازان رو که به ترکی شهر یار جوان را اوغلان گویند یافث اوغلان گفتند- داد و دانش آئین داشت، و درین هر دو شیوه روشهای گزین داشت- خانی و مرزبانی را فرهنگها پدید آورد، و فرماندهی و فرمانبری را اندازه بر نهاد- نزهت گاه سیلول باسلیقا را که چشمه های

روان و گل و میوهٔ فراوان داشت از بهر آرامش گزید. از نی و علف و چوب و گیاه نشیمنها افراختی، و پوست دام و دد را پوشش تن ساختی. گویند نمک بروزگار وی پدید آمد ورنه ازان پیش تره و گوشت همچنان بی نمک همی خوردند. ترکان شمشیرزن را بفرمان فرزانهٔ شیر افگن بر نهاد، و قرار داد آن بود که ازان همه برگ و ساز که از مرده مردری باز ماند جز شمشیر به پسرندهند و همه بدختر باز گزارند که هر آئینه تیغ جوهردار فرد فهرست گنجینهٔ سیم و زر بلکه کلید فتح هفت کشور است. اگر برین پلارک الماس گون دسترس است مرد را دست مائیه ناز بس است. بالجمله این همه رسم و آئین نهاد و پایان کار پس از دویست و چهل ساله بیداری بخواب عدم سر بر زمین نهاد.

بزرگان دوده پس از یافث اوغلان بفرزند بخت بلندش ایلنجه خان چشم روشنی گفتند. که کج نهاد و راستی پیشه گزید. بدی پیرامون دلش نگذشتی وبا بدان همزبان نگشتی. آزاده رو بود و دل بیاد یزدان در گرو داشت. تاج و تیغ و نگین در زندگانی خویش به نو باوهٔ باغ کامرانی خویش دیباقچی خان جوان بخت نوجوان سپرد، و خود ازین خار زار دامن بر چید، وبه آفرین خانه که تو آنرا صومعه گوئی آرمید. دو صد و پنج سال پارهٔ به نموداری اقبال و پارهٔ بپرستاری ذوالجلال در جهان گزران ماند، و بهنگام نا گریز در گذشت.

دیباقچی خان که هم در نظر گاه پدر اورنگ آرای بود اورنگ خسروی رابه نمطی تازه آراست. اما بدان دانشوری و دادگری که جز دانش نه جست و جز دادنکرد روز نامهٔ عمرش چون رقم یکصد وهشتاد و شش سالگی پذیرفت در نوشتند، و باز نامه کجکلهی و گردن کشی بنام پسر فرخ اخترش کیوک خان نوشتند.

ستودهٔ ستایش در خور بکار آگاهی آبروهی بادشاهی افزود و یکصد و چهل سال از مرگ امان یافت. فرزانه تا از شاهی نشان یافت جهان را بخوشی و خوشنودی و جهانیان را بمهر و آرزم نگاهداشت. سر انجام کار جهان و جهانیان را بفرزند خویش النجه خان گذاشت.

به تر دستی دریا کف و به بیدریغ بخشی ابر کردار بود، دهش را بر داد بیشی داد. فرودستان رابه دهش از خواهش بی نیاز ساخت. سبکسران بباد بروت از جا رفتند، و از دائرهٔ کیش و آئین بدر زدند. آرامش داد که بسکون شین ترجمهٔ انتظام ست کنار گرفت و بت پرستی صورت پذیرفت. بانوی این فرمانروای با برگ و نوا دو پسر توام زاد. اورنگ‌نشین یکی را مغلخان و دیگری را تاتار خان نام نهاد. هر دو رابه ناز پرورد، و چون به برنائی رسیدند قلمرو خویش را دو نیم کرده نیمه به مغل و نیمه به تاتار نامزد کرد، و خودیک صد و بیست و هفت سال در گیتی درنگ ورزیده پی رفتگان برداشت. الله الله این را نیز چون روز فرو رفتگان دگر روز فرو رفت:

فرد

ریزدآن برگ و آن گل افشاند　　　هم خزان هم بهار در گذرست

گردآورندهٔ جامع التواریخ برزبان خامه چنین حرف میزند که از تاتار خان تا سونج خان که هفتمین کس است سلسله از هم نگسست، و پی به پی یکی رفت و دیگری بجایش نشست. سپس آن قلمرو که تاتارخانیان داشتند تور گرامی پور فریدون فرونمای درون گرفت. مغلخان که کشور بخشیدهٔ پدر بکف آورد کران تا کران بساط امن و امان گسترد، و هم رعیت آسوده وهم کشاورز نوامند وهم سپاه خشنود. چهار پسر فرخ گهرداشت، قراخان و اورخان وکرخان و اوزخان. هر چهار گوش و بازوی شاهد دولت را زیور و پیکر اقبال را چهار عنصر. قراخان که هر سه را مهین بردار بود چون پدر ساز کافور و کفن کرد بر وسادهٔ سروری تکیه زد. مغل خان را در دل فرو ریخته بودند که پشت قرا خان معدن رخشنده گو هریست که در روشنی گوی از ستارهٔ روز تواند برد. لاجرم قرا خان را بگرامش و بزرگ داشت. مهمان نا آمدهٔ زود آیندهٔ گرایش دادی اندرز پذیر عمری چشم براه

داشت تا چشم بدیدار پسر روشن کرد. گفته اند که چون از مادر جدا شد سه روز پستان مادر نمکید، ولب شیرین بشیر نیالود، و هر شب بخواب مادر آمدی، و بدینسان بسخن در آمدی که تا صورت پرستی نگذاری و بصورت آفرین روی نیاری شیر تو برمن حرام است، گو خون من به تو حلال باش. سر حلقه مشکین مویان مشکوی پنهان از خلق بخدا ایمان آورد. کودک سه روزه شیر خورد و مادر و پدر را دل بجای آمد.

ترکان را آئین چنان بود که تا فرزند یک ساله نشدی نام ننهادندی. نام آور بی نام چون دوازده ماهه شد سلطان قرا خان را از نامداران قوم در بارهٔ نام پژوهش رفت. کودک از آغوش پدر لبی که شیر از وی همیریخت بسخن در آمد که نام من آغورست. شنوندگان بزمزمهٔ "دَرَّ قایلٌ" در خروش آمدند، و هم بدین نام نامی که باخویش آورده بود نام آورش ساختند. همانا معنی نام آور و مفهوم نامدار همین تواند بود که نام خویش با خویش آورد و خود را خود نام نهد. بمعنی از پروردگار و بصورت از پدر پرورش می یافت. چهارده ساله شد و در خوبی و در خوبروئی از ماه چهارده گوی برد. قراخان دخت کرخان را بدان آئین که ترکان داشتند همخوابهٔ وی ساخت. یزدان پرست بیدار دل بهم بستری زن خفته خرد صورت پرست تن درنداد. گوئی زن را از صورت دیبا باز نشناخت. پدر را بر تنهائی پسر دل سوخت، و خلوتش را بشمع رخسار دختر برادر دیگر افروخت. این جا نیز همان دور باش در نظر بود. لاجرم صحبت زن و شوی در نگرفت. هر دو دختر تیره اختر را دوشیزگی بجای ماند، و جوانمرد و خدا شناس همچنان هیرسا که عرب غروب گوید. مگر آغور خان هیرسا که ازوی بجوانمرد غرب تعبیر رفت نیمروزی از شکارگاه به بیگاه روی آورد. هوا گرم بود و خانه سیومین اودرش اورخان که در راه بود آسودگی جست، و از بارگی فرود آمد، و دران کاشانه رخت و سلاح از

تن کند، و آب و نان خواست- اورخان نیز دختری داشت دوشیزه و به منش و روش پاکیزه- مائده گسترد و خوردنی پیش آورد- خانه خدا درمیان نبوده باشد و جز این دو تن بر خوان نبوده باشد- خسرو زاده به نازنین گفت که اگر خواهی خاتون من باشی بکیش من درآی و گوی دولت بربای- اختر در گذر بود و دختر را بخت راهبر- نهانی با خدای جهان گردید و بتان را از طاق دل فرود افگند- آغور خان چون شکاری چنین بفتراک بست شادمان بخانه باز آمد و بدستوری پدر پری چهرهٔ سیومین را در آغوش کشید، و کام دل جست- آن دو زن پشینیه به وادید خونگرمی این دو تن و روز افزونی مهر مرد و زن از اندازه کاستند، و عروس نو را به لابه های دمادم و دمدمه های پیا پی آن چنان فریفتند که راز بازگفت، و ندانست که این هر دو اگرچه خواهر باشند اما مرا در ابناغ اند و از تاب آتش رشک داغ اند- رفتند و نخست جدا جدا با پدران خویش و سپس بهمزبانی همدگر با عم بزرگوار خویش قرا خان باز نمودند که دین و دولت و کیش و ملت برگشت- اغور خان که جانشین تست خدایان مارا نکوهش میکند، و خدای نا دیده راهمی پرستد- قراخان خونگرفته سترگان قوم را فراهم آورد- انجمن راز گوی و چاره جوی آراست- چاره دران دیدند که بیگانه کیش را از میان بردارند- روزیکه اغور خان بشکار رفت و نبرده سواران شیر شکار خواستند که عنان بر عنان تازند، و بیخبر سنان بر سنان بران شیرمرد ریزند- زن شوهر دوست سبکروی را از همرازان بسوی شوی روان داشت، تا رفت و از آنچه همی رفت آگهش کرد- فرزانه با همرهان پیر و خویش کار آگاهانه از شکار به پیکار گرائید- نیزه در نیزهٔ همدگر افگندند و تیغ کین در یکدگر خواباندند- قراخان را دران ناورد روز سر آمد و اغور خان را دولت از در درآمد- کالبد خسته از روان پرداختهٔ پدر بخاک سپردو بجای پدر بسروری نشست- فرودستان را نکو داشتی و خشنودی خدا را آسودگی خلق پنداشتی- همه را از راه ناراست عنان برگرداند و به یزدان پرستی راهنمای آمد- فرخنده بختان کیش فرخ پذیرفتند، و دل از بت و بت خانه

برکندند. مگر آنان را که اهرمن آموزگار بود اندرز سود مند نیامد. سوی تاتار گریختند و از خاقان چین یاری خواستند. خاقان لشکری گران و سپاهی از گند آوران با آشفته سران گسیل کرد تا در قلمرو اغور خان گرد فتنه انگیزند. این نظر کردهٔ همت اختر خود از پیش در پس آن بخت برگشتگان تاخته بود، و بسوی چین لوای عزیمت افراخته. در عرض راه هر دو سپاه بهم پیوستند. چینیان ناز پرورد که گوئی نظامی در بارهٔ آنان فرماید:

نظم

شبانگه ببوی خوش انگیختن   سحرگه بشربت بر آمیختن
گر افتد بر ایشان سر سوزنی   دهن را کشایند چون روزنی

ستیز ناکرده گریختند و جائیکه خون دشن همی بایست ریخت آبروی خویش ریختند، و خسرو یزدان پرست فیروز بخت بر کشور چین و آن تاج و تخت دست یافت، و بر مغل و تاتار فرمان راند. کیش خدا پرستی دران گروه روای پذیرفت. سپس بر ورا رود که ماورالنهرش خوانند سپه راند و بخارا را گرفت. گویند خراسان و عراقین و مصر و شام وروم و افرنج نیز فراچنگ آورد. نامه نگار گوید آنکه آئینهٔ دل را پرداز آگهی دهد بهر افسانهٔ بی سروبن چرا دل نهد؟ از تاریخ تاجداران عجم که جام جهان نماست بار نامهٔ جهان آرای توریان وایرجیان بدان فروزه پیدا است که نگرنده را چشم خیرگی کند و دریا بنده را موی به تن برخیزد.

کیومرت بکاف مفتوح ویای مضموم و واو معروف و میم مفتوح به را و تا زده بمعنی مرد بزرگ شکوه است، چه کیو سخت شکوه را گویند، و مرت همان مرد است به دال بی نقطه. و این نخستن کسی است که بروی زمین به گیتی خدیوی نشست. گفتار طرازان عرب ازان روکه کاروبار این خجسته کردار را به کرد و گفت آدم مانا یافته اند، میسرایند که

پارسیان آدم را کیومرت دانند۔ داد آنست که گمان بیگانه بر بیگانه راست نیاید، و یژه درونان پارس کیومرت را فرزند یاسان انگارند و گویند که دور از آبادانی در کوه و دشت گشتی، و یزدان را دیدی، و از ستارگان فروغ اندوختی، و با سروشان سخن گفتی۔ چون بلند پایه پاسان به آغاز جا خرامید کار جہان برہم خورد، و مردم را ددی شیوه و بدی آئین شد۔ داور دادگر کیومرث را به پیمبری و سری گزید، و از دشت به گلگشت فرستاد، و از خلوت به انجمن آمد، و مردم را بخدا خواند، و فرهنگ آموخت۔ ازیں بود که او را پدر خواندند۔

سپس سیامک و هوشنگ و تہمورس دیوبند و جمشید پشت به پشت بادشاه بوده اند۔ جمشید را بیور اسپ که بتازی زبان ضحاک نام دارد زبون کرد، و به اره دو نیم زد۔ روزگاری نچندان دراز بلکه روزی چند جہان را به ستم داشت، و فرجام کار بدست فرخ فریدون جامه گذاشت۔ فریدون ابن آبتین ابن جمشید هفت کشور را سه بہره کرد، و بسه پسر روشنگہرخویش که توروسلم و ایرج اند سپرد۔ تور و سلم بہم دستی و همداستانی یکدگر ایرج راکشتند۔ منوچہر مانا به مہر بخون خبواهی ایرج کمر بست، و از سلم و تور انتقام خواست تا آنکه کیخسرو ابن سیاوش نیای خویش شاهنشه افراسیاب ابن پشنگ ابن زاد شم ابن تور را در جنگ کشت، و ملکی که تور و سلم داشتند بچنگ آورد، چنانکه شاهنامۂ فردوسی طوسی و نثر های پراگندۂ دیگر ازان آویزه های جہان برهمزن نشان دهد۔ کیخسرو خود افسر و کشور به لہر اسپ بخشید۔ دارا نام آزادۂ از نژاد لہراسپ در کارزار سکندر رومی بدست دو سرهنگ نکوهیده آهنگ کشته شد۔ (۱)

---

(۱) ایران کی قدیم تاریخ کے بارے میں یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ پشت (اوستا) سے پہلوی مآخذ کے ذریعے شاهنامۂ فردوسی تک پہنچا اور اهل ایران ہمیشہ اپنی تاریخ کا آغاز اسی افسانوی عہد سے کرتے رہے جدید تحقیق کی روشنی میں مذکوره ایرانی بادشاهوں کا وجود مسلم نہیں۔ دیکھئے صفحہ ۷۸

لاجرم می توان گفت که جز ضحاک و سکندر هیچ بیگانه برین دو کشور دست نیافته است۔ بلکه پارسیان ده آک را که ضحاک معرب آنست نیز از نژاد سیامک (۱) و اسکندر را از تخمهٔ داراب ابن بهمن شمارند همدرین نورد گفته می شود که اطلاق لفظ ترک جز بر تخمهٔ جهاندار افراسیاب خجسته گهر و ایراد لفظ مغل جز بر نژاد مغل خاں نامور بردگران بمجاز است نه بحقیقت۔

بالجمله والا نژاد اغور خاں در ترکمانان النجه خانیه چناں بود که در توریان افراسیاب و در ایرجیان کیخسرو۔ هشتاد و شش سال بادشاهی کرد، و ایلهای جداگانه پدید آورد، و هر گروه را نامی دیگر نهاد : ایغور، قانقلی، قارلیغ، خلج، قبچاق۔

از آنمیان ایغور که افادهٔ معنی باهم آمیختن میکند نام گروهی است که در ستیزهٔ پدر و پسر جانب اغور خان گرفتند۔ راستی آنست که اغور خان آں گروه را از خود شمرد و بنام خویش نامور کرد۔

ہے۔ ایران کا پہلا تاریخی خاندان مادی خندان (۱۱ے—۵۵۰ ق-م) ہے جس نے ماد (Media) یا شمال مغربی ایران پر حکومت کی۔ اس کے بعد هخامنشی (۵۵۰—۳۳۰ق-م) یونانی (۳۳۰—۲۵۰ ق-م) پارتھی/اشکانی (۲۵۰ق-م-۲۲۷ء) اور ساسانی (۲۲۷-۶۵۱ء) سلطنتیں وجود میں آئیں ساسانی حکومت کے خاتمے پر ایران میں اسلامی تہذیب کا آغاز ہوا—**مرتب**

(۱) ضحاک در اصل اژی دهاک ہے۔ خود اوستا کے مطالعہ سے اس دعوے کی تردید ہوتی ہے کہ اژی دهاک سیامک کی اولاد میں سے تھا۔ لفظ اژی دهاکہ اوستا میں ایک ایسی مخلوق کے لئے استعمال ہوا ہے جس کے تین سر' تین آنکھیں اور تین منہ ہیں۔ شاهنامے میں ضحاک ایک ظالم حملہ آور کا نام ہے جس کے دونوں کندھوں پر دو سانپ نکل آئے تھے اور ہر روز انہیں کسی انسان کا مغز کھلایا جاتا تھا۔ ضحاک کا پایۂ تخت بابل تھا۔ پروفیسر سعید نفیسی کے خیال میں یہ افسانہ اس قدیم دور کی مبہم یادگار ہے جب کوهستان فارس اور سر زمین شوش (ایران کا جنوب مغربی علاقہ) پر اهل بابل کی مشق ستم جاری تھی—ملاحظہ ہو تاریخ تمدن ایران ساسانی ۔ تہران ۔ ۱۳۳۱ ھ ۔ ش. صفحہ ۵۵—**مرتب**

قانقلی که بترکی زبان گردونک را گویند اسم طائفه ایست که از بهر برداشتن مال یغما گردونک ساختند، و یوغ آنرا بر گردن دو نره گاو نهادند.

قارلیغ که آنرا خارلیق نیز گویند بمعنی برف است، و لقب جماعتی است که در سفر زمستان باآنکه خاقان اغور خان فرمان داده بود که کس از لشکریان پس نماند تاب خنکی برف و سختی ژاله نیاوردند و ره نه بریدند و هم در ره گذر به پناه‌جا خزیدند.

خلج که صحیح بقاف است صیغهٔ امرست از "گرسنه بودن" یعنی "گرسنه باش". و این نه نام فرقه ایست بلکه اسم مردیست که در سفری از اسفار از اردو جدا شد و بره ماند. همانا چون زنش دران راه بار نهاده بود و از گرسنگی راه رفتن نتوانست شوهرش شغالی را دید که کبکی را بدهن گرفته میدود. اسپ را پس آن شغال تاخت. و کبک از دهنش ستاند، وسوی زچه آورد، و کبک را بسیخ کشید، و آتش افروخت، و کباب نیم پخت بزن داد تا خورد و تاب و توان یافت. و نوزاده را شیر داد. زن و مرد ره پیمودند و با لشکر پیوستند. سپهبد شوهٔ دیر آمدن پرسید. سرگذشت فرو خواند. از روی خشم و آشوب گفته باشد "قلج"! هر آئینه آن نام بران مرد و تخمهٔ وی ماند.

همچنین "قبچاق" درخت میان تهی را گویند. یکی از ترکمانان لشکر در پیکار بمردی و مردانگی جان داد. زنی داشت بارور، و دران ره نوردی همسفر. پس از مردن شوی همچنان بر اشتری سوار پوی پوی همی رفت. در عرض راه درد زه زور آورد، جای جست تاکجا بار نهد. کهن سال درختی دید. تنهٔ آن از هم شگافته خود را در شگاف تنهٔ درخت گنجاند. پسری از وی جدا شد. لشکر سالار داد جانفشانی پدرش داد، و پسرش خواند، و قبچاق نام نهاد. تخمهٔ وی بدین نام بلند آوازگی دارد.

دیگر این فرمانده یکتا یعنی اغورخان شش پسر داشت: گون خان و ای خان ویلدوز خان و کوک، خان و تاق خان و تنگر خان. روزی این شش تن که در مهر ورزی یکدل بودند یک کمان وسه چوبه تیر در بیابانی یافتند. برداشتند و نزد پدر آوردند. کمان بسه پسر بزرگ بخشید، و هر سه تیر بسه پسر کوچک ارزانی داشت. کمان را شکستند، و سه پاره کرده هر تن یک پاره را بقبضهٔ خویشتن در آورد. وآن سه دلاور دیگر یک یک تیر در ربودند. لاجرم سه تن نخستین را بزوق خواندند، و برانغار سپاه به بزرگترین آن هرسه حوالت رفت، وسه تن بازپسین را اوجوق نامیدند، و جرانغار لشکر بکلان ترین این سه کس تعلق گرفت، تادانی که برانغارمیمنه را نامند و جرانغار میسره را. بزوق کمان راگویند و اوجوق تیر را. در کیش و فرهنگ ترکمانان کمان را بر تیر در پایه فزونی دهند، و سرایند که کمان فرگفت بادشاه دارد و تیر اندازهٔ ایلچی. همچنین دست راست را از دست چپ خجستگی بیش است، و مهین برادر از کهتر یک گام پیش بدین فرزبود کلانان را کمان داد، و کلانتر آنانرا سپهبدی میمنه، و خردان را تیر بخشید، و نخستین کس را ازان سه کس سر لشکری میسره. کوتاهی سخن ازین شش نهال بست و چهار شاخ رست، و شش سوی جهان را فروگرفت.

گفتار جهانبانی اغور خان به باز گشت وی از شهر های دور دست بسوی دیرین بنگاه دل را همی به نشاط از جا بر انگیزد. تا در آنجا رسید خرگاه زر دوز به همچشمی خورشید گیتی فروز بر افزاخت، و شیلان فراخ کشید، و قوم را مهمان خواند، و جشن کرد، و طوی داد، و از فرمانبران به نگاهداشت هر گونه راه و آئین پیمان گرفت. گون خان را که مهین ترین شش پسر و ازان سه تن که کمان یافته و بزوق گفته شده بودند نخستین کس بود بجا نشینی خویش نشاند. گویند دران طوی شاهانه نهصد اسپ و نه هزار گوسپند کشته بودند. آری لشکری را میزبان بودن و سپاهی را صلازدن جز بدنیاپایه فراخ دستی

صورت نه بندد- فرجام کار گونخان را بفرمانروای و نام خود بشکوه افزای در جهان گذاشت و از جهان گذشت-

گونخان را اورنگ آمد و پای بوسید- چتر آمد و گرد سر گذشت- شهر یاری بود خرد اندوز- خلق را بدهش داد بخش و خود را بدانش دل افروز- از نام ستم لرزیدی و جز داد نورزیدی- بناوک اندیشه موشگافتی، و راز دل از سیمای مرد دریافتی- ارقیل خواجه نام فرزانه که گنج خرد را گنجور بود، مر این خرد و دانش دوست را دستور بود-

گفته باشد که خاقان جهان ستان اغور خان شش پسر داشت، و همیدون ازان شش یگانه هر یکی چهار پسر را پدر است- آئینی توان انگیخت و طرحی توان ریخت که باهم در نیفتند، و پیوند خون از هم نگسلد، و این بست و چهار کس را زبان و دل و روان یکی گردد- زر و سیم و رمه و غلام و کنیز را بر شاهزادگان قسمت کردند، و هر یکی را مایه و پایهٔ جداگانه دادند- روزگاری دراز آن بربست و برنهاد درمیانهٔ تخمه و نژاد اغور خان ماند، و روز افزونی رونق مرزبانی و خانی را بکار آمد-

هان تا نسگالی که بهنجار دیرینه پس از گونخان مهین پور اورا قهرمانی دهند- هفتاد سال کارکیای کرد و کهین برادر خویش آی خان را بجای خود نشاند، و خود از میان رفت- آی خان در دانش و داد افزود، و یک چند جهانبان بوده- در عمر هفتاد و چهار سالگی یلدوز خان را که از همه کهتر بود بر همه چون خود مهتر ساخته رخ به پردهٔ خاک نهفت-

یلدوز خان رسم نیاگان بر پای و اندازه های پیشین بر جای داشت- چون شست و شش سال که سالی چند ازان همه مدت بفرتاب کیخسروی در بزم هستی باده آشامید، آبگینه بر سنگ زد، و ته جرعه بخاک فرو ریخت-

پسرش منگلی خان سر سبو کشود، و پیمانه بگردش اندر آورد۔ پیر دیر سخن حافظ فرخ فن نکومیگوید :

ع

هر کرا پنج روز نوبت اوست

چون از خم عمر شست و هفت ساغر زد خمار مرگ از هستیش گرد بر آورد۔

تنگر خان بسرش را همان می نوشینه بجام کردند، و چون یک صد و ده سال زیست ناگاه از پای در آوردند۔

ایلخان که در عهد پدر از پدر فرمان جانشینی داشت بعد از پدر به سکه رخ زر آراست۔ درین روزگار چرخ دو رنگ را هنجار آ نست که چون دولت روی گرداند بزم آرایان بساط انجمن در نوردند تا دگر باره از سر گستردنی درمیان گنجد :

فرد

غم چو بهم در افگند رو که مراد میدهد
دانه ذخیره میکند کاه بباد میدهد

پرتو در فراوانی وجود ایلخان تا فر شهود بایسنغر خان

دانش آرایان بینش اندوز هم از نخستین روز از ده خرد و نهه سپهر و هشت بهشت و هفت ستارهٔ تیز گرد زودرو در شش سوی سخنها بمیان انداخته اند، و نامه ها بر ساخته تا از نو آمدگان این کهن دیر هر کرا نیمروزه زندگی بدانش آموختن گزرد دمیکه از چار آخشیج فرجام سازگاری بر خیزد، و سه روان توانا از کار فرو ماند، روان گویا که راز دان دوگیتی است، ویگانه داور آنرا بیگمان مان و جاوید پای آفریده، سپس گسستن از تن نابینایانه براه گام نزند- ندانی که جز تیز گامان را به بریدن راه نگارند- بمرگ غالب راهی است هر آئینه پیش آی و گزر گاهی‌ست نا گزیر گذار- هشدار که جاده های جداگانه را سر منزل یکی است، و پویندگان بسیار گروهی را به فر فروغ آگاهی و فرتاب تاب اندیشه مشعله در پیش است، و پای نیرومند هر آئینه زمین را نه هراسان بلکه آسان نوردند، و خرامان و بر چیده دامان ببانگ جرس منزل رس گردند- دیگر این کاروان را کاروان مردم اندکه بپامردی همت عصا و همدمی صوت سروش تازان و نازان راه روند، و در شبگیر به پر تو ماه روشناس رفتار شوند- اندیشهٔ راست بین درست آهنگ اگر از شراره دم زد، و اگر از ستاره سخن راند، هم براستی و درستی اندیشه همی توان یافت که روشنی عقل چراغ راه‌ست و نور شرع مهتاب شبگیر- هر دو گروه را در چگونگی سر انجام روان پایندهٔ آزاد سخن

یکی است که این گوهر بیرنگ را بهر رنگ در جهان پائدار از جاور گردش چاره نیست تا جاودان و هم بدان جاور و هم بدان فرجام تواند بود- مدار تیرگی و روشنی آن جهان بفرهنگ عقل بر زشتی و خوبی خوی و منش است، و بقانون شرع برنکوهیدگی و نکوی کردار و کنش- امید که فرزانگان دانا دل توانا تن از روی عقل و شرع به پیراستن خوی و آراستن کار درون زدای و برون آرای باشند- ما تباه خویان سیاه کار که نه عصا در دست داریم و نه نیرو در پای و نه مشعل فرا پیش و نه شبگیر در ماهتاب و نه زمزمهٔ درای و آواز فرشته در گوش، ازین هولناک راه و سهمگین گذرگاه چون گذریم، و درین رفتن بر ما چه رود - کاش آمرزیده باشند پیش ازان که پرسیده باشند :

فرد

کام نه بخشیدهٔ گنه چه شماری　　غالب مسکین بالتفات نیرزد

پنداری ایلخان فراوان شکوه را جام دوستگانی بگردش بود، و چشم بد درکین- تا تاریان به تور فروزنده هور ابن فریدون فرخ منشور پیوستند- شهنشاه زادهٔ آزاده زنهار خواهان را بسایهٔ پرچم مهر پیکر علم جا داد- رستخیز اثر لشکری انگیخت و بر بنگاه مغل فرو ریخت- ازین سو نیز دست به تیغ زدن دراز بود و دم تیغ بخون ریختن تیز- دشت از روانی خون کشتگان بدانگونه جیحون شد که پنداری چرخ کبود ساحل آن دریای خون شد- سپه سالار ترکمانان را روز سر آمد، واز اردوی فیروزی جوی تور و تاتار آوازهٔ کوس و دف و سنج بر آمد-

کردار گزاران باستانی این کار زار را بعد یکهزار سال از وفات اغور خان نشان میدهند- گویند درین ستیز و آویز و کشش و کوشش از اغور خانیان و همگهران اینان جز قیانخان ابن ایلخان و تکوز خان ابن خال وی و دو همخوابهٔ نازنین ایں هر دو تن کس از مرد و زن باقی نماند- بروشنی روز خود را در کشتگان انداختند تا نیستی را سرمایهٔ

هستی ساختند. شامگاهان، که چون گم کرده راهان برون تاختند. درتکاپوی دو سه روز که شب از روز نمی شناختند تار جادهٔ راه زه دامن کوهی گشت و دشت نوردی کران پذیرفت. سینه و بازو بر سنگ های کوهسار سایان اژدها کردار بشکم راه رفتند، و فراز کوه که از زمین باندازهٔ بلندی سپهر دوری داشت دم گرفتند. آن سوی کوه زمینی دیدند سر تا سر سبزه زار. چشمه های آب زلال روان، و درختان برومند بر کنار هر چشمه نوان. سبزه بر زمین پهن و نخچیر در سبزه زار انبوه. شاخ و برگ درختان بدانسان تنگ درز که سایه نشینان را نه در تابش روز از گرمی آزار رسد و نه در بارش از تگرگ و ژاله گزند. باری دران جایگاه که بپارسی زبان "کمر کوه" و به ترکی "ارکنه قون" گویند اندیشه به آرامش روشناس آمد. سایهٔ نخلستان و گومه و کازه که از نی و علف بر بستند پناه جای بود، و میوه و گوشت شکار خورش، و پوست دام و دو پوشش.

از تخمهٔ این دو گرو دلاور که قیان و تکوز باشند نه آن مایه مرد و زن هستی پذیرفت که دران دره تواند گنجید. والا گهران قیانیه بسری و سروری نشستند، و نکو محضران تکوزیه به بندگی و فرمانبری کمر بستند. لاجرم از بهر نشانی که جاودان ماند تخمهٔ قیاخان را قیات نام نهادند، و دودهٔ تکوز خان را درلگین نامیدند. ازان رو که دران نهانخانهٔ از گیتی بر کرانه بیگانه را از بازارگان و سپاهی گذر نبود و سترگان قوم آئین نبشتن نداشتند یا داشتند و چندی و چگونگی روزگار درنگ و پیرایهٔ نام و ننگ نه نگاشتند. کس نمی تواند گفت که چه مایه مدت دران نورد بهار پرورد بسر بردند، و چگونه با همدگر زندگانی کردند، مگر آنکه چون از دره بر آمدند و سرگذشت با جهانیان گفتند، رقم سنجان هر گروه را دست مایهٔ نگارش دست بهم داد. آنچه شنودند بزبان خامه سرودند، و سنجیدهٔ گمان و اندیشهٔ خویش بران افزودند. چنانکه به وادید سگالش پیشینیان ما نیز آن همی سنجیم که کمایش دو هزار سال

دران کوه روزگار بسر برده باشند، و پایان فرماندهی بادشاه داد گر نوشیروان به بیرون آمدن روی آورده باشند.

گویند چون آفرینش فراوان شد و آفریدگان بهم و جا بر آرمیدگان تنگ کرد خواستند که از گوشه برآیند. پیرامن بیشه چهار سو کوه بود و ره گذر ناپدید. بهر سو که رفتند سربسنگ خورد. راه برون شد نیافتند و بخود فرو ماندند. تیمور تاش نام والا شکوهی که از قوم قیات و نژاد قیاخان تمغای سری و سرلشکری داشت خردوران را گرد آورد و چارهٔ کار جست. همانا دران کوه که کان آهن بود هیمه فراهم آوردند، و از چرم گور و گوزن دمه ها ساخته در افروزینه آذر زدند، و بدمیدن دمادم افروختند. آذر زبانه زد و آهن را بگداز آورد تا سیلی از ریم آهن روان گشت، و جاده را در نظر ها سیاهی کرد. از تنگی جا ستوه آمدگان بدر آمدند و به فراخ نا گام زدند. رهنمونی بخت و گرم خونی شوق بی آنکه دانسته باشند که این چه جاست بدیرین بنگاه مغل خانیان که اکنون تاتاریان داشتند باز آورد. چون شیر گرسنه برخیل آهو دود بر آرمیده درونان تاتار و نازپروردگان پروار تاختند، و خانه وکاچال به یغما گرفتند. پس از پیروزی و چیره دستی دانستند که این مرزبوم از ماست، و درین سر زمین خداوند تیغ و نگین ما بوده ایم. کهن نامه های نیاگان پیش نهادند و فرو خواندند که مغول و تاتار دو برادر از یک پدر بوده اند، و ما از نژاد مغلخانیم. ناگزیر از بهر بلند نامی خویش قیات و درلگین را مغل خواندند.

بالجمله تیمور تاشخان در جهان فراخ آزاد و دلشاد زیست، و مغلخانیان را رنگ جسته بروی و کشور را آب رفته بجوی باز آورد. ازان باز آئین آن شد که روز آتش افروزی و آهن گدازی و گرمی هنگامهٔ نشاط اندوزی و برون تازی بدفتر نبشتند. چون آن روز دلفروز فراز آمدی دمه و آتش و هیمه و زکال فراهم آوردندی و آتش افروختندی، و همدگر را چشم روشنی گفتندی، و آن روز را خجسته تر از نوروز شمردندی.

پس از تیمور تاش پسرش منگلی خواجه کلاه گوشه بچرخ برین سود، و سپس یلدوز خان که منگلی خواجه را مهین فرزند و خدا را بندهٔ ارجمند بود بر بنده های خدا خداوند آمد. فرجام کار اورا نیز نگذاشتند، وکلاه و کمر به فرزند فرهمندش جونیه خان ارزانی داشتند. این بادشاه فرزانه و شهر یار یگانه آرزوی پسر با خویش برد، ونهال امیدش جز یک دختر فرخ اختر بار نیاورد :

نظم

چه دختر خوش تر از هفتاد فرزند
نکو روی و نکو خوی و خردمند

جم و اسکندر و آئینه و جام
سراپا مردمی آلنقوا نام

شهریار شهنشاه نشان جونیه خان با برادر زادهٔ خودش پیوند زنا شوی داد تا آن که خاتون روشن رای روشنک سیما از شوهر والا گهر دو پسر زاد. چون پدر از جهان رفت و شوی را نیز تار و پود هستی از هم گسست، بانوی نامجوی دو گیسو را که از دو سو بر بنا گوش فرو هشته بود بهم پیچید، و در دیهیم نهاد. نه سر بافسر بلکه افسر بسر آرایش پذیرفت، و نامش بجهانداری در جهان رفت. ناگاه همدران کارکیائی و جهان آرائی خاتون بلقیس پیکر سلیمان لشکر مریم آسا آبستن شد. فرمانبران چون فرمانروا را چنان دیدند از خشم بر خویش پیچیدند. شور در انجمن و واگویه در مرد و زن افتاد. ابرو های پر گره زن کار دان را دل بهم آورد. ناگزیر چشمکهای نهانی را به آشکارا پاسخ گذار آمد که ای گرفتاران پای بند رسم و عادت ! آلوده دامنی را بر من بز بخیر نتوان بست. اندیشهٔ نگاهداشت لشکر و کشور که همه (۱) دوست پروری و دشمن شکری خواهد جای آن نگذاشته که هوای دیگر در سرم پیچید. با اینهمه اگر همچنین بالیستی کار ملک و دولت سرسری گرفتمی ! و یکی را از شما که همه همگهران

---

(۱) الف و ب : هر

منید بشوهری گرفتمی- حاشا که بزیردستی مرد بیگانه تن در دهم، و در شهر یاری اینچنین خواری بر خویشتن نهم- روزهاست که شباهنگام شبستان من ناگاه بدانسان که پنداری صد هزار چراغ افروخته اند روشن میگردد و فروغی به یازند ستارهٔ تابناک مینگرم که در کام و دهان من همی فرود رود- هر آئینه از خود همی روم چون بخود همی آیم و دیده همی مالم جز آن شمع که در شبستان سوزد روشنائی دیگر نمی بینم- دیده دوران را دل در بر تپید- شبانه پاس داشتند، و چون ستاره چشم برهم نزدند تا انچه ماه خر گهی گفته بود دیدند، و به پاکدامنی راز گوی گرویدند- کوتاه نظران پیش پای نگر را که بوادید شگرفی کار لب پر از خروش است از ناویژگی درون و ناسرگی نقد هوش است، ورنه درانجا که آدم بی مادر و پدر پیکر پذیرد و حوا بی پیوند مادر ازراز هستی گیرد، اگر النقوا جز به آمیزش مرد پسر زاید نابینایان بینانهای را چرا شگفت نماید، ویژه دران کنونه که با مریم همین ماجرا رود، و جهانی به روا داشتن آن گونه هستی هستوشود- دانادلان کارآگاه بارورگشتن مریم ثانی را ظهور هور و فرتاب آفتاب شمرند- چون گفته اندکه انصاف بالای طاعت است هر آئینه مارا در ثبوت دعوای هم بدین یک گواه قناعت است که هر گاه دم فیض توام روح‌القدس که بیگانگی و دوری وی از مایهٔ آب و گل پیداست بطن مریم را بصورت مقدس مسیح اپناشته باشد، چنانکه دادار در آسمانی نامه گفت، اگر پرتو سراسررو خورشید که تصرف آن در آب و خاک از نگارهٔ لعل در کان و نظارهٔ میوه در شاخ هویداست در مشیمهٔ آلنقوا پیکر توام نگاشته باشد چه شگفت:

فرد

عالم آئینه رازست نه بازئیچه کفر
عارف آن به که به نظارهٔ غوغا ماند

نگرندگان سیر و اخبار از روی نگارش کردار گذاران راست گفتار فرا رسیده باشند که خاور سوی گیتی جزیره ایست که دران آداک همه

زن خیزد و زنان شوی نادیدهٔ دوشیزه بی پیوند مرد زایند و همه دختر آورند۔ همانا دران سرزمین چشمه ایست آبشخور۔ آن گروه که چون از بهر شستن تن بدان چشمه در آیند و در آب نشینند ذوقی از اندازه افزون در خویش یابند و اندام را بزمینی که در ته آب است سایند، و شغب ناکانه برخویشتن پیچند، و انزال کنند، و بارور گردند، و پس از نه ما دختر زایند۔ ماخذ همچنین در سیرالمتاخرین(۱) دیده ام، و دانم که فرزانه گزاف نبافد، جای دیده باشد تا بنشته است که پیش‌گاه خداوند تاج و سریر شهنشه نورالدین جهانگیر یازده ساله دختری آوردند که پسری دو ساله در کنار داشت و شیر همیداد۔ گفتند در هشت سالگی برون زانکه مرد با وی نزدیکی کند پسر آورده است۔ اینک دخت آزاده و اینک پور نو زاده۔ دانش اندوزان فرزبودجوی را درینجا یارای خرده گیری و چاره جز سخن پذیری نیست۔ آخر این هشت پدر و چهار مادر چه می کند؟ گردش افلاک بروی خاک از بهر چیست و سو بسو رستن نهالهای خود رو که گل و میوه بار آورد از کجاست؟ گوئی قطرهٔ ابرنیسان است که در صدف نقش بست۔ نگوئی آن نیروی خاص که قطره را صورت مروارید دهد کدام است۔ مشیمهٔ کان نطفه از کجا دزدید که خود را حاملهٔ چنیں یا قوت یافت :

فرد

هفت اختر و نه چرخ خود آخر بچه کار اند
بر قتل من ایں عربده با یار روا نیست

هان غالب گوشه نشین ! گربز نباشی و سخن دراز و ستیزه ساز نکنی۔ اگر دل دانش‌گرنیست هست کار ها به فرگاه چرخ و ستاره فرو گذار۔ و اگر دیدهٔ یگانه بین داری آفرینش را بآفریدگار سپار و آزادانه برفتار درآی، و دگر ره همان جاده به پیمای۔

---

(۱) نواب سید غلام حسین خاں کی تصنیف ہے جس میں اورنگ زیب کی وفات (۱۱۱۸/۱۷۰۷) سے لے کر ۱۱۹۵/۱۷۸۱ تک کی بر صغیر پاکستان و ہند کی تاریخ قلمبند کی گئی ہے۔ کتاب کی تکمیل رمضان ۱۱۹۵/اگست ۱۷۸۱ میں ہوئی — مرتب

خاتون خشک دامن روشن درون و بانوی ماه مانند پروین پرند که به پیوند مهر آبستن بود، و به فروغ دیدار هنگامه ماه و مهر برهم زن، پس از نه ماه بار نهاد، و سه پسر فروزنده اختر بیک بار زاد- یکی را لوقون قیقی و دومین را ساقی لوسقین و سومین را بوزنجر نام نهاد- هر چند آن دو دیگر نیز خداوند تخمه و نژاد اند- اما بوزنجر خانیان همه خانان با فرو شکوه و شاهان با دانش و داد اند-

بوزنجر خان هما سایه همایون خوی سپس روز فرو رفتن النقوا سور نای آوازهٔ شاهی دمید، و مرزبانان هر سویه را در حلقهٔ بندگی خویش یکدل ساخت- سرکشان قدمگاهش را بمژه رفتند و کشور خدا را قاآن گفتند- پرچم کشائی علم این کیان شیوه شهنشاه در عهد ظهور ابو مسلم مروزی صورت بست، تا آنکه در سال یکصد و چهل هجری از بند تن پروری و جهان گرد آوری رست- دو گرانمایه فرزند از خدیو هنرمند در جهان ماند- مهین به بوقا خان نام آورد- کهین به توقا خان نامی- از توقا خان جز این نسرانید که پسری داشت نامش باچین- همانا تخمهٔ وی در گیتی پهن نگشت- یادگاری نگذاشت و بگذشت- بوقا خان که سپهر نامش جز بشکوه نبردی خود آن قهرمان جهانستان است که هشتمین نیای چنگیز خان و قرا چار نویان است- همچنین گرامی پورش دوبین خان که همچون پدر جهان را قهرمان است، جهانجوی و جهانگیر و جهان پهلوان است- همخوابه داشت منولون نام، پیهم نه پسر زاد- دوبین خان در هنگام جوانی خود و کودکی فرزندان چشم از تماشای جهان پوشید- ناگزیر خاتون که نه خسرو زاده را مادر بود بجانشینی شوهر و پیش کاری مهین پسر کشور را کارفرمای و هرگونه فروبستگی را گره کشای آمد- مگر پراگندهٔ چند از قوم جلائر پیرامن بنگاه این دوده و دودمان گرد آمده بودند نامرادانه میزیستند و بد ستمزد چاه کندن و کاه درودن وهیمه آوردن نان همی خوردند- زن فرمانروا با گروه بیگانه اشتلم کردی تا دور تر روند و بزمینی دیگر آسایش گزین شوند- چون گرسنگان از جان سیر و فلک زدگان به پرخاش دلیر باشند دور نه

رفتند، و زود نه دیر روزی یکسره بر کاخ و رواق ریختند، و تیغ دو دستی زدند. از زن و مرد و راه زاده و شاهزاده و کنیز و خاتون نشان نهاند، مگر قائدو خان نهمین آن هشت سلطان زادهٔ بخاک و خون افتاده که پیش از پدید آمدن این آویزه نزد عم خویش باچین خان رفته بود حرف هستیش از صحفهٔ دهر سترده نشد. آری هوای جنبش پرکلاه در سرش بود، و همین هوا از بهر بدر جستن از بیگاه شهپرش بود. باچین خان را ازانچه رفت خبر دادند. بدانگونه رخ از خشم افروخت که بیندگان رانگه در چشم سوخت. خواست تا لشکر کشد و آدم پیکران دیو سرشت رابخون در کشد. دران رازگوئی که با انجمن رفت فرستادن ایلچی دانا دل زبان آور صورت گرفت، و ستمزدگان دودهٔ جلائر فرستاده را گرامی داشتند. نا آگهی و بیخبری دست آویز بود، و پوزش و فروتنی دستمایه. از آشفته سران هنگامه آرای هفتاد تن بشمار آمدند که بی آنکه با همسران راز گویند و از سران دستوری جویند بشبگیر برون تاخته اند. گروه سالار فرمان داد تا هفتاد دار زدند و دیو ساران را بر دار کشیدند. زن و فرزند و گاو و گوسپند ورمه و همهٔ آن به باد افراه کشتگان به ایلچی داده آمد تا با خود آورد و بخداوند سپرد. باچین خان خونبها به خونخواه گذرانده پدرود کرد. جوانمرد ره نورد را دگر باره به زاد بوم گذار افتاد. خونهای بستم ریخته از در و دیوار شست و خانه را از نوسیم گل کرد، و پردهها آویخت و سائبانها بست و بساتها گسترد و جشن که مغل آنرا قرلتای نامند ساز داد.

کوتاهی سخن قائدو خان(۱) در سپهبدی و مرزبانی شکوه شاهی و شاه نشانی داشت. از رود خانه جوی برید و در قلمرو روان کرد تا کدیور و کشاورز را دستگاه فراخ گشت، و زمین را باغ و کشت فراوان. مگر مغل هر جوی را جرالوم نامند یا خود آن جوی رابدین نام خواندند.

---

(۱) الف و ب : قایدون خان

یزادن یگانه بجهانبان فرزانه سه فرزند بخت بلند بخشید: بایسنغر خان که صاحبقران امیر تیمور گورگان از تخمهٔ اوست، و جرقه لنکوم که سلسلهٔ قوم نایجوت بدو پیوند، و سومین خارچین که زمرهٔ سنجیوت را ابوآلابا است کلاه و کمر و تیغ و نگین پدر به بایسنغر خان دلاور رسید. فرمانها راند و دربندها کشود و آئینها انگیخت. هم خرد را نیرو افزود هم داد را پایه. ساز گفتار در بزم راز این نوا دارد که خسرو بایسنغر خان در سال سیصد و هفتاد و چهار هجری پیکر پذیرفت، و در ماه شعبان سال سیصد و نود و هشت که همانا بست و چهار مرحله از مسیر عمر گرامی پیموده باشد شهار کشور خدای از سر گرفت. پنجاه و یک سال در جهان فرمان راند، و پایان ماه ذی الحجه سال چهار صد و چهل و نه هجری دستش از کار خاتم و شمشیر فرو ماند.

پرتو دیگر در بلندی رایت اقبال تومنه خان تا عانم آرائی جهانبان برتان بهادر

نظم

باز باطراف باغ آتش گل در گرفت / مرغ بر رسم مغان زمزمه از سر گرفت
سبزه بر اندام خاک حله ز مخمل برید / مهر بدیدار باغ آئینه در زر گرفت
گلبن افسرده را روح بقالب دوید / سبزهٔ پژمرده را نامیه در بر گرفت
دشت به پرکار باد طرح صنمخانه ریخت / باد بر اطراف دشت صنعت آزر گرفت
سرو ببالای سرو طره ز سنبل فگند / گل بتماشای گل دیده زعبهر گرفت
قامت رعنای سرو پردهٔ گلبن درید / عارض زیبای گل دل ز صنوبر گرفت
گرچه گل از هر زمین تختگهی برگزید / لیک بسرهنگیش سبزه سرا سر گرفت
بسکه نیامد فرو سر بگهر گشتنش / قطره ز بالا دوی هیئت اختر گرفت
مهر بسودای تاک لمعه زکان بازچید / از زر اصفر گذشت بادهٔ احمر گرفت

چون روزگار دورنگ با شهریار بایسنغر خان نیز آن کرد که با دگران کرده بود، دادگر پسرش تومنه خان بر اورنگ نشست. سرکشان پیش وی گردن فرود آوردند، شاهان بوسه بر پایهٔ سریرش زدند. مر این شاه ستاره سپاه را از یک خاتون هفت پسر بود. خاتون دگر دو پسر توام آورد. یکی را قبل خان و دو یمین را قاجولی بهادر گفتند. قاجولی بهادر در سر آغاز برنائی شبی در خواب دید که فروزان ستاره

از گریبان قبل خان سر بر آورد و به کبودی آسمان رسیده دمی چند پرتو فشانی کرد و فرورفت. ناگاه درخشنده اختری دیگر فروغ گسترد و در اندک مایه درنگ از نظر نهان گشت. تا گرفت روشن کوکبی دیگر درخشید و ناپدیدار گردید. چهار مین بار فروزنده نجمی بدان فروزش و تابناکی که جز مهرنیمروز و ماه نیم ماه را نبود هم ازان برآمد. گاه سر بزد و گیتی را شیدستان ساخت، چنانکه پس از فرو رفتن این نیر جهان فروز نیز جهان همچون روز روشن ماند. نگرنده را از فراوانی فروغ که بدیده در آمدنگه در خانهٔ چشم نتوانست گنجید چشم بازشد. لختی از دیده بدل راز گفت، و درین اندیشه که این چه نیرنگ بود که من نگرستم باز خفت. دگر ره در خواب نمودند که از حبیب خودش هفت بار هفت ستاره همی تابد. درهشتمین فروزش که ازان هفت پرتو پیشین بیش است، پس از نهان گشتن ستاره های بزرگ و ستاره های کوچک که هم ازان چشمهٔ نور در نمود آمده اند جهان را روشن نگاه میدارد. بامدادان پیش پدر رفت و از پرتوستان که در خواب دیده بود داستان راند. شهر یار هوشیار شاهزاده قبل خان را دران خلوت کده خواند تا گفتار برادر شنود مگر در پروازش خواب اندیشه بکار رود. تومنه خان را در سویدای دل افگندندکه از تخمهٔ قبل خان سه تن شاهی کنند وچار مین شهنشاهی، و از نژاد قاجوی بهادر هفت کس بخسروی رسند و هشتمین به کیخسروی. بو که این خسرو کیخسرو شکوه را که ازان خسروان هشتمین باشد هفت کشور فرمان برد، و چون از کشور و لشکر و سریر و افسر گذرد از فرزندانش هر یکی بر اقلیمی فرمانروا و هر فرمانروای در اقلیم خویش خداوند برگ و نوا ماند. خلوت را انجمن کردند و آئین نهادند که قبل خان خسرو باشد و قاجولی بهادر سپه سالار. فرزندان هر دو برادر هم بر این آئین روند. هیچگاه پیوند شهر یاری و سپه سالاری از هم نگسلد. آنان بخسروی دیهیم وگاه را ارزش فزائی کنند، و اینان به سپهبدی خیل و سپاه را کار فرمائی. پیمان نامه بخط ایغوری نبشتند. خان بر پیشانی مهر زد، و دگران بر کنار نامه

نام رقم کردند، و بگنجور سپردند تا آیندگان را از رفتگان دستوری باشد و پسران را از پدران منشوری۔ گویند همدران عهد این بر لوح آهن نگاشته آمد، و آن لوح در گنجینه چون دل در سینه نگاهداشته آمد۔ و این دو یگانه برادر دوئی دشمن یگانگی دوست از کودکی تا برنائی در نام آوری و بزم آرائی یکدل و یکروی زیسته اند، و در جوانی بانداز جهانستانی بادائی که گره در ابرو نیفتد پیمان از سر بسته اند۔

دمیکه مرگ روزنامۀ عمر تومنه خان از هم درید، و آن پس از بست و نه سال و ده ماه هژده روز دارائی و کام روائی بود بروز هژدهم از ماه ذیقعده سال چهار صد و هفتاد و نه هجری توقیع دارائی قبل خان روائی یافت۔ این هوشنگ هوش فریدون فر را النجیک خواندند۔ نگارندۀ ظفرنامه(۱) بر آنست که النجیک ترجمۀ رعیت پرور است، و دگران سرایند که نیای پدر را بدین نام خواندند۔ همانا درین صورت نیز افادۀ معنی مهر گستری و رعیت پروری در نظر است۔ درین زمان خان ختا باخویشتن سنجید که با قهرمان قوم مغل مهر ورزد۔ مهر انگیز نامه روان داشت، و گزیده روشی را به نامه بری ومیانجیگری گماشت۔ فرستاده آمد۔ جهان پهلوان قبلخان را زمین بوسید و نامه سپرد و پیام

---

(۱) کتاب کا مصنف شرف الدین علی یزدی (۱۴۵۴/۸۸۵) اپنے دور کے جید فضلا میں سے تھا۔ اگرچہ حساب جمل و علم اعداد پر بھی اس کی تصانیف موجود ہیں مگر اس کی شہرت کا انحصار ظفرنامہ پر ہے جو تیمور کے پوتے ابراہیم سلطان حاکم فارس و اصفہان کی فرمائش پر لکھا گیا۔ کتاب کا موضوع امیر تیمور کے سوانح اور فتوحات ہیں ۔ اگرچہ بقول دولت شاہ سمرقندی (م ۱۴۹۵/۹۰۰) ابراہیم سلطان نے اس کتاب کی تیاری پر بہت روپیہ خرچ کیا اور مصنف کو مستند ترین مأخذ فراہم کئے مگر اس میں بہت سے حالات و واقعات ظفر نامۀ شامی (۱۴۰۲/۸۰۴) سے لئے گئے ہیں جو خود تیمور کی خواہش پر لکھا گیا تھا ۔ اپنے پرتکلف اسلوب کی وجہ سے یہ کتاب فارسی انشاپردازی کے بہترین نمونوں میں شمار ہوتی ہے۔ اور صدیوں تک اس کتاب کا طرز نگارش بہت مقبول رہا—**مرتب**

گزارد صرفه در آشتی بود نه در فروگزاشت- قاجولی بهادر(۲) را بجای خود نشاند، و با بهمن نامی نامه آور توسن تیزگام سوی ختا راند فرمانده آن کشور سران لشکر را به پذیره فرستاد، و مهمان را بخوشترین نشیمن فردو آورد- دو بادشاه سپهر بارگاه بر یک خوان نشستند و نان خوردند و راوق آشامیدند- مگر خرد پیشه قبلخان را در اندیشه گذشته باشد که مبادا ختائیان زهرباده آمیزند و بدین رنگ خون مهمان ریزند- در هر بزم پس از اندک مایه درنگ به بهانهٔ آب تاختن برون آمدی، و به ستم شگوفه کردی، و خورده و آشامیده از دهن فرو ریختی- چون بزم اندر آمدی دگر باره ساغر گرفتی و خوردنی از سر گرفتی- ختائیان بشگفت فرومانده که یا رب این چه نیرومند و زور آور کسی است که از ما بیشتر می خورد و خورش ر ابروی گرانی نیست- می از ما فز و نتر می‌کشد و هشیار تر از ماست- میکشان دانند که چون بادهٔ پرزور دما دم خورند هر چند هر بار بشگوفه اندازند نه آنست که مستی روی ندهد و تاب می و زبونی ق منش را بهم بر نزند- شبی باده بر خرد زور آورد- قبلخان ریش دارای ختا که التانخان نام داشت گرفت و بسوی خود کشید و نا سزا گفت- میزبان خشم فرو خورد و نزدیکان خود را که بهم در آمده بودند از گستاخی باز داشت- بامدادان میهان آهنگ باز گشت سرود- میزبان که از بد مستی دو شینه سرگران بود، چنانکه میزبانان دامن مهمان زود از دست ندهند و آرزوی دیر ماندن کنند نکرد، و کلاه های گوهر آگین و کمرهای زرین درخشنده و نگینهای بیش بها و بربسته های پرنیان و دیبا پیش‌کشید و پدرود کرد- هنوز رهرو دور نرفته بوده که بد آموزان التانخان را از جای بردند و بران آوردند که قبلخان را از راه بر گردانند و درگاه آورند وکالبدش را بدشنه و خنجر از هم فرو کشایند- سخن بنرمی گزارنده و ستاره از سپهر فرود آرنده بدین کار کمر بست، و قبل خان را براه دریافت و به باز آمدن فریفت- رمیده رام نشد و از راه بر نگشت- فرستاده تنها باز

---

(۲) الف و ب : قاجونی -

آمد و بفرستنده خبرداد- بگروهی از گردان و یلان فرمان رفت که جلوگسیخته شتابند و هر کجا یابند اگر بشادی و رادی نیاید بخواری و زاری آورند- مگر قبلخان را براه دوستی بود از دودهٔ ستودهٔ سلجوق- بکاشانهٔ وی فرود آمد- دانم از بهر آسایش آهنگ دو سه روزه آب خورد داشته باشد- ختائیان شوریده مغز دران ده رسیدند و خان را دران خانه دیدند- سخن بدان لابه ساز کردند که خاقان فریب خورد و خواست که سوی ختا برگردد- خانه خدا که خرد از مهر فزون داشت نهفته باد پای پیش کشید، و گفت: "کارها دگر گون است- رفتن بختا خود بهیچ روی روا نیست- تنها بدین گروه میاویز و برین باد توسن نام برنشین و سوی ایل و اولوس بگریز"- ناگزیر همچنان کرد و جان گرامی به تیزگامی برد- ختائیان روی باز گشتن نداشتند- پی امید گاه تکاپو پی خویش برداشتند- خان سپهر آستان نخست به آرامش جا رسید و ختائیان سپس- با قاجولی بهادر و فرزانگان لشکر سگالش رفت که چه می باید کرد- انجام کار به تهدید یکدیگر بد خواهان را کشتند تا از تخمیکه کشتند دیگر چه دروند-

شهریار دشمن شکار قبل خان از یک بانوی نکودیدار که از قوم قنقرات بود شش پسر داشت که هر یک به جهتی از جهات گیتی فرمان رواستی- نخستین و دویمین به اوکین برقاق و قویله خان نام آور، و دگران بنامهای دگر روشناس- روزی نخستین این دو برادر نام آور ناگاه بشکارگاه از همرهان جدا همی ماند و راه گم کرده هرزه همی گردد- تاتارخانیان که غارت گری پیشه داشتند، پیرامن قلمرو مغول همواره راه میزدند، با این شهسوار (۱) پریشان رفتار بر میخورند، و چون میدانند که کیست باسیری میبرند، و به التانخان ختای میسپرند- خان که دلی پر داشت فرمان داد تا شاهزاده را بر خرچوبین به میخهای آهنی بر دوزند و تن نازنینش از روان پردازند- خداوند مغولستان را که از پیش رنجور بود بجگرتابی این داغ درد افزود:

(۱) الف و ب: دو شهسوار

فرد

یأسم ز جا نگزای خواهش نجات داد
درد مرا بداغ دوا کرد روزگار

چون دانست که ناکام همی باید مرد، دو یمین پسر خویش قویله خان را به جانشینی گزید، و بکشیدن انتقام خون برادر وصیت کرده چشم از تماشای جهان پوشید. شیرژیان قویله خان تا نگین سلیمان بکف آورد بفراهم آمدن سپاه فرمان بنشت. فرمانبران وکینه خواهان از هر سوی به تخت گاه روی نهادند:

نظم

شهنشاه دانا دل و دیده ور
که چون لعل بودی سراپا جگر

بران شد که لشکر فراز آورد
بسوی ختا ترکتاز آورد

ز مردان و گردان و گند آوران
به جنبش در آورد کوهی گران

ازان رو که بایست خونریز شد
منش ها بخون ریختن تیز شد

دلیران ز دشمن کشی دم زدند
ز دم باد بر روی پرچم زدند

ز تاتار تا گرد انگیختند
به بنگاه خان ختا ریختند

التانخان دل و دست و عنان و سنان بکار درآورد، و خود را باسپاهی از ستاره بشمار افزونتر به پیکار درآورد. کوشیدو کوشیدن سود نداشت. رقم فیروزی بنام قویله خان کشیده بودند. شکیبائی گسل شکستی بر ختائیان افتاد. علمها واژگون شد، و اندیشه بگریز رهمنون. جهانبان

التانخان بگریختن جان‌بر شد، و تنهای خسته و دلهای شکسته از میان برد. بشهر اندر آمد و در بروی سپاه کینه خواه بست.

قویله خان و لشکریانش نه آن مایه برگ و ساز به یغما ربودند که در اندیشه گنجد. سپاس گزار چرخ و اختر گشتند، و گرانبار و سبک عنان بر گشتند. بادشاه به چشم روشنی پیروزی سپاه ورعیت را صلای عشرت اندوزی داد. هنگامهٔ جشن گرمی پذیرفت، و بزم سور آرایش یافت. خواهی هنگامه گرم کن و خواهی بزم آرای، مرگ را نه آن خدنگ بکمان است که خطا کند. قویله خان را نیز بهنگام خویش ناوک بر نشان خورد. چون پسر نداشت برتان بهادر جای پدر از برادر گرفت. بسکه دلیر و مردانه بود نامش از خانی به بهادری در جهان رفت. به روزگار جهانداری این شهر یار دلاور برق اجل خرمن هستی قاجولی بهادر سوخت، و پسرش ارومچی برلاس بر سر لشکری رخ افروخت. نهفته نماناد که قبل خان نوزده سال و یازده ماه‌و چهار روز دارائی و خود آرائی کرد، و قویله خان چهارده سال و نه ماه و بست و سه روز فرمان راند، و برتان بهادر هژده سال و یاز ده ماه و هفت روز بشاهی شادمان ماند.

پرتو مهر نیمروز از فروغ گوهر ییسوکا بهادر تا درخشندگی جوهر تیغ چنگیز خان

بلبلان(۱) دستان سرای بستان پیرای سخن تا به پرتو مهر بال فشانی آغاز کرده اند، زمزمهٔ جهانگیری و بلند آوازگی قهرمانان ترکمانیه بدین هنجار ساز کرده اند که تا روزگار سلطان برتان بهادر و سپهبد قاجولی بهادر سر آمد ییسوکا بهادر مهین پور برتان بهادر را بشهریاری و خسروی و سوغوجیجن گرامی فرزند ارومچی برلاس را بسپه‌سالاری و پیشروی نام برآمد- کشور خدیو بلند پایه و لشکر خدیو گرانمایه باز بر تاتار لشکر کشیده، و خانهای تاتاریان تار و مار کرده، مالی از اندازه بیرون به یغما، و دو تن از نامداران انجمن دستگیر آورده است- هنگام باز گشت ازین سفر پیروزی اثر بانوی خاقان نامور که اولون نام داشت و آبستنی بود پسر زاد- خط سر نوشت جهانستان از سیما مانند جوهر از تیغ پولاد آشکار و فرهٔ جهانسوزی نگاه از چشم همچون رنگ می از آبگینه نمودار، تا هر دو دستش را که بهنگام زادن فرو بسته بود از هم کشادند افسرده خونی چون زر دست افشار در مشت یافتند- دانستند که این نوپیکر پری زاد در خونریزی دستی است ازل آورد، و در پیروزی شکوهی است خدا آفرید- ازان رو که دران سال تموچین فرمانده تاتار را روز فرو رفته بود، ییسوکا بهادر به چشم داشت

---

(۱) الف و ب : بابلان

نگاهداشت نشان فتح خداداد پسر را تموچین نام گذاشت. گویند درخشیدن این فراوان فروغ ستاره از افق گاهواره در سال تنکوزئیل بستم ماه ذی قعده سال پانصد و چهل و نه هجری، در طلوع جزوی از اجزای میزان که هفت اختر درین کاشانه جا داشتند رو نموده است. نامه نگار پوزش می گسترد، و پس از خواستن عذر دراز نفسی همیگوید که درین گذارش خطای رفته است، و نمی تواند بود که به بستم ذی قعده که ماهی از شهور قمریست مهر و ماه در یک برج بوده باشد مگر از ذی قعده بست یا بست و هشتم نهند، واگر همان بستم ماه است مهر را در میزان و ماه را در جوزا یا سرطان نشان دهند نه در میزان. کوتاهی سخن تموچین را به ناز پروردند، آئین و فرهنگ آموختند. بروزگار کودکی شبی در خواب دید که هر دو دستش دراز است، و در هر دست تیغی است از دست دراز تر که دنبالهٔ یکی به خاور رسیده است و سنان دیگری به باختر. بامداد به مادر گفت که شبم در خواب چنین نموده اند. نوید جهانستانی داد و سپند سوخت. این بادشاه دولت یار بخت بیدار که تموچینش گفتند و روزی فراز آید که چنگیز خان نام یابد، برادری داشت جوجی قسار نام، پر دل و شیر اندام و پولاد بازو، گردن بدرازی انگشت نما و سینه بفراخی روشناس، وانگه کمری چنان باریک که پیوسته از گرانی بارسینه وگردن بر خویشتن لرزیدی. آورده اند که چون خود را گرد آوردی و تن در خویشتن دزدیدی از حلقهٔ کمان بد انسان که زه نجنبد برون رفتی، تا دانی که هرکرا دست و دل و مایه و پایه آنچنان دهند برادر نیز چنین دهند. ماه چهارده را شمارهٔ سنین عمر از سیزده نگذشته بود که ییسوکا بهادر:

ع

بر تخت پشت پا زد و بر تاج دست رو

راز دانان روزگار فرو مردن چراغ هستی این روشن روش شهریار، پس از انکه بست و نه سال و ششماه و شانزده روز جهانفروزی کرد،

در سال پانصد و شست و ذو هجری نشان داده اند. بهرام رام آفتاب تاب تموچین فیروز بخت پس از پدر بجای پدر :

ع
تاج بر سر نهاد و پای به تخت

نگفتم و می بایست گفت که همدران سال که ییسوکا بهادر بن برتان بهادر بن خسرو قبل خان را بدیدار یوسف جاوه مهان عزیزی رخ افروخت، و سوغوجیجن بن اروهچی برلاس را رخشنده گوهری از غیب بجیب ریختند، همانا برین صفحه نقش پیدائی قراچارنویان انگیختند. شهنشاه روی زمین چنگیز خان تموچین پس از کشور کشائی و فرمانروائی که باستانی نگارشها ازان گذارشها نشان دارد، و ما نیز لختی ازان خواهیم گفت، دران رنجوری که دیگر ازوی جان نبرد چغتای خان گرامی پور خویش را در ماوراالنهر و ترکستان به تخت خانی و جهانبانی جا داده است، و پیمان سر لشکری و سروری قراچارنویان را به بستن عقد زناشوی میانهٔ وی و دختر چغتای خان استوار تر کرده. گوئی خدنگ اندیشهٔ آن دویکتا برادر یعنی قبل خان دلاور و قاجولی بهادر که در مستقبل پر کار کشای نقش نیمرخ یک دلی بودند اینجا بر نشان آمد که لوح آهنی عهد نامه پس ازین روشن گری در کارگاه روشنگهری آئینهٔ صورت نمای صاحبقران آمد. زود که شهریاری و سپه سالاری بهم امیزد، و خسروی و سپهبدی را تفرقه از میان بر خیزد. افسر و اورنگ و تیغ و ژوپین را یک کس آئینه زدای آید، و خرگاه و سپاه و قلم و علم را یک تن کارفرمای آید. چون سپهبد بدامادی خسرو رخ افروخت، ازان رو که بترکی زبان داماد را گورگان خوانند مژده گویان قرا چارنویان را گورگان خواندند. و بر حلقهٔ نگین نام وی و اولادش گوهری دیگر نشاندند. و اینکه جهانداران تیموریه را چغتای گویند نیز ازینجا است که نیای مادری این منوچهر آبرویان فریدون فر چغتای خان است.

گهر شمارندگان گفتار را درین نورد شمار آنست که جهان در عهد ییسوکا بهادر برهم خورده بود. یکی که تنها بر تنها فرمان راند

درمیان نمانده، و بهرسو مرزبانان هر سویه پدید آمده. چنگیز خان که در کودکی سری یافت کار از پیش نتوانست برد. هر چند بهمدستی قراچارنویان تیغ و دوستی زد از ستیزه طرفی نه بست، و در آویزه کاری نکشود. ناچار به تهدید فرزانه قراچار در اونگخان گریخت، و بکارفرمای اقبال دولت آسا بدامنش آویخت. بلندی پایه و فراخی سایهٔ خداوند اورنگ جهان داور آونگ خان که ما ناسنجیده فرو میگزاریم، هم ازینجا می توان سنجید که همچون چنگیز خان نره شیری بوی پناه برد. با ییسوکا بهادر برادرانه زیستن و همدگر را بچشم مهر نگریستن آن خواست که پناهنده را چون جان گرامی داشت، و در دیده و دل جا داد. شیر مرد نامور از روزگار امان یافت، و در روزگار از آسایش نشان یافت. چون تیغ زدوده جوهر آشکار کرد برادر آونگخان را که از فرمان برادر سر می پیچید گوشتاب داد، و گردنکشان گروه مکریت را خاکمال. از کشایش کارهای فروبسته و دوستی لشکرهای شکسته جان را منش بمهر رهنمون آمد، و جهان پهلوان را پسر خواند. آوارگان قوم نایجویت و سلجوت و قنقرات و جلائر و تاتار که از پیش چنگیز خان را دشمن داشتند بلکه هم از ناساگاری و دلازاری این گروهها گروه کینه وران بی شکوه آزرده و دل خسته به اونگخان پیوسته بود، هستی و دراز دستی خان پسندیدند و انجمنی آراسته باهم پیمان بستند که تا چنگیز خان را نکشند و نیاسایند. اسپی و گاوی و قوچی و سگی آوردند و کشتند و کار سوگند در انجمن سره کردند.

دانی که ازین گفتن چه خواستم؟ آئین آن بود که مغول را چون بکاری گرایش میرفت و سخن از پیمان می آمد، به ریزش خون این چهار جاندار شگون همی گرفتند که هرکه پیمان شکند روزگار همچنین بخاک و خونش فگند. پیکار جویان سپس خوردن سوگند از جان سیر شدند و خونها ریخته بخون ریختن دلیر شدند. تاختن گرگ ببوی رمه از بهر شکار است تا شتافتن رمه بسوی گرگ از بهر چه کار است. گرد آمدند و رفتند و پیکار جستند و هزیمت یافتند. پدید آمدن فروزهٔ

این فیروزی که یاری و دستیاری یکدیگر بود میانهٔ دو آزاد مرد مهر افزود. سنگون خان پسر آونگخان را پیوند بیگانه با پدر دشوار افتاد، و چون دانست که کار افتاد از کین توزی به بدآموزی نشست، و بهمزبانی سران سپاه با آونگخان سرود که چنگیز خان بد اندیش و ناراست است وهم ازینجا نهانی با بتنگ خان بزم سخن آراست است. هوای سری در سردارد، و میخواهدکه ما را از میان بردارد. خان باورنداشت. چون بسیار گفتند، و تنی چند از اودران و برادران چنگیز خان را گواه آوردند دلنشین شد، و سگالش رفت که فردا با مداد پیش ازانکه روز پرده درد، بر سراپردهٔ چنگیز خان ریزند، و خان را در رخت خواب گیرند. مجلس بر گشت، و هر یکی راه خانهٔ خویش گرفت. یکی از رازداران در شبستان با همخوابه گفته باشد که فردا این چنین کار در پیش است تا چه پیش آید. مگر دو کودک از پس پردهٔ آن خیمه همی شنیدند و رفتند و شنیده را بخان باز گفتند. به تهدید قراچارنویان همدران شب تیره توسنان را بزین در کشیدند، و سواره از خیمه گاه بدر رفته کوهی را که دران دشت بود پس پشت‌داده به پشت گرمی اقبال پشت برکوه ایستادند. خیمه‌ها خالی مانده و جابجا آتش افروخته. گویند دران هنگام شمارهٔ سپاه خان از چهار هزار و ششصد سوار در نمی گذشت. کودکان دروغ گوی نبودند، و آهنگ دشمن بگزاف نبود. آونگخان با سپاهی گران به شبگیر بر فرود آمدن جای خان تاخت، و به چشم داشت کشودن جوی خون از رگ خفتگان تیر باران آغاز نهاد. نه از ستیزندگان هیاهو بگوش خورد، و نه از گریزندگان روا رو روشناس چشم گشت. بخیمه های خالی در آمدند، و پشت دست بدندان گزان برآمدند. پردهٔ آزرم برخاسته و آشتی را بهانه و فروگذاشت را گنجائی نمانده. ناچار پی رمیدگان گرفتند. و چون روز روشن شد، و براهنمائی نشان سم ستور راه رفتند، کمین داران دامن کوه به آمد آمد کمان داران انبوه وارسیده پیشدستی کردند، و سنان بر سنان و عنان بر عنان با جنگجویان در

آویختند. دامن کوه از بسیاری خستگان ارغوان زار و بیشه از روانی خون و خوی نبردآزمایان رودبار شد. لشکریان آونگخان را آ نمایه جوی خون از سرگذشت که آنچنان لشکر بیشمار در شمار با سپاه چنگیز خان برابر گشت. سنگونخان زخم خورد و آونگخان ,شکست. دانی که در خستگی و شکستگی از گریز گزیر نیست. ناکام گریختند. اردوی خان فیروز بخت را پس ازین فیروزی تنگ آب چمشه فرود آمدنجای شدکه خاک نمناک میفشردند تا آب همی خوردند. ناچار آن آبشخور نادرخور را گذاشته دشتی چند در نوشتند، و بر لب رودی که از کوه فرو میریخت فرود آمدند. درین آبخورد بگروه قنقرات پیام آشتی رفت، و یکدلی صورت گرفت.

در اندیشه گذشته باشد که با آونگخان هرزه ستیز بدگمان دگر باره بهم پیوندیم تا بیم شبخون از میان بر خیزد، و این هر دو لشکر یکی گردد. سنگونخان نگذاشت که مهر پدید آید. خشمناکانه بران لشکر ریختند، و گرد کین انگیختند. بر شکست خوردگان دگر باره شکست افتاد و جز کشور بتنگ خان هیچ جا نتوانستند دم گرفت. آونگخان را سران سپاه آن مرزبان کشتند، و سنگونخان را پس از گریزهای پی در پی در کاشغر روز سر آمد. و این ستیز و آویز وبهار آونگخانیان را بر گریز در سال پانصد و نود و نه هجری روی داده است. همدرین سال جهانستان چنگیزخان در چهل و نه سالگی نام شاهی بر خویشتن نهاد، و از فراخنای گیتی آن مرزبوم را که آونگخان داشت کشور خدا شد، تا بانگ خان را در دل افگندند که باندیشه راندن بیگانه از همسایه خود را بردم تیغ زند. از هر کشوری سری و از هر سرراهی سپاهی فراهم آورد، وبا شهنشاه آویخت. فرجام کار خسته از نبرد گاه گریخت و فراهم آمدگان را تار و پود گسیخت. پسرش آسیمه سر از میان رفت، و او خود دران خستگی زود از جهان رفت. جهانبان را کشوری دیگر و لشکری دیگر افزود، و همچنین میفزود تا بدانجا رسید که شمردن

را جا نماند و گفتن را اندازه- ریگ بیابان و قطره های باران را توان شمرد، و دلیران سپاه چنگیز خان و کشتگان تیغ و سنان آن سپاه گران را شمار نتوان کرد -

نامه نگار را تا اینجا دل بسوی دل قراچارنویان بود، و زبان سخن از هر در می سرود- اکنون هنگام آن آمد که زبان ازین گفتار پیوند گسل گردد، و در سخن همان گرد دل گردد-

---

پرتو مهر نیمرزز در وزیدن نسیم نوروزی
به جنبش پرچم لوای جهان کشای سپهبدی قراچارنویان
تا زرین کلاهی و شهنشاهی صاحبقران اعظم
امیر تیمور جم حشم

نظم

دیگر بدان ادا که وزد در بهار باد
دارد بپویه کلک مرا بیقرار باد

وقتست کز تراوش شبنم ز جوش مهر
گوهر فشان شود بسر سبزه زار باد

وقتست کز شگرفی آثار نامیه
بندد حنا ز لاله بدست چنار باد

وقتست کاورد ز ره‌آورد نو بهار
بی جام و آبگینه می بی خمار باد

با محتسب بگوی که مستی گناه نیست
زین پس بجای باده خورد باده خوار باد

از گونا گون شقایق و از رنگ رنگ گل
زد نقشهای بوقلمون صد هزار باد

سنبل چرا ز غصه نپیچد بخویشتن
کش جز به سبزگی ننهند در شمار باد

بنگر قماش سبزه که بافد ردای خضر
بی آنکه پود را بهم آرد به تار باد

نی باد بلکه خود دم جان بخش عیسویست
نامش نهاده اند درین روزگار باد

زان رو که چار سوی جهان را فروگرفت
ماند به پرچم علم شهریار باد

گل سرسبد این گلستان، چشم و چراغ این دودمان، همایون گهر صاحبقران، امیر تیمور گورگان در توزک خویش از زبان ستاره فشان پدر بزرگوار امیر طراغای نامدار بزبان کلک سخن گزار چنین حرف میزند که درین دوده نخستین کسی که بفروزهٔ فرخی دولت روز افزون و فرمان فرخندگی اقبال به یزدان پرستی و وخشور پذیری روی آورد، و بهمداستانی ایل و همزبانی گروه و هم آهنگی دل و زبان بحلقهٔ اسلامیان در آمد قراچارنویان فرخ نهاد است که روان گویای کالبد دانش و داد است - هم در کاسه خانهٔ وی الکوس (۱) کوس گر و بهرام چوبینه چوبک زن، و هم در موکب شاهانهٔ وی نوشیراون روان و اردوان(۲) - جهانداری را از سپهسالاریش صد گونه طراز، بلکه سپهسالاریش را بر جهانداری صد رنگ ناز- سرزمین دلکش کش به اولوس برلاس سپرد تا بدان فراوان ارز مرز طرح اقامت افراختند، و کاژه و کاشانه بر ساختند- همدران گلزمین بطرف خیابان مرادش سایه گستر و گل افشان نهالی رست- سایه نشینان به چشم روشنی گفتن گهر سفتند، و آن شیر شرزه را ایجل نویان گفتند- وی آبرو روائی و فرماندهی و اقبال قبول داشت، و بدخشان و کاشغر و اندجان و دژ شادمان در تیول داشت- پسرش امیر الیسنگیز بروزگار سپهسالاری خویش

---

(۱) ایک تورانی پہلوان کا نام جو رستم کے ہاتھوں مارا گیا—**مرتب**

(۲) اردوان : اشکانی خاندان (۲۵۰ - ق - م - ۲۲۷ء) کے پانچ مختلف بادشاہوں کا نام—**مرتب**

فراوان دژها کشود، و به پیروزی چیره دست آمد- با آن همه فراخی نعمت از ناسازگاری ترکمانان دلتنگ بودی، و از دلبستگی که بحال قوم داشت دلش از کشایشها نکشودی- سپس هشتن تن جای خویش به امیر برگل گذاشت- وی تا نظر بکار شاه و سپاه و ایل واولوس گماشت آسایش در آن دید که در آرامش گاه کش بکنج فراخ سر ببالین نهد، و به سری اولوس قناعت گزیده آز شوخ چشم را گو شتاب دهد- گاو و گوسپند و اسپ و شتر و سلاح و سلب و زین و ستام و شاطر و شبان وکشاورز و کدیور و داه و غلام فراوانش بود، و از تره و گیاه و گل و میوه و سایه(۱) سرچشمه و نخل و کشت آنچه در خیابانها نگنجد دران بیابانش بود- پسرش طراغای را در یزدان پرستی و ترک پندار هستی پایهٔ دیگر دادند- درین ایرمان سرای دو در سر لهو و بازی نداشت، و جز با خدادانان روشندل دمسازی نداشت- فروهیده فرجام امیر تیمور که فرزند فرزانهٔ دلفروزش بود بشب از خوبی ماه نیم‌ماه و بروز از روشنی مهر نیمروزش بود- رنگ بستن انگارهٔ صورت شکوه و گهر گشتن قطرهٔ ابرنیسان‌جاه در سال هفت صد و سی و شش هجری روی نمود- این نو پیکر پذیر که هنوز از لبش بوی شیر بمشام زدی خرده بر فریدون و گرزهٔ گاوسار گرفتی، و چشمک بر جمشید و جام زدی- در صید گاه ورزش جانشکری دشمن داشت، و در دبستان درس روان پروری دوست- بایوان دانش اندوزی از سر بزرگی نوآموزان را آموزگار آمدی، و بمیدان رخش‌تازی از کوچک دلی گم کرده راهان را راهنمای- گاهی که از نیزه سخن گفتی بنوک سنان در سفتی- و دمی که از جام دم زدی نه خم نیلگون را بهم زدی:

---

(۱) الف و ب : میوه تو سایه

نظم

هر دم سخن از نبرد میگفت از ناصیه حال مرد میگفت
آئینهٔ تیغ در نظر داشت از راز نه آسمان خبر داشت
می کرد به لهو ترکتازی می جست به نیزه سرفرازی
آوازهٔ ننگ و نام می جست از شاهد ملک کام می جست
شایسته پسند و نغز گو بود آزاده رو و خجسته خو بود
در تیغ زنی و نیزه بازی میکرد به تیغ و نیزه بازی
حرف از ره ناپدید میزد بر قفل همی کلید میزد
بر یافتن سریر شاهی میداد دلش همی گواهی
زان گونه که دل بر آن توان داشت از بخت نوازشی گمان داشت

هر چند بهنگام گرمی هنگامه کار که اندیشه در گرو حال خجستگی فال صاحبقران اکبر بود ظفر نامهٔ ملا شرف‌الدین علی یزدی نیز در نظر بود۔ مرا آن خوش آمد که بذله بندی سخن از خوان نطق ولی نعمت دستمایهٔ آبرو الفنجم، و گهر های راز به ترازوی گفتار خداوند کردار سنجم۔ مگر بزرگی از صنادید عرب که خود را ابوطالب حسینی می گوید توزک تیموری را از ترکی بپارسی ترجمه کرده و به چشمم داشت هم نفسی من ساز آن زمزمه کرده است، چشم بسواد آن کتاب دوختم، و چراغ گویائی از شمع نطق آن فرزانه افروختم۔ و این از بهر آن گفتم که اگر ناگاه گفتار مرا درین سره گزارش با نگارشهای دگر اندک مایه اختلاف رو دهد، دیده‌وران دانند که جواب بعهدهٔ ابوطالب است نه بذمهٔ اسد الله غالب۔

سخن کوتاه سخن‌گزار سخن چنان همی‌گزارد که روزی از روزها باهنگ زیارت حضرت شیخ زین‌الدین تایبادی(۱) بخانقاه آن خدا آگاه شتافت۔

---

(۱) تایب آباد یا تایباد باخرز کے علاقے میں ایک قصبہ، امیر تیمور کے پیر شیخ زین الدین یہاں کے رہنے والے تھے—مرتب

شیخ را شرف‌اندوز تلاوت مصحف مجید یافت- قضارا دمیکه سلطان جوان بخت در صحن خانه پا گذاشت خواجه آیهٔ الٓمّٓ ٥ غُلِبَتِ الرُّومُ ٥ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ(١) بر زبان داشت- بنگاهی که از وی همه مهر تراود نگرست و گفت: "اوغل در آئینهٔ سیمای تو میبینم که هر آئینه به بنگاه سکندر ترکتاز آری و نازنینان روم را از خود آرائی و خود نمائی باز آری- لیکن ازان رو که براهنمائی فحوای ادنی‌الارض حرف آخر ارض همان ضاد است که فرزانه آنرا در موقف شمار اعداد بپایه هشتصد نهاده‌است، نشگفت که چون در سنین هجریه صدهٔ هشتم بشمار آید نهال آرزو ببار و شاهد مدعا بکنار آید":

هم آخر چنان شد که فرموده بود

شیخ از ربودگان کشش کمند آگاهی است، و روشناس لوامع سحر گاهی- دانشهائی آشکارا از نظرگاه التفات مولانا نظام‌الدین هروی اندوخته، و چراغ بینش های نهانی بخلوت خانهٔ دل از دم گرم شیخ اولیس افروخته- برهبری نویدی که از مزار شیخ الاسلام احمد جام یافت بانداز زمین بوس روضهٔ امام علی موسی رضا علیه‌التحیة والثنا به مشهد مقدس شتافت- آنجا کاش تمام کردند، و رحیق مختوم مفهوم اَلفَقْرُ اذاَ تمَّ هُوَالله بجام کردند-

در توران زمین از گروه چغتا قازان سلطان نام صاحب شکوهی بود که خانی و خدایگانی، ایل و دارائی و فرمانروائی قوم داشت- بیدادگری،

---

(١) ٣ : ١ — مرتب

آشفته سری، ناسازگار خوی، ستیزه جوی، از بادهٔ پندار سیه مستی، بجنگ آهنین چنگی و به ستم دراز دستی که جز به بیداد کار نفرمودی، و مال از فرودستان به یغما ربودی- امیر قزغن که نیز از سران اولوس چغتا بود از ترکمانان لشکری فراهم آورد و با سلطان پیکار جست- نخستین بار کاری نساخت- شکسته دل و خسته تن و سوده رکاب و نرسوده جلو برگشت- چون دگر باره بر قرشی که بنگاه و آرامشجای قازان سلطان بود تاخت بیاوری یزدان بر اهرمن ظفر یافت:

نظم

هنوز از غباری که برجسته بود   بسا ذره بر خاک ننشسته بود
که در جنبش از چرخ آرام یافت   ز دادار پیروزگر کام یافت

امیر قزغن پس ازان فیروزی و بهروزی که رو نمود قازان سلطان را بند و زندان ساز داد، و زرهای به یغما ربودهٔ وی به ستمکشان زیان زده باز داد- پس از چند ساله گرفتاری سلطان را هم دران بند بزاری کشت- لاجرم ماوراء النهر را فرمانروای و گوشهٔ کلاهش آسمان سای آمد- مگر روزی میانهٔ امیر قزغن و امیر طراغان در بارهٔ اولوس و قشون سخن میرفت، و فرزانهٔ فیروزی‌فر امیر تیمور دلاور با پدر همزبان بود- پدر را از گفتار باز داشته خود بشگرفی سخن سرای شد، و بدان هنجار زخمهٔ چند بر تار گفتار زد که امیر قزغن دران شیوه بیانی و گهر فشانی بمهر دل بست و بآفرین زبان برکشاد- سخنگوی فروهیده او را پسر خواند و هم دران بزم اولجایتو ترکان خواهر امیر حسین نبیرهٔ خویشتن را بآئین دین و قانون شرع بوی سپرد تا خویشی بر خویشاوندی افزاید، و آمیزشی چون شیر و شکر درمیان آید- امیر جهانجوی پس ازان پیوند پیوسته با امیر قزغن در بزم همنشین و همدم و در رزم پیشتاز و پیش آهنگ بودی- از نبرد آزمایان برلاس و دلاوران چغتا هر که آن دستبرد نگرستی شگفتی فروماندی، و دستت مریزاد گویان بران دست و بازو آفرین خواندی- همانا آن خیل و حشم که فراز می آمد از دریای لشکر

صاحبقرانی موجی بود که می خاست، و آن گونا گون پیروزی که رو می نمود از آثار نوید جهانبانی نقشی بود که می نشست- پس از امیر قزغن که دامادش تغلق تیمور ناگاه در شکار گاهش کشت جهان پهلوان تهمتن توان به تنها دامن همت والا گرفت، و در تیغ زنی و خصم افگنی کارش بالا گرفت :

رباعی

هر چند که زشت و ناسزائیم همه　　در عهدهٔ رحمت خدائیم همه
در جلوه هم چنان که مائیم همه　　شایستهٔ نفت و بوریائیم همه

برادر زن صاحبقران همانا امیر حسین نیز بوی پیوست، و عهد بست که هر چه از ملک و مال و برگ و ساز گرد آید بر یکدگر بخش کنیم، و باهم جز مهر و با قوم جز آزرم و با خلق جز داد نورزیم- بخون گرمی این دو گرد دلاور و دو شیر مرد هم‌گهر هنگامه گرمی پذیرفت، و گزین دستگاهی و سترگ سپاهی فراهم آمد- صاحبقران نه از سادگی بلکه از آزادگی دل با زبان یکی داشت، و امیر حسین همواره در کمین آن بودی که انباز را از میان بر دارد و به یکتائی علم دارائی افزازد- از دیده وری بسگالشهای آن نژند اندیشهٔ نا راستی پیشه پی بردی و از فرزانگی و مردانگی هیچ گاه برو نیاوردی :

فرد

ستم بجان کج اندیش میتوان کردن　　خجل ز راستی خویش می توان کردن

روزگاری دراز تر از رشتهٔ طول امل با ملوک طوائف در کجدار و مریز و ستیز و آویز گذشت- همگنان چشم براه و گوش بر آواز داشتند تا یل اسفند یار نیرو را کدام سو چشم زخم رسد، ویژه امیر حسین که جز بریو و غریو و رنگ و نیرنگ کار نمی کرد، و در انبازی و دمسازی فتنه پردازی و شعبده بازی شیوه داشت- نیرنگسازی اقبال عدو مال صاحبقران کشورستان را نازم که هم آن گروه بی شکوه را سو بسو پای

یسنگ خوردی، و هم این گروه بی دستبرد را جا بجا دست از کار رفتی- صد ره اتفاق افتاده است که این نفاق پیشه‌گان خرد دشمن خون گرفته را از نژاد چغتا خان دست گرفته بر تکیه گاه خانی و مرزبانی نشانده اند، و زود نه دیر شمشیر بر سرش رانده اند- تنهای پیل تنان را مسند و نطع از پی هم مهیا بود، و سرهای سرداران را ناز بالش و خشت گور از بس یکدگر آماده-

نظم

سیر سیاره و روش چرخ نیلگون　　اینها کند هر آئینه در مذهب حکیم
اما من آن نیم که پسندم طریق وهم　　ز اخترچه شکوه چون نبود جز خدا قسیم
بنود بجز ظهور صفات و شئون حق　　صلح و نبرد و فتح و شکست و اُمید و بیم
توقیع معنویست گر انصاف ور ستم　　تشریف خسرویست گر اطلس و گر گلیم
از حق بود افاضهٔ هستی بهر صفت　　جز وایه نبود انچه بسایل دهد کریم

همچنین بارها امیر حسین را ز درماندگی و زبونی کار سخت افتاده است، و سلطان سام هم آورد افراسیاب همتا بر لابه گری وی بخشوده بیاری و یاوری دل نهاده است- کینهای نهانی امیر حسین آشکارا بود- همه میدانستند و خدیو همه دان از همه فزونتر میدانست- دانم که در ضمیرحق پذیر آزرم ناگزیر میگذشته باشد که مگر این سست‌مهر خوهای زشت و کردارهای نکوهیده بگذارد، و جهاندار را دگر بنا راستی و جهانیان را سپس به درازدستی نیازارد- ناجوانمرد را فرهٔ ایزدی کجا که بخشم و کام نگردد و راه دانش و داد رود- در آزردن دل آزرم نداشت، و در بردن زر شکیب و در کشتن خلق پروا:

فرد

تو پارسا طلبی عاشق و من آن رندم　　که می بحلقهٔ اوباش آشکار کشد

پایان کار لشکریانش از ناخوشی ستوه آمده آن جوانمیر خدا گیر را با هر چهار پسرش گرفته آوردند و به خداوند گار سپردند. دارای نبردآزمای را آهنگ عاجز کشی نبود، و خونگرمی پاداش نداشت. میخواست نابخشودنی بخشودن و گناهان نابخشیدنی بخشیدن. از نهاد اهل بزم خروش برخاست. خاصه شاه محمد مرزبان بدخشان و شیخ محمد بیان سلدوز و امیر کیخسرو که ریشهای نو و ناسورهای کهن داشتند زخمه تیز تر زدند، و به نواهای خونچکان خونابه فشان فغان برآوردند که ما قصاص خونهای ریخته میخواهیم نه انتقام فتنه‌های انگیخته که والی ولایت آنرا بحل تواند کرد. ناگزیر بدین گفتار فرجام گیر و دار بشرع حوالت رفت. کار آگاهان و دانش پناهان خون ریختن فرمودند، و سادات و علما بکشتن فتوی دادند. پنداری چون خون گرفته اینها شنیده باشد در دل اندیشیده باشد که خود را بدویدن از هنگامه بدر برد، و سپس در زاویهٔ گمنامی که همسایهٔ نیستی است روزگار بسر برد. از انجا که سلاح و سلب نداشت سراسیمه از جا رفت، و از خرگاه بدر آمده بجنگ سیلی و مشت راه گریز پیش گرفت. خون خواهان بخون گرمی در وی آویختند، و خونش را که بدویدن گرم شده بود گرماگرم برزمین ریختند :

نظم

تو ای ندیم که مانی ز تازه روئی خویش
بسبزهٔ که سر از طرف جوئبار کشد

فریب مهر زگردون مخورکه این بی مهر
دهد فشار کسی را که در کنار کشد

هوای تاج شهی هرکرا بود در سر
سری بمد فن شاهان تاجدار کشد

از هر چهار پسرش دوتن که سعید سلطان و نودر سلطان نام داشتند هم دران غوغا جامه گذاشتند. جهان ملک و خلیل سلطان

که بگریختن جان بردند چنان رفتند که از ره گذر گرد برنخاست، و از نام آن ناکامان در گیتی نشان نماند. پس از آنکه خس و خار از ساحت ملک رفته شد، و سنگریزه ها از شاهراه برچیده آمد، خانان و مرزبانان و کدخدایان و لشکر آرایان به تهدید یکدگر خواستند که فریدون را بر مسند جم نشانند و چترشاهی گرد سرش گردانند. شاه محمد والی بدخشان و امیر کیخسرو داماد کدخدای ختلان و شیخ محمد بیان سلدوز که باد پندار سری در سر و آز و آرزوی شاهی در دل داشتند اگرچه نخست بسر کشی گردن افراختند، آخرکار بگرمخونی سران همسرورهنمونی بزرگ زادگان مرتضوی گهر که سید ابوالبرکات پیشرو آنهمه و پیش آهنگ این زمزمه بود بنرم شانگی گردن نهادند، و بفرمانبری تن در دادند.

روز چهار شنبه دوازدهم ماه صیام سال هفتصد و هفتاد و یک هجری که روائی فرمان صاحبقران در قلم و سنین عمر بمرحله سی و پنچم قمری رسیده بود آسمان بطریق حلول به پیکر تخت در آمد تا شاه آفتاب سایه پا بران گذاشت، و آفتاب بسبیل بروز بصورت تاج برآمد تا خدیو آسمان پایه آنرا بسر بر نهاد. زحل در حلقهٔ مشائخ بدانگونه که کسش نشناخت مژده گوی آمد، و مشتری در زمرهٔ سادات بروشناسی و آشنا روئی چشم روشنی گرفت. مریخ از بیم آن که مبادا از سر کشی ترکان شوریده سر پرسش رود هم از دو زانو زد و راست چون راستان برآستان استاد. زهره درتهنیت بدان کرشمه غزل سرود، و عطارد روزنامهٔ اقبال بدان ادا فروخواند که آن بدایرهٔ خنیاگران بزم درآمد، و این توقیع دبیری خاص یافت. ماه که پیک آسمانی است خود از دیرباز درین کار بود که هر روز مژدهٔ فتح از منزلی می آورد و میرفت تا از منزل دیگر نوید فیروزی آورد :

نظم

طرب در بزم عیشش برده حوران را برقاصی
کرم برخوان فیضش خوانده رضوان را بمهمانی

فروزش را برویش سازش پیمان یکرنگی
نوازش را به خویش نازش پیوند روحانی
باقلیمش گدا نتوان بره دیدن ز نایابی
بدیهیمش گهرنتوان شمردن از فراوانی
نهان در خاطرش اسرار اشراق فلاطونی
عیان بر خاطرش آثار توقیع سلیمانی
سر راهش سپهر آورده قیصر را بدرویشی
بدرگاهش قضا بنشانده دارا را بدربانی
دلیران سپاهش را هنرها جمله بهرامی
فرازستان جاهش را بناها جمله کیوانی
همش باخلق گونا گون نوازش درحق اندیشی
همش باخویش رنگا رنگ نازش در خدا دانی

هان ژرف نگهان ! شگرف کاری اقبال ازل آورد نگرستن دارد. آنان که دیروز چون شهنشاه خواستی که پای بر تخت و تاج برسرنهد بر روائی خواهش خرده میگرفتند و میسرودند که خلاف عهدنامه چون کنیم، و سپهبد زاده را خسرو چون پسندیم، این سر بمغفر در خور است نه بتاج، و این دست به خنجر سزاوار ست نه به نگین، امروز جانسپارانه زانو میزنند و خاکسارانه زمین می بوسند. شاه دریا دل بگنجینه فشانی و ناسنجیده گهرپاشی بد انسان کف کشاد که گنج شایگان رایگان رفت، و باد آورد باد خوانان بردند' تا بازیافت سادات و مشائخ و امرا چها خواهد بود.

روز آدینه که پس فردای این روز فرخی اندوز بود در مسجد جامع بلخ خاقان اکبر خواندند، و گلهای جاوید بهار دعا بر فرق فرقدان‌سا افشاندند. بطرفداران هر مرزبوم یرلیغهای نوازش آمود فرستاده آمد، و بآسایش استواری و با فزایش

امیدواری داده آمد- شهریار خرد پیش کار نوئین نوآئین شیوه مراد بهادر را بکار کیائی بلخ گماشت، و لوای نصرت هوای عزم بسوی سمرقند افراشت- دران شهر خرمی بهر نیز بخطبه دم سرفرازی منبر و به سکه نقش آرایش سبیکهٔ زر زند- از روی روائی فرمان جهاندار جهان آرای بارهٔ بلند بارو بدان سرفرازی که چون گردان سپهر در گردش ازان سو گذشتی سینهٔ سپهرو روی ماه و مهر فگار گشتی فروزهٔ فرازش گزید، و والا پایه و فراخ پیشگاه مسجد جامعی که در صحنش دو جهان و در گنبدش هفت آسمان تواند گنجید اساس پذیرفت، و ملائک سیرگاه خانقاهی که پنداری زیر آسمان آسمانی دیگر است یا خود اندرین جهان جهانی دیگر است بنا نهاده آمد، و همچنین در بیشه‌ها و هامونها بهر ره گذر رباطی و بهر منزل کاروان سرای دران سر زمین به پیدائی نام بر آورد :

نظم

از شهرشه نشین چه سرایم که جوش گل
رنگ شفق بکنگر آن شار سان دهد

معمورهٔ که آب و هوایش ز خرمی
در عهد گل ثمر بکف باغبان دهد

درازی سخن پیشکش، سمرقند را بافراختن باره و بارگاه و ساختن کاخ و مشکوی و پرداختن طاق و رواق نمونهٔ چرخ هشتمین کردند، و تختگاه نام نهاده از بهر آرامش گزین کردند- جهانیان بهرام رزم ناهید بزم که بکشور های دور دست ترکتاز آوردی، بعد فیروزی بهر عشرت اندوزی روی بدین شارستان باز آوردی- در هر طوی خواسته‌ها ناخواسته به پناهندگان بخشیدن آئین بود و در هر جشن گنجینه های دربسته بخواهندگان سپردن شیوه- از شسهوار فلک رخش و شهریار جهان بخش در جهان پیمائی و دربند کشائی و شمشیر زنی و شیر افگنی و بخشش و بخشایش و کوشش و کشایش

داستانهاست بس دراز، و نشانهاست بس دور- برید خامه به تکاپوره بپایان نبرد، و پیک اندیشه را از انبوهی راز جامه برتن میدرد :

فرد

بگذرم از داستان خواهم نبشت آنچه در ظرف بیان گنجد همی

رفتن فرمان طلب به زنده حشم، و از راه بردن امیر موسی آن فرورفته روز برگشته روزگار را، و گام دزدیدن وی از جادهٔ فرمانبری، و گرفتار آمدن آن دژم کردار بسمرقند، و دیر ماندن وی در بند، و رسیدن ایالت شبورغان به بیان تمر پسر آقبوغا، و لشکر کشیدن شهنشاه بسوی خوارزم، و فتح قلعهٔ کات در عرض راه، و گرد گرفتن خوارزم و دژنشین گشتن حسین صوفی والی خوارزم، و همدران دژنشینی رستن وی از بند تن، و بجایش نشستن برادرش یوسف صوفی، و گرگ آشتی ورزیدن وی با هزبران بیشهٔ کارزار، و برگشتن وی از پیمان پس از باز گشتن شهریار، و مسخر شدن خوارزم بفرجام کار، و برون راندن مردم ازان شهر و دیار، و از پافگندن خانه و کاشانه و در و دیوار، و کاشتن جو دران خارزار، و باز آباد گشتن شهر دران ویرانه بفرمان خداوندگار، و آویزشهای شاه و انگیزشهای سپاه بانداز خاکمال گروه جته که قمرالدین سر دفتر آن آوارگان بود، و شکست خوردن و راه‌گریز سرکردن وی، و همچنین چند بار رو دادن این ستیز و گریز از هر دو سوی، پوزش گستری توقتمش اوغلان فرمانده دشت قبچاق نبظر گاه رافت خدیو آفاق، و فرزند خواندن و برگ و ساز بخشیدن خداوند مراد را، و روان داشتن وی به اترار و سیرام، و ریختن پسر اروسخان با لشکری گران بر سر وی، و جان دادن آن دلاور بزخم تیر، و گریختن توقتمش خان از سپاه بی سپهبد، سرفرازی جستن بزمین بوس داور دستگیر، و رسیدن ایلچی اروسخان به پیش گاه هایون سریر باهنگ باز خواست توقتمش اوغلان، و روائی نپذیرفتن خواهش فرستاده، و گرایش خسرو

کیخسروفر بسوی فرستنده به ساز و سامان نبرد، و مردن اروسخان و پسر دیگرش پی هم بمرگ ناگاه، و بدست آمدن دشت، و رام گشتن آن رمنده دیو مردم مر سلیمان را، و دادن فرمان فرمانروائی آن بیشه توقتمش خان را، و جنبش موکب جهان کشا بجانب ایران زمین، و بچنگ آمدن قلعهٔ فوشنج بجنگ، و مسخر شدن هرات بصلح، و کشایش دژ ترشیز و فتح قلعه و قتل و تاراج سیستانیان، و پویهٔ اردوی گیهان پوی از راه گذر دشت قبچاق به آمل و ساری و قلعهٔ ماهانه سر، و پهن گشتن لشکر دران مرزبوم بخرابی قلعه و تاراج و یغمای مازندران، وراندن سپاه رزم خواه به عراق و فارس، و کشودن سفید دژ که راه های دشوار گذار داشت بآسانی، و امضای حکم قتل عام در اصفهان پس از فتح بکیفر گستاخی و بیراهه روی آن قوم، و بشمار آمدن هفتاد هزار سر از روز فرورفتگان اصفهانی، و گرمی هنگامهٔ پیکار شاه منصور و پاک سوختن خرمن هستی وی و آل مظفر دران آتش بی زینهار، و مظفر ومنصور آمدن شاه بستردن نقش و نام و نشان منصور و مظفر از صفحهٔ روزگار، گرایش قهرمان توران زمین بدارالخلافت بغداد و دست یافتن بفتح و تسخیر آن خجسته سواد، و از پا افگندن دژ تکریت، و خون ریختن بیگانه کیشان گرجستان بروائی فرمان جهاد، و ترکتاز جهاندار زمین نورد و آسمان پا انداز بر اولوس جوجی و کشور روس، و کشودن راه فوج جیجون موج و گروه قازم شکوه ازان وادی بسوی چرکس والبرز کوه، و خرامش صاحبقران با گروهی از یلان وگردان و سخت کوشان بعزم فتح هند از ترمذ و خلم و غزنیک و سمنگان و اندراب، و داد خواستن اندرابیان از بیداد سیاه پوشان، و گذشتن شاه و سپاه از سر آن تیره درونان سیاه‌رو مانند آتشین سیل خروشان، و دود اندود گشتن بنگاه آن خرمن سوختگان چون راسته بازار زکال فروشان، مستانه خرامیدن فوج ستاره شمار آسمان جنبش از کابل و آب سند، و کشاد پزیرفتن گونه گون حصار و صورت گرفتن خونریز گفتار بهر مقام، نی نی بلکه روا دادن فتحی تازه فتوحی بی

اندازه بهر گام ، وجا یافتن سامانه و کیتل و پانی پت درچشم سپهر و دل سپهریان بنام آوری مضرب اوتاد خیام ، و صف آراستن سلطان محمود والی هند با پیلان کوه شکوه بیستون (۱) توان و یاری نکردن اخترش دران داوری، وگریختن وی از پیش کندآوران توران، و فتح و تسخیر سواد اعظم دهلی، و سربلندی و نوامندی منبر مسجد جامع بخطبهٔ دارای دهر و دلاور دوران، و چیره دستی سپاه سپهر خرگاه بر حصار میرت، و قتل و غارت گبران دران ناحیت، و افزایش نیروی خداداد به پشتگرمی فتح پس از فتح فرخی فرجام ، و ترکتاز بر گوکل به برهمزدن صنم خانه ها، و خون ریختن بت بندگان وثن قبله ، و همچنیں خونریز هنود در سوالک و تاخت و تاراج جمون و لاهور، و پس از رخ افروزی فیروزی در سواد هند روی آوردن به تختگاه از راه آب سند، بسمرقند رسیدن و جا گرم نا کرده یورش هفت سالهٔ ایران ساز کردن، و هم در نورد بسیچ آن ناورد بهنجار جهاد برگرجستان ترکتاز کردن، راندن لشکر رستخیز نهیب برکشور روم ، و انگیختن شور محشر دران مرزبوم، و به پیکار گرفتن قلعهٔ سیواس، و با زمین هموار ساختن آن دژ خارا اساس، و همدرین یورش که روی سپاه بسوی روم بود از روی فراهم آمدن دواعی و اسباب برتافتن عنان توسن ازان راه ، و تافتن ماهچه علم جهان پیما پرچم از سواد شام ، و دمیدن سفیدهٔ صبح ظفر به فتح الباب عینتاب و حلب و بعلبک و دمشق ، نیایش نیاوردن حاکم بغداد ، و بستن دروازهٔ شهربند بروی داور پوزش پسند، و زبانه زدن آتش خشم ، و برآمدن فرمان قتل عام پس از درآمدن در شهر به نبرد ، و بخون خفتن سکان و خاکمال گشتن مساکن دران نورد ، به روم شتافتن و

---

(۱) ایران میں کرمان شاہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے ۔ اصل لفظ بغستان ہے ۔ بغ یا بگ فارسی باستان میں خدا کے معنوں میں ہے ۔ بغستان یعنی خدا کا گھر ۔ فرہاد کی کوہ کنی کا افسانہ اسی سنگلاخ پہاڑ سے منسوب ہے ۔

بر قلعۂ کماخ و لوهاک بدلیری و دلاوری دست یافتن، و چهر گشتن قیصر با سپاهی از ریگ بیابان بشمار افزون تر، و بہ باد رفتن نام و ناموس آن سپاه از دستبرد این لشکر چون پراگندگی اجزای خاک از آسیب صر صر، و گرفتار آمدن ایلدرم بایزید، و زود نہ دیر سپری شدن روزگارش ور فروبستگی آن قفل نا پیدا کلید۔ و ورود موکب فرخ کوکب بقلعۂ اریر کہ برلب رودی نشان پیدائی داشت، و درآمدن ترکان برزده دامن آهیختہ تیغ افراختہ یال در حصار، و بدریا راندن جویهای خون از خون دژ نشینان رهرو آزار، و برابر کردن آن مرحلہ از پست و بلند و فراز و نشیب و فرود، و انداختن سنگ و خشت و چوب در رود، آمد شد نام آوران نام آور از جانب مصر، نماز بردن والی مصر از دور، و روی آوردن وی بہ قبلۂ دعا، و ارزش افزودن دینار و درم بہ طراز نام نامی و اسم سامی شهنشاه، و پاس داشتن کشت زار خود از ابر تگرگ بار بہ پزیرفتن باج و ساو خواستن زنهار، اینها و آنچہ در هر نورد از آشتی و نبرد و رزم و بزم و غارت و عمارت بهر هنگامہ و هر هنگام در نمود آمده بگذارش افسانہ سرایان نیرنگ تاج و تخت کہ ظفرنامہ و مطلع السعدین(۱) و حبیب السیر(۲) و روضۃ الصفا(۳) در آستین دارند حوالت

---

(۱) مطلع السعدین عبدالرزاق سمرقندی (۸۱۶/۱۴۱۳-۸۸۷/۱۴۸۲) کی تصنیف ہے۔ اگرچہ مصنف هرات میں پیدا هوا مگر باپ کی نسبت سے سمرقندی کہلایا۔ تیمور کے بیٹے شاہ رخ میرزا (۸۰۷/۱۴۰۵-۸۵۰/ ۱۴۴۶) کے زمانے میں اهم سیاسی عہدوں پر فائز هوا۔ ۸۴۵/۱۴۴۱ میں سفیر کی حثیت سے هندوستان میں بیجانگر کی سلطنت میں بهیجا گیا۔ جہاں وہ تین سال مقیم رها۔ اس سفر کے مفصل حالات بهی مطلع السعدین میں ملتے ہیں جن سے اس دور کے جنوبی هندوستان کی سیاسی اور تہذیبی زندگی کی جهلکیاں نظر آتی ہیں۔ مطلع السعدین دو جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں آخری ایلخانی حکمران سلطان ابوسعید (۷۱۶/ ۱۳۱۶-۷۳۶/۱۳۳۶) کی ولادت سے لے کر تیموری حکمران ابوسعید (۸۵۵/۱۴۵۱-۸۷۳/۱۴۶۹) کی وفات تک کے ۱۷۰ سال کی تاریخ قلمبند کی گئی ہے اور غالباً انهی دو بادشاهوں کے نام کی رعایت سے کتاب کا عنوان مطلع السعدین رکها گیا ہے — مرتب

دیکهئے صفحہ ۱۲۵

میرود۔ و نی بی نوا هم از دم گیرائی آن غنودگان بیدار بخت بدین هنجار زمزمه سنج میشود که صاحبقران جهانستان پس ازان که چون دور آسمان جهان را کران تا کران فروگرفت انبوه دو صد هزار سوار که هیونان لگام خا زیر ران داشتند و نیزه های قاف شگاف در کف، بآشوبی که زمین را بلرزه و چرخ را برعشه در آرد بسوی چین و ختا آهنگ ترکتاز کرد تا رخت هستی تر دامنان بسیلاب فنا دهد۔ اما هم از سر منزل اترار یکران سپهر جولان را ازان وادی جلوتافت، و بدان راه که پیغوله و مغاک و میل و فرسنگ ندارد، و پویه و گام و رم و آرام و رهبر و ره انجام نخواهد، بمرغزار مینو شتافت۔ بسایۀ طوبی رخت رهروی از تن کند، و سر و روی به سلسبیل شست، و از کوثر آب خورد، دور آن بهارستان بی خزان فرمان آرامش جاودان یافت۔

همانا در اندیشه صورت این عالم آشوب سرگذشت که عالمی را سیل سرشک از سرگذشت، بیرنگ آمیزی استعارات و شور انگیزی عبارات بدینسان است که سلطان را دران ناخجسته مرحله کالبد سوز تپی و جگربندگسل فواق زور آورد که دارو نه پذیرفت، و چاره نگزید، و درمان بر نتافت۔ شب چهارشنبه هفدهم شعبان سال هشت صد و

---

(۲) حبیب السیر غیاث الدین بن همام الدین خواند میر (۸۸۰/۱۴۷۵-تقریباً ۹۴۱/۱۵۳۵) کی لکھی ہوئی تاریخ ہے جس میں ابتدائے آفرینش سے شاہ اسماعیل صفوی (۹۰۷/۱۵۰۲-۹۳۰/۱۵۲۴) کے عہد کے اواخر تک کے حالات درج ہیں۔ کتاب کی تین جلدیں ہیں۔ شاہ اسماعیل کے عہد کے حالات بہت مستند ہیں اور کتاب کی اہمیت زیادہ تر اسی وجہ سے ہے۔ کتاب کا سال تصنیف ۹۲۹/۱۵۲۳ ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد مصنف نے برصغیر پاکستان و ہند کا سفر کیا اور کتاب پر نظر ثانی بھی کی۔ ۹۴۱/۱۵۳۵ میں دھلی میں انتقال ہوا اور یہیں دفن ہوا۔ حبیب السیر کے علاوہ خواند میر نے اپنے جدامجد میر خراند کی تصنیف روضۃالصفا کا تکملہ بھی لکھا۔ ۹۱۴/۱۵۰۸ میں اس نے دستور الوزراء کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں سلسلۂ تیموریہ کے زوال تک کے مسلمان وزراء کے حالات درج ہیں—مرتب (دیکھئے صفحہ ۱۲۶)

هفت هجری کہ هفتاد و یک‌جام از بادۂ ننگ و نام بہ میخانۂ ایام زده بود، و سی و شش سال دم از دارائی و فرمان فرمائی توران و ایران و هند و حجاز و روم و شام زده بود' کار جهان انجام دهنده بآغاز جارفت، و قطرۂ طوفان انگیزنده بدریا پیوست - تن ناز پرورد و پیکر زیبا بہ پرنیان و دیبا پیچیده در تابوت نهادند، و بشکوهی کہ جنازۂ بادشاه و انگاه اینچنین بادشاه را سزد بسمرقند فرستادند' و فرود زمین بفراز آسمان جا دادند:

---

(۳) روضۃالصفا محمد بن خاوند شاہ بن محمود میر خواند کی تصنیف ہے۔ مصنف ۸۳۸/۱۴۳۵ میں پیداہوا۔ بلخ کا رہنے والا تھا۔ زندگی کا زیادہ حصہ ہرات میں گزرا جہاں اُسے سلطان حسین میرزا بایقرا(۸۷۵/۱۴۷۰-۹۱۱/۱۵۰۵) کے وزیر اعظم میر علی شیر نوائی (۸۴۴/۱۴۴۰-۹۰۶/۱۵۰۱) کی سرپرستی حاصل رہی۔ ہرات ہی میں ۹۰۳/۱۴۹۸ میں اس کا انتقال ہوا۔ روضۃالصفا ایک ضخیم تاریخی کتاب ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد میں انبیائے کرام اور دورۂ ما قبل از اسلام کے ایرانی بادشاہوں کے حالات ہیں۔ دوسری میں رسول مقبول اور خلفائے راشدین کا ذکر ہے۔ تیسری جلد ائمہ اثنا عشریہ ' خلافت بنوامیہ اور خلافت بنی عباس سے متعلق ہے، چوتھی جلد میں امیر تیور تک اسلامی دور کے ایرانی بادشاہوں، پانچویں میں تاتاری یا منگول حکمرانوں اور چھٹی میں امیر تیمور اور ۸۷۳/۱۴۶۹ تک اس کے جانشینوں کے حالات ہیں ، ساتویں غیاث الدین خواند میر (م ۹۴۱/۱۵۳۵) نے لکھی اس میں صرف ابوالغازی سلطان حسین بایقرا کی زندگی اور سلطنت کے حالات تحریر کئے گئے۔ چونکہ یہ حالات خود مصنف کے اپنے دور سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انہیں خاص تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ رضاقلی ہدایت (م ۱۲۱۵/۱۸۰۰-۱۲۸۸/۱۸۷۱) نے اس تاریخ میں مزید اضافہ کیا اور اس میں قراقیونلو (۸۱۰/۱۴۰۷-۸۷۳/۱۴۶۹) اور آق قیونلو (۸۷۲/۱۴۶۸-۹۲۰/۱۵۱۴) خاندانوں کے حالات درج کئے۔ ضمیمہ میں ہدایت نے اپنے دور تک کے حالات لکھے ہیں۔ روضۃالصفا کا ایک حصہ عربی تواریخ کا ترجمہ ہے اور ایک میں فارسی کی تاریخی کتب کا اقتباس درج ہے یہاں تک کہ جامع التواریخ رشیدی اور ظفرنامۂ شرف الدین علی یزدی کی عبارات معمولی سی تبدیلی کے ساتھ درج کر دی گئی ہیں۔ کتاب کے بعض حصے البتہ مصنف کی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہیں — مرتب

فرد

شاه انجم سپه و گوهر پاکش صدحیف   وینکه ناچار سپردند بخاکش صدحیف

یکتا ایزد بسیار بخش بیشمار بخش خداوند هفت کشور را چهار فرزند فرزانهٔ فروهیده‌فر بخشیده بود - هر یکی سرو نوخاسته آسا و ماه ناکاسته مانا. ازان میان غیاث الدین جهانگیر میرزا و عمر شیخ میرزا نوبت بنوبت عمر خویش به پدر بخشیده اند، و هم در زندگی صاحبقران به پاینده گیتی ره گرا گردیده اند - جلال الدین میران شاه میرزا و شاه نشان شاه رخ میرزا از جهاندار یادگار مانده اند، و درین جهان که چون با چنان کسی وفا نکرد، آزرم هیچکس نگاه نتواند داشت کام دل رانده اند -

چون نیر وجود فروغ آمود والی عصر را صاحب جلال الدین میران شاه میرزا افق شرقی است شیوهٔ اختر شماری بشب زنده داران گذشته دل در لوامع سحری مینبدم، و جلوهٔ شاهدرا در آئینهٔ حال جهان داور ظهیر الدین محمد بابر بادشاه غازی ابن عمر شیخ میرزا ابن سلطان ابو سعید میرزا ابن سلطان محمد میرزا ابن جلال الدین میران شاه میرزا میپسندم، تا سر رشتهٔ دارائی هند در هیچ دور از هم نگسسته باشد، و این سلسله به آئین تسلسل حلقه حلقه بهم پیوسته باشد -

نظم

ما بجامی که ز جم ماند قناعت کردیم
به سکندر بدهند آنچه ز دارا ماند

سخن از پیشروان ماند همانا زین پس
ما نمانیم و به گیتی سخن از ما ماند

پرتو مہر نیمروز در ورق گردانی داستان جہانگردی و جہانگیری خسرو مریخ سلاح مہر کلاہ ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ

نظم

بیا ساقی آئین جم تازہ کن طراز بساط کرم تازہ کن
بہ پرویز از می درودی فرست بہ بہرام از نی سرودی فرست
بدور پیا پی بہ پیمای می بشور و مادم بفرسای نی
قدح را بہ پیمودن می گمار نفس را بفرسودن نی در آر
نکیسا(۱) دمان را برامش در آر سہی سرو را در خرامش در آر
بخشم از بلای ز یاران بگرد بکام دل شاد خواران بگرد
ز ہر کس فزون می بمن دہ کہ من ز شاہ می آشام رانم سخن

پیوند اندیشہ بگذارش داستان جہان کشائی و جہان آرائی خدیو ہنرمند ہنر پرور نہ چنان است کہ موی درمیان توانا گنجید۔ اگر خامۂ رقم

---

(۱) نکیسا خسرو پرویز کے دربار کا ایک بربط نواز ہے۔ بعض محققین نے اسے یونانی بتلایا ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ لفظ سکیا جو خسرو پرویز کے دربار کے ایک مغنی ہی کا نام ہے نکیسا کی دوسری شکل ہے۔ یونانی زبان میں یہ لفظ سیرگیس (Sergius) ہے۔ ملاحظہ ہو:
جلال الدین ہمائی: تاریخ ادبیات ایران (جلد اول و دوم) (ص ۲۲۵-۲۲۶)
تہران۔ ۱۳۴۰ ہ ش — مرتب

سنج شمارهٔ شاه نشانی آبای کرام اوست، همان نمودار اختر دولت ازل آغاز ابد انجام اوست- زهی پدر بر پدر جهان بادشاه و پشت به پشت جهانیان پناه، فر فرزانگی و شکوه مردانگی مگر این خاندان را خانه زادستی، و این نام آور دوده همانا دبستان دانش و دادستی- روز افزونی جاه و رهنمونی اقبال جهان داور صاحبقران اکبر بر اندازهٔ گفتار فزونی کرد که عذر نا رسائی بیان و کوتاهی سخن خواسته آمد -

سپس جلال الدین میران شاه میرزا که نیر ظهورش را وجود صاحبقران اعظم خاور است، وهم در عهد پدر بفرمان پدر بادشاهی داشت، سپهر سلطنت را تابنده ماه بود، و عراقین و آذربایجان و دیار بکر و شام را فرخنده بادشاه- در سال هشتصد و ده هجری در پیکاری که با قرا یوسف ترکمان در سواد بتریز روی داد به گلگونهٔ شهادت سرخروئی جاوید اندوخت-

سطان محمد میرزا که فرزند ارجمند اوست با مهین برادر خویش خلیل سطان میرزا که اورنگ نشین توران زمین بود بدمسازی و همرازی و سروری و سر لشکری روزگار بسر آورد -

پس از آنکه این فرخ تبار بمرگی که کس را از وی گریز نیست ازین گذرگاه در گذشت، دیهیم شاهی بر فرق سلطان ابوسعید میرزا که همایون گهر فرزندش بود نهادند- این تاجدار ستوده خوی که در بست و پنج سالگی از کار گاه قضا منشور جهانداری یافت هژده سال ترکستان و بدخشان و کابل و غزنی و قندهار را فرماندهی کرد، و به پایان عمر عراق نیز گرفت - فرجام کار در سال هشت صد و هفتاد و سه از بیداد چرخ تیز گرد که گاه پیکر نازپرورد جمشید را به ارهٔ بیور اسپ دو نیم سازد، و گاه جگرگاه دارا را بدشنهٔ سرهنگ فگارد، در جنگ شکست خورده به بند اوزن حسن افتاد، و به تیغی که یادگار میرزا نبیرهٔ شاه رخ میرزا بر سر گوهرین افسرش راند همدران بند از بند تن رست،

و چار بالش سری و تکیه گاه سروری به خلف الصدق خویش سلطان عمر شیخ میرزا گذاشت.

این بزرگ خرد سترگ شکوه که ارزش قهرمانی روی زمین داشت اندجان و فرغانه و سکندریه و شاهرخیه و بیرام زیرنگین داشت تا بکار شهر و سپاه و افسرو گاه پرداخت. اخسی را که شهرهای هفتگانهٔ توران است تختگاه ساخت. گویند دران شهر جسری بلند بفراخی فضای سپهر ساخته بودند، و بر روی آن جسر کاخهای عیوق دیدبان و نشیمنهای پروین دیدار افراخته. شهر یار دران شارستان که بهارستان بود بودی. و به نیروی دانش بلندی پایهٔ داد تا بدانجا که دگر نتوان فزود فزودی. روزی بفراز آن فرازآباد سرخوش نشسته کبوتران بوقلمون بال دلکش خرام را همی نگرست که ناگاه گسستن قوائم جسر آن اساس را بجنبش آورد. تا پژوهش رود که این لرزه از کجا فراز آمد فرود آمد. تا فرارسند که این جنبش از کجا خاست فرونشست. همانا چرخ برین را بر زمین زدند، و شیشهٔ ناموس آفرینش را بر سنگ. تن نازنین سلطان بخاک خفت، و روان آزاد زاد فرخی کیش و توشهٔ پاداش داد بر کمر بفرازستان روی نهاد، و این شگرف رستخیز که نه بهنگام خویش بود، روز دو شنبه چهارم ماه روزه در سال هشتصد و نود و نه آشکار شد :

نظم

تنی چنان که شگفتی بهار ازو گل گل
سری چنان که فشاندی فلک بر او پروین

چه اوفتاد که از خاک گرددش بستر
چه رویداد که از خشت باشدش بالین

گوئی آن شهریار بهم بر زدن و شاه و بارگاه بیکدگر زدن آن میخواست که سپس سکهٔ شاهی روی زمین بنام نامی خسرو دیگر زنند، و کوس شکوه خسرو نو در قلمرو دیگر زنند. فردای آن روز که آشوب

گسستن پل به پیدائی پیوست، جهان ستان گیتی آرای روشنگهر فروغانی رای، داد را فروغ افزای و ستم را تاریکی زدای، بهر اندیشه از راز سپهر آگاه و از هر شیوه به والای نهاد خویش گواه، اختر پایه اورنگ و آسمان سایه بارگاه، ظهیرالدین محمد بابر بادشاه در ده و دو سالگی با سریر و افسر دمساز، و دران روزگار که دیگران را هنگام نی سواری است شهسوارانه در ترکتاز آمد. نشان را فره افزودند و کوس را آوازه، و سپاه را نیروی و فیروزی را اندازه. نخستین بهروزی که بروی کار آمد، و کشاورز بخت را بجای زمین خستن ودانه افشاندن در شمار آمد، آن بود که سلطان احمد میرزا برادر سلطان عمر شیخ میرزا که سمرقند تختگاهش بود، و سلطان محمود خان برادر زن سلطان عمر شیخ میرزا که در سکندر آباد و شاهرخیه کوس خانی و خدا یگانی منیرد، به بریدن پیوند خون و گسستن بند آزرم تیز دستی کرده بودند، و به بیگانگی خویشی و به نفاق اتفاق ورزیده بآهنگ ستیز از دو سو بسوی اخسی روی آورده بودند. اگرچه این دو رویه لشکر کشی و دو سویه کین گستری که درهم گوهری و برادری ناروا بود هم در زندگی عمر شیخ میرزا بود، آه ازان بزرگان کم آزرم بیش خشم که بر شهر و سپاه کار افتاده و دریتیم از دریا برکنار افتاده نه بخشودند. چندانکه بچاره سگالی صلح کوشش و در کار سازی آشتی پوزش رفت، دم مهر و وفا که بروائی گیرائی در خور بود در نهادعم جنگجوی و خال ستیزه خوی در نگرفت :

فرد

گر دهم شرح ستمهای عزیزان غالب
رسم امید همانا ز جهان برخیزد

جگر گوشهٔ خویش را آماجگاه ناوک بلا میخواستند. یزدان نخواست که بداندیشان را خدنگ اندیشه‌های پریشان بر نشان خورد. در اردوی آن وبا افتاد و این را رنجوری هولناک روی داد. ناگزیر نه

بمهر بلکه بقهر بساط کین در نوشتند، و هر دو از سرگشتگی برگشتند.

نگرندگان نگارش را به بهانهٔ مزد مژده این آگهی آفرین سرای خویش میخواهم که با وجود فر فرماندهی و شکوه شاهنشهی که لفظ امیر با اسم سامی صاحبقران قرین بوده است، همانا مخفف امیرالمومنین بوده است که طغرای عنوان خلافت است و تمغای فرمان شرافت. سپس همایون فرزندان سایهٔ کردگار را میرزا گفتند که مخفف امیرزا تواند بود. درین دودمان نخستین کسی که شاهش خواندند و پس از فرو رفتن روز فردوس مکانی نبشتند همین شاه فروزنده گوهر فروغانی فرهنگ است که برازش تاج و نازش اورنگ است.

بالجمله جهان داور نام آور ناموس‌پرور را تا یازده سال در قلمرو ماوراالنهر با مرزبانان چغتائی و خانان اوزبک پیکارها رو داد و در هر بار شکست بر بد سگالان افتاد. چون کوس فتح را آوازه بلند تر ازان میبایست، و پرچم لوای شاهی بهر گستردن سایه میدانی فراخ تر ازان دائره میجست، همت که سروش آسمانی و نیروی یزدانی است، بدان پیروزیهای ناسودمند نیاویخت، و بدان چیره دستیهای ناپائدار دل نهادن نه پسندید. باد دامن این شقهٔ پرچم علم را همواره به جنبش بیقرار داشت، و ناوک اندیشه از هرچه پیش آید اگر همه سد سکندر و کوه قاف بودی گذار داشت. همطرحی تابنده مهر که از مشرق بسوی مغرب رهگرای گردد، و جهان را بدین پویه و هنجار نورد، ابتذال شیوهٔ جهانگیری شمردند، و در ره نوردی و جهانگیری از باختر به خاور روی آوردند.

سرآغاز تگ و تاز که خسرو جهانجوی را اندیشهٔ کشایش بدخشان از دل سر بر زد، آسیب سم باد پایان دشت پیمای کوه فرسا به نورد پویه‌های پی در پی اجزای کان را آنچنان بیکدگر زد که موج خون یاقوت سواران را از زانو گذشت و پیادگان را از کمر. خسرو شاه طرفدار بدخشان چون سایه به پرتو مهر درخشان تن بزبونی داده سوادی که داشت بشهریار سپرد، و با چند شتربار متاع گران ارزشاهوار که

ببردن آن دستوری یافت خود را ازان میان بدر برد- راز دانان روزگار سرایند که خسرو شاه نامه سیاه منشور شاهی بسواد روسیاهی داشت- بایسنغر میرزا را براندن دشنه بر گلو تن از روان پر داخته بود، و مسعود میرزا را بکشیدن میل در چشم نابینا ساخته- با آنکه این هر دو تن از ابنای اعمام سلطان بلند مقام بودند، و آن دژخیم اهرمن منش را ویژه درین هنگام که می توانستند تنش را بیجان کرد، و بعوض آن دو ستمدیده گرامی برادر که یکی کشتهٔ تیغ جفا بود و دومین خستهٔ نیش ستم، می بایست کشت، آزرم گستری و مهرورزی شاه آزاد را میرم که از باز خواست خون در گذشت، و خون گرفته را فرو گذاشت- و همچنین در سال نهصد و دوازده دمیکه سلطان حسین مرزا بخواب واپسین غنود توسن اقبال بسوی خراسان پویه سر کرد- به تیزی گام هیونان صرصر تک ره بریدند و بدان انجمن رسیدند - اعیان سلطنت بدیع الزمان میرزا و مظفر حسین میرزا را به دارائی و فرمانروائی برداشته بودند، و از بهر این گرانمایه مهمان جانگذاشته- خود آن هر دو تن را حال دگرگون بود و منشها بکثری و ناراستی رهنمون- پرویز بهرام صولت از دولتیان بی دولت روی گرداند و عنان بارگی بسوی کابل تافت- در عرض راه آگهی رسید که کور نمکان در کابل شور افکنده اند که فرزندان سطان حسین میرزا جهاندار را کشته اند- ناگزیر فتنه برخاسته است و خان میرزا نامی از میرزایان تمریه بر چار بالش خسروی نشسته- دل باعتماد یاوری بخت قوی کردند و در رهروی تیزروی تا رفتار سپاه ظفر تکیه گاه از زمین سواد کابل غبار انگیخت- اساس جمعیت سیه کاران چون انبوهی تاریکی شب که در لوامع سحری از هم پاشد بیکبار فروریخت- ازان اوباش که به پرخاش فراهم آمده بودند هرکس از هنگامه بدانسان کنار گرفت که پنداری خود درمیان نبوده است- در معرض باز پرس ترک ناسپاسان گرفتند و کاری چنین دشوار را بر خود آسان- محمد حسین میرزا را که سرحلقهٔ آشفته سران بود در آغوش کشیدند و خان میرزا را دست نوازش بر سر و دوش- هان صاحب

نظران کار آگاه! حسبةً لله بهنگام غلبه خشم فروخوردن و خطاهای حوصله برهمزن را اندک شمردن نه کار هرکس است- رهروان سرمنزل بندگی بدین جاده گذرند، و یزدانیان یزدان را بدینسان سپاس گزارند:

نظم

زهی در بادشاهی دانش آئین خدا جوی و خدا دان و خدا بین
خهی فرهنگ بخشش را رقم سنج که هم جان بخشد و هم جرم و هم گنج
بود در تاجداران زین نشانها بفرقش گوشهٔ تاج آسمان سا
جوانمردان چنین باشند آری که جان بخشند و زر پاشند باری
خدا را بندگان برگزیده دو عالم دل به سیم و زر خریده
اگر در جانستانی تیز دستند ز جام مهربانی نیز مستند

چون آرامش گاه بدخشان از خسرو خان به بخشش و بخشایش فرا چنگ آمد، خسرو کیخسرو خوی را دران ملک خدا داد از بهر روائی آئین داد یک سال درنگ آمد- سال دگر که بانداز کشایش کابل لشکر انگیختند، پرکار کشایان قضا دران دائره نقش فتحی دیگر انگیختند- محمد مقیم پسر ذوالنون ارغون که کابل را داشت بر روی کشور کشا در بست، و دژ نشین گردیده بگرد آوردن سامان کارزار کمر بست- فرجام کار زشتی فرجام سرکشی در نظر آورد، و بنظر گاه التفات بار میخواست، و زان پس که حق سجود برآن آستان ثابت کرد، بپاداش پرستندگی زنهار خواست- پوزش پذیرفتند، و خیربادش گفتند- ظفر یافتن فرمانده دهر برین هر دو شهر در سال نهصد و نه و نهصد و ده پی هم در نمود آمد، و آیت فتح بر خداوندگار درین دو سال دوبار فرود آمد- و گذارندهٔ سرگذشت اگر از گذارش ستوه نیاید خسرو جم شکوه جاماسپ دانش را کوشش و کشایشهای شایان و فرخی و فیروزیهای نمایان فراوان است- سه بار لشکر صور آواز رستخیز نهیب بسمرقند رانده اند، و شیبک خان و دیگر اوزبکان را چون خیل مگس از پیرامن

قند رانده اند. و یکبار پس آزانکه در سر زمین بدخشان و مرزبوم کابل بساط نشاط گسترده اند در سال نهصد و هفده بعد مردن شیبک خان از کابل تاخته آن شارستان مانا به نگارستان را بدست آورده‌اند. اما هر بار آن نگار چون رنگ حنا از دست، وآن دیار چون ماهی از شست رفته است. آری از آنجا که توقیع شاهی جاوید به مداد سواد هندوستان برات گلچینی امید برین بوستان نبشته بودند شاهد مراد در آئینهٔ ماوراء النهر چگونه رخ نمودی و هر آئینه نبایستی که چنین نبودی.

رصد بندان سیر ستارهٔ اقبال رفتار موکب جاه و جلال را بجانب هند بر پنج دور اساس می نهند، و صدا دادن کوس نصرت و پهن گشتن ظل علم فتح را در پنجمین نوبت نشان میدهند. من که سر روزنامچه نگاری ندارم و در کردار گذاری بقانون ایجاز ره میسپارم زوائد فرو خواهم گذاشت، و سرگذشت فتح هند که مبداء افتتاح صورت ظفر و منشاء انکشاف حقیقت والی عصر و ولی نعمت من سلطان همایون نژاد ابو ظفر است خواهم نگاشت.

نظم

داور سلطان نشان آید همی سرور گیتی ستان آید همی
داور و سرور چه میگوئی بگوی والی هندوستان آید همی
لشکری آید که پندارند خلق نو بهار بی خزان آید همی
بادشاهان نکته دانان بوده اند بادشاه نکته دان آید همی
بادشه بر خلق باید مهربان بادشاه مهربان آید همی
بادشاهی با جوانی خوشتر است بادشاه نوجوان آید همی
معدلت را منصب مشاطگی است زینت افزای جهان آید همی
لا جرم اهل زمین را ز آسمان مژدهٔ امن و امان آید همی
هم به نیروی روانیهای حکم چرخ تیغش را فسان آید همی
هم بفرمان فزونیهای زور قوس تیرش را کمان آید همی

سلطان صباعنان برق‌سنان که بخت فیروز بر درش شب و روز پنج نوبت میزد، نوبت پنجم در سال نهصد و سی و دو،بروز آدینه، غرهٔ صفر، که پارسیان را آذر ماه بود، و تاجدار چارمین سپهر بخانهٔ کمان در آمده بیت الشرف خویش را بچشم مهر مینگرست، با سپاهی که سیاهی آن در شمار پیاده و سوار از اندازه دوازده هزار نگذشت بسوی سواد هند روان گشت. میرزا کامران را که به توقیع رعیت پروری در قندهار گذاشتند به آئین داد گستری بر کابل نیز گماشتند. شاهزادهٔ جوان دولت پیرخرد سلطان همایون میرزا را که همانا از همایونی سایهٔ هما نشان داشت، و هندوستان خود از آن وی و فرزندان وی بود، از روی آگهی بهمراهی گزیدند، و گرد فتنه فرونشانان و خسک بره‌گذار دشمن افشانان بعد گذشتن از آب سند و چناب و پیمودن پست و بلند خاور سوی پنجاب به پانی پت که همدر آنجا جهانیان را ریزش خون و جهانیان را دولت روز افزون روی خواهد نمود رسیدند:

نظم

ورود لشکر نصرت اثر دران اقلیم چنان بود بر بینندگان معنی یاب

که گشته است همانابرای خلعت ملک زمین حریر منقش ز نقش سم دواب

گویند این سفر فرح اثر که از اثر فرخش سخن میرود بگرمجوشی و سخت کوشی دولت خان لودی بود. آن تیره درون خیره رای تا از سلطان ابراهیم لودی برگشت، و بشرف بساط بوس جهان جوی بهره‌ور گشت، در اثنای سخن راندن از هند رعیت را بنامردی ستود، و سپاه را بدم‌سردی. خاقان پیشرو لشکرش ساخت، و پیش از جنبش موکب خاص برفتن گسیل کرد. آن فرومایه که هوش در سرش نبود و خرد رهبرش نبود، اگرچه آن راه بفرمان شاه رفت، اما همدران راه زود از راه رفت. قلعهٔ بلوت را حصار عافیت پنداشت. پنداری از استواری باره و بارو پشت بر کوه داشت. یلان دلاور و ترکان نامور یکسره بران دژ ریختند، و از اساس قلعه گرد و از دمار قلعگیان دود

انگیختند- بیچاره چون دید که دوپای در یک‌کفش است و دو دست در یک آستین، نه کار را درمیانه گنجائی، و نه رفتار را عرصه روائی- اگر بماند پناهی نیست، و اگر برود گریزگاهی نیست- ناچار با گردن از مو باریکتر در انجمن باز آمد، و چنانکه دیروز با کلاه و کمر رفته بود امروز با تیغ و کفن باز آمد- به سخت گیریش گوشتاب دادند، و بند سختش بر نهادند- سختی بند را تاب نیاورد و همدران بند به سختی‌مرد-

دیگر ازان فیروزی که در عرض راه از شگون بهروزی نشان داد، کشایش فیروزه حصار است بکوشش شاهزادهٔ همایون بخت فرخ تبار- شاه حصار فیروزه را بسوی شاهزاده فیروز برگرداند، و صد هزار تنکه بشکرانهٔ فتح بر سر رخشنده افسرش افشاند-

کوتاهی سخن چون سطان سکندرچاؤش خضرراهبر چنانکه گفتم در پانی پت فرود آمد سلطان ابراهیم لودی نیز پانصد هزار سوار گودرز(۱) طرز و هزار پیل از تجک کجک از دهلی رسیده در سواد شهر پانی پت خیمه زد- دانی که دران مقام هر صبح و شام روز خونی و شبیخونی بمیان میرفته باشد تا خود چه مایه گردد و دود از زمین به آسمان میرفته باشد- هر چند دران یورشها توسنان این لشکر از پیلان دیو چهر رم همی خوردند، و صفهای سواران بآئینی که هوشیاران دانند بهم همی خوردند، لیکن ترکان نام آور نامجوی را همت آسمان گذار بود و اندیشه دشوار پسند، روی از پیکار بر نتافتند- جنگ می جستند تا فتح یافتند- همدران روز وغا روزیکه دشمنان را سیاه و دوستان را روشن بود، و اگر از من پرسی نوروز تیغ و خنجر و روز بازار مغفر و جوشن بود، یا رب آفرینش دران روز کدامین فتنه در نهاد نهان داشت که

---

(۱) ایران کے دو قدیم بہادروں کا نام گودرز ہے یعنی گودرز بن گشواد بن قارن بن کاوہ پدر گیو اور اشکانی بادشاہ گودرز بن اردوان سوم- (۴۰-۵۱ء)—مرتب

اثر فتنه بر سیمای بینش بدان نشانه نشان داشت که تا نبرد آزمایان هر دو اردو باوردگاه روی آوردند خیمه‌ها دو رویه از بیم قالب تهی کردند:

نظم

بستند از دو سو دو سپه صف بعزم جنگ
بر خویشتن دمیده فسون دلاوری

دلها ز تاب کینه چنان گرم شد که کرد
هر قطره خون به مجمرهٔ سینه اخگری

بشعلهٔ برق تیغ و باد باران تیر آتش کار زار بد انسان در گرفت که روزگار را جنگ دوازده رخ مانند سپندی که از مجمر جهد از یاد رفت- زخم هر دم تیغ بدهان بی زبان از دهان زخم دگر بوسه ربای، و پیکان هر نی تیر بزبان بی دهان در عذر مقدم پیکان دگر زمزمه سرای، با هر پیکر از بسیاری زخم حساب ثمر با نخل آشکار، و با هر حلقهٔ زره از انبوهی ناوک شمار مژه با چشم پدیدار، به باد بروت شیران شرزه جوهر تیغ چون پرکاه در لرزه و صدائی تیرهٔ تندر خروش آفت تار و پود پردهٔ گوش، جلوهٔ پلارک برق شراره ماهتاب کتان نظاره، بسکه ذوق دلیران رزم دوست که هر یک از دشمن کشی با خویش حکایت داشت، بروائی فرمان شهنشاه صفدر صفت در ذات اسلحه سرایت داشت- نه تنها کمان بزور بازوی تیر انداز کشش می پذیرفت و تیر بصفای شست کماندار گزارا بود، بکه تیر نیز از اشتلم خود را چون مژه برهم همیزد، و کمان را هم بسان ابرو جنبشی در نهاد آشکارا بود- هر که در تیغ زنی خنجر در نیام داشت گوئی ماهی در دام داشت- کمند چون دم اژدها آدم آهنج و مردم ربا، سنان ناخچ چون زبان مار دمادم به جنبش بیقرار، دشنه بخون تشنه، تیغ در برش بیدریغ، سوزن که هم از اجزای آهن است تاکس از لشکریانش خوار نشمارد چشم

بر زخم خستگان دوخته فرصت بخیه میجست تا بخلیدن جوهر هنر عرضه دارد، رخنهٔ هر تیر که ناگرفت بر سپر خوردی چشمی بود در راه خدنگی که بر جگر خوردی :

نظم

شکم در پشت دزدید آسمان از نیزه در گردش
زمین را خستگی رو داد از نقش سم توسن

هیونان را ز گرمی خوی فروبارید از اعضا
سواران را بدعوی خون تراوید از رگ گردن

بخاک افتاده سرها هم کله بیکار هم مغفر
بخون آغشتهٔ تنهائی زره پیدا نه پیراهن

ز گردی کز تک و تاز سپه در ره فراهم شد
زمین سرمایه گرد آور هوا هنگامه برهمزن

دران خون‌گرمی کوشش که بود از راه کین خواهی
ز تیغ و خنجر و گرز و سنان و مغفر و جوشن

گداز آهن از تنهای گردان ریخت چندانی
که پیدا گشت در ناوردگه کوهی ز ریم آهن

اجل در جانستانی نائبی میجست از یزدان
که پیش از عزم وی جوید ز بهر کشتگان مدفن

دران هنگامه کز غوغا برستاخیز مانستی
همانا مرگ هم ز اندیشهٔ مردن نبود ایمن

صدای نای کوس فوج دشمن موج خون میزد
که خیزد بار دیگر در لباس مویه و شیون

از کشته هزار پشته و از خسته صد هزار دسته- چون هر گوشهٔ دشت از نعش آنچنان پر گشت، و هر پارهٔ تن از زخم این چنین، جای تیر در ترکش خالی بود، و جای سوار در خانهٔ زین بر کنار، آن کشت که به داس اجل در آن دشت به درود آمد، هر کرگس که ببوی طعمه از هوا بروی خاک فرود آمد، از بسکه در آن چنان عمر دراز پهن خوانی بدین برگ و ساز یاد نداشت، از بیخودی ذوق هوای ورزش پرواز و پروای دمسازی باد نداشت- از بخت بر گشتگان هند آنانکه باقی ماندند چون دولت از خویشتن خود از ترکان تیغ زن رخ گرداندند، و گرمتر ازان که بستیز آمده بودند راه گریز پیمودند- فتحی چنان که در حوصلهٔ آز و آرزو نتواند گنجید دست بهم داد- اقبال آمد و بوسه بر رکاب خسرو بهرام‌عزم مهرعلم داد- مردان مرد شناس که به پژوهش بیگانه و آشنا شتافتند، سپهدار لودیان را با تنی که جان نداشت و هیچ عضو نبود که از زخم نشان نداشت بمیدان یافتند- از اسپی که به پویه گرو از باد می برده باشد بخاک فرو افتاده، و کمابیش پنج هزار نقش از وفا پیشگان قوم گرد نعش او افتاده:

فرد

سر های شان شکسته بچوگان ز بی تنی
تنهای شان فتاده بمیدان ز بی سری

خدایگان حق شناس حق پرست بگزاردن حق پرستش خداوند پیروزگر زبان بزمزمه "لک‌الشکر" پیشانی بسجده فرسود، و دهلی را که در هند تخت گاه دارایان و شاه نشین اورنگ آرایان همان است بروانی رود ورود آبرو افزود- پایهٔ منبر بدلنوازی آوازهٔ نام نامی در خطبه بلند نامی اندوخت، و سبیکهٔ زر بروشناسی غازهٔ اسم سامی در سکه رخ برسامی افروخت- دبیران دفتر شاهی به آبادان کاری قلمرو دهلی و کار سازی هر گونه مردم از سپاهی و کشاورز و پیشه‌ور فهرست بند و کشاد

و روز نامهٔ جمع و خرج از سواد آن شهر خواندند ـ نقد دانش به سکهٔ داد روائی پذیرفت، و آسمان زمینیان را با یمنی چشم روشنی گفت ـ

به پویه بر رخ پروین غبار افگنان و گرد گوزن به تیر و نیزه در رهگزار افگنان آگره را فرود آمدن جای لشکر ساختند، و برهم خورد گیهای روزگار را اگر بشکستگی انجامیده بود بفرستادن مومیائی و اگر صورت خستگی داشت، به نهادن مرهم چاره برساختند ـ گنجدانها پر از گنجهای ناسخته که شهریاران بروزگاران الفخته بودند، و همیدون سلطان ابراهیم آنرا گنجوری میکرد، و از فزونی حرص در آبادی آن میکوشید، والی ولایت ستان را فراچنگ آمد ـ گنج خانه هارا در کشادند، و عامهٔ مردم سپاه را صلا دادند تاهر کس آن مایه که در برداشتن بار رنج بردارد ازان گرانمایه گنج بردارد ـ خاصان خود در آن صلای عام به صله های رنگا رنگ ارجمندی یافتند، و بافزایش پایهٔ جاه سربلندی ـ از انمیان هفتاد لک تنگه ویک گنج خانهٔ دربسته نامزد شاهزاده همایون گردید ـ

به کابل و قندهار از بهر خسرو زادگان سکندر آئینه دار و خاتونان روشنک (۱) پرستار و نوئینان فرخی بهر و گوشه گزینان زوایای شهر و نازنینان مشکوی و خاک نشینان کوی از گنجهای تازه بدان اندازه ارمغانها روان داشتند که سنگینی بار بختیان مست را ستوه آورد، و هجوم قافله در هر مرحله جا بر رهروان تنگ کرد ـ آری شاهان آزاد و خسروان راد که خداوند تیغ درخشند، هرچه بزور بازو ستانند هم بسر تازیانه بخشند ـ

مادر سلطان ابراهیم با دلی از بمیناکی ریز ریز و زبانی در زنهار خواهی چاک چاک، از درون سو بخت را نفرین گوی واز برون سو شاه را آفرین خوان بدرگاه آمد ـ بپاس ناموس از بهر نهفتن روی و موی گره بر پرند

(۱) روشنک داریوش سوم (۳۳۶-۳۳۰-ق‌م) کی بیٹی کا نام ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سکندر اعظم (۳۳۶-۳۲۳-ق‌م) کے عقد میں آئی تھی—مرتب

زده، و گروهی از پسران بی پدر و بیوه زنان خونین جگر پیرامنش دست بند زده از گله در دل داستانها، اما همه فراموش - همه را در دهن زبانها، اما همه خاموش - هر نالهٔ فراموش اگر از نفس بزمزمه پیوستی، مرغ از هوا فرودآور بود - و هر زبان خاموش اگر بیم راه سخن بروی نه بستی، بخون دل چون ماهی بدجله شناور بود - بسپاس فیروزی بخشودن و بخشیدن فرخ پنداشتند، و از هرگونه لباس و اساس و خانه و خزانه و ازهر دست پیرایه و سرمایه و کاچار برگ و بار که آنان را بود هم به آنان فرو گذاشتند - جگر تشنهٔ نوازش را آبحیات دادند، و گرسنه چشم پرورش را بر هفت لک تنگه سیورغال برات دادند - پیرزن بمشاهده آن خوی نرم و روی گرم منش رابه شکیبائی پالود، و ازلای پالای اندیشه لائی برون ریخت، و با دل از زنگ کینه صاف بتقاضای انصاف بصفت نصفت و انصاف قطعهٔ الماس ناهید فروغ که هشت مثقال سنگ و هفت گنج پرویز ثمن داشت پیش کشید - دانم که درین حق گزاری از روزگار آفرین شنوده باشد، و خود را بامانت سپاری بزبان اهل روزگار ستوده باشد - همانا کردگار بخشنده آن جوهر درخشنده به 'راجا، بکرماجیت بخشیده بود، و از باز ماندگانش به سلطان علاءالدین خلجی باز ماند و از گنجینه علائی بدست سلطان ابراهیم لودی افتاد، تا بدین روش دست بدست با سکندر ثانی حضرت فردوس مکانی رسید' تا درین روزگار ازان گهر نایاب در کدام گنجینه نشان یابند :

نظم

گفتم لئیم نیست فلک چون بر آسمان
دیدم که مهر نور به ماه ارمغان دهد

ناگه ذنب چو مار به پیچید و حلقه زد
تا درمیانه این ببرد هرچه آن دهد

هان غالب کوتاه نظر! که باعتبار هوش و هنگ هیچی- چه بدین پاره سنگ پیچی- از جام جمشید سخن نگوئی که کراست، و از درفش کاویانی نشان نجوئی که کجاست- آن خاتم که هیچ جزو آفرینش از حلقه اطاعتش بیرون نبودی چه شد؛ و آن سریر که چون بوی گل بهوا رفتی کجا رفت- از جام و درفش وخاتم و سریر بگذر- سخن در آنست که آن جسم فرزانه را که جام ساخت، و آن فریدون فرخ را که علم افراخت، و آن خداوند خاتم را که بر هوا تاخت، چه بر سر گزشت، و چه پیش آمد روی داد- ترا بکردار گزاری شهریاران گماشته اند، نه بشمردن آثار روزگاران!

سخن تا بدینجا رسیده است که شهریار در دهلی و آگره پس از فتح آنچنان بداد دل بست، و اینچنین بدهش کف کشاد که از ستم جز در کشور حسن نشان نماند، و جز خزانه هیچ خرابه درین دو شهر ویران نماند- با این همه فتنه ها در کمین بود، خارها در راه- و آب موج میزد و آتش زبانه- هندوستان بزنبور خانهٔ جنبش پذیرفتهٔ آشفته میمانست -هر سو پراگندگان گرد آمده، و بشور انگیزی غوغا جهان را برهم زده- افغانان هنوز از جنگ سیر نیامده بودند، و از بالای اسپ پزیر نیامده بودند- نهادی چون شعله سر کش داشتند، و تیغ بر فسان و تیر در ترکش داشتند- دیو ساران لوهانی جداگانه بکوشش کمر بستند، و فرقه فرقه در قنوج بهم پیوستند- سنان و عنان و تیر و تبر در کار بود، و قماش فتنه را از تیغ و دشنه تار و پود- همانا کرم پیله مانا که لعاب خویش بر خویش تند، و خود را دران نورد به بند افگند، بدان زهراب کینه که در سینه جوش میزد بهر سو که سراسیمه میشتافتند دام گرفتاری خویش میبافتند- حسن خان مرزبان میوات که با جماعتی از سلحشوران بهر گوشه نمک بر آتش افگندی، و هنگامه طلبان را بافسون و افسانه نعل در آتش افگندی، دست در فتراک راجه سانگا زد، و آن ساده دل را اهرمن آسا بدمدمه و دستان در

رگ و پی فرورفت - فسون خواند تا برون راند - بر انگیخت تا لشکر انگیخت - طرف گشت تا تلف گشت:

نظم

غنیم و لشکر منصور خاک خفته و باد
حریف و فوج ظفر موج شعلهٔ خس و آب

زبانه زد بزمان و فرو نشست بدم
ز جا دوید بلند و ز پا فتاد شتاب

ز سعی طرف نه بندد خس فرومایه
ببال گرچه زند فال جستن از گرداب

ز دشنه جان نبرد گوسپند قربانی
به شاخ گرچه کند قصد جنگ باقصاب

بجا کهان گرانمایه سرگذشت خسان
همان حکایت نخل است و پیچش لبلاب

دود ولیک نگیرد غزال جای پلنگ
پرد ولیک ندارد تدزو بال عقاب

به پیش تیغ سر سرکشان فرود آمد
که ناگزیر بود سجده در خم محراب

از گسستگان لشکر شکست خوردهٔ سلطان ابراهیم، و دیگر افغانان آواره گرد پریشان تاز' و لوهانیان کین توزکمین جوی، و 'راجا، سانگا و همراهان بیراهه‌رو آن گمراه، هر کرا بگفتن نام برند و بشمردن یاد آورند، یا سر داد یا گردن نهاد - گریختگان را خود از کشتگان شمرده ایم- اگر به تیغ نمردند بدریغ مرده باشند - شهنشاه بیدرنگ متان

بیدریغ بخش زنهار به پناهندگان داد، و مال بخواهندگان ـ ملک بر شاهزادگان و سران سپاه قسمت پذیرفت ـ

شاهزاده همایون که در جهان ستانی با جهانیان بحکم کوشش و اعتبار غلبه شریک غالب بود بفرمانفرمائی سنبهل فرمان یافته رسید، و پایهٔ آن زمین بآسمان رسانید ـ دران مرزبوم بهرکشت بجای دانه گهر چیدند و بهر دشت بجای گیاه ریحان درویدند ـ آب و هوای آن ناحیت با مزاج همایون نساخت ـ پس از ششماهه آرامش آرام رم خورد، و تپی گرم بد انسان که سموم بر نهال وزد بر سراپای ناز پرورد زور آورد ـ مگر دران گرمی هنگامه ایثار و عطا به بستر رنجوری دولت بیدار داده بودند ـ خسرو زاده را با تنی چون خرمن گل بران دیرخفت گزند روز افزون بود و رنج گرانپای چاره بی اثر بود و دارو ناسودمند ـ هوا خواهان را دست بر آسمان بود' و پر شکان را دیده بر زمین ـ پیکان تیز رو فرستادند و مهر را از کاستن ماه خبر دادند ـ تاب غم در دل حق شناس آذر زد، وخلهٔ اندیشه جوی خون از چشم جهان بین کشاد ـ فرمان رفت که فرمان‌برند، و آن بیمار را که در پیکر حسن بجای چشم است به دهلی و از دهلی براه دریا به آگره آورند ـ مگر نظارهٔ موج و آب گرداب تف از دل ببردو گزند نا سازگاری هوا به بهالهٔ آب گردش برخیزد ـ فرمانبران رفتند، و فرمان ده بفرمان شوق ورود بر کنار رود نگران نشست، و تا کشتی بساحل نرسید از جا بر نخواست و چشم از دریا بر نداشت ـ نور دیده را دیده و جبین بوسید ودعا کرد و دوا جست ـ چاره سازان را سگالش درمان بود و دوا اثر نداشت ـ نظارگیان چه شناسند که این بیچارگان را جبین بعرق سعی نمناک است یا بخوی شرم! سود نه بخشیدن دوا اندیشه را بسوی دعا گرایش داد، و سخن از صدقه بمیان ـ کار شناسان گفته باشند که آن پارهٔ الماس گران‌ارز که تمغای یغما دارد، بر چشم و چراغ شاه

که چشم زخمش مرساد، فدامیتوان کرد تا فدیه بلا بگرداند ـ فرمودند که خون جگر گوشهٔ معدن از خون فرزند سرخ تر نیست که در ایثار این نثار درنگ روا داریم! ما آن می سنجیم که سنگی بدین سبکی صدقهٔ همایون چون تواند بود؟ مگر خویش را بر جگربند خویش فدا کنیم ـ این بگفتند و دست به دعا، نی نی غلط گفتم، از خویش برداشتند ـ فرزانه فرزند را سه بار گرد سر گردیدند تا از پای نشستند ـ فرارسیدند که درون برهم خورده است و اندام گران گشته ـ از شاهزاده پژوهش رفت که ما چنینم، باری از خود گوئی که چونی؟ پاسخ یافتند که گرمی به خنکی روی داد و گرانی به سبکی ـ بر زبان معجز بیان گذشت که، "خوش باش و شاد زی که بار ترا برداشتیم و جای خود را بتو گذاشتیم" ـ دیده وران بشگفت زار افتادند و ندانستند که سر این رشته در کجا بند است ـ کما بیش یک هفته دمبدم از تب و تاب و سوز و گداز و رنج و کوفت هرچه از شاهزاده میکاست در شاه می افزود ـ ناگاه آن از بستر برخاست و این ببالین سر نهاد ـ آن قبا خواست و این جامه گذاشت ـ

روزیکه شهنشاه بسیار بخش بسیار دان ازین کهن خاکدان بجهان جاودان رفت ششم جمادی الاول بود و سال نهصد و سی و هفت ـ در دوازده سالگی به توران زمین بر چار بالش خسروی تکیه زد ـ و در چهل و چهار سالگی دربند هندوستان کشود ـ و پنج سال درین کشور بدارائی و جهان آرائی بسر برد ـ و درچهل و نه سالگی در گذشت ـ و سه فرخ دخت و چهار فرخنده پسر بیادگار گذاشت ـ نخستین وارث تاج و تخت سلطان همایون فیروز بخت، و دویمین شاهزادهٔ شاه نشان میرزا کامران، سومین ماه دو هفته سپهر برتری میرزا عسکری، و چار مین ستارهٔ آسمان اقبال میرزا هندال قدسی پیکر ـ دوران داور را در چار باغ که بر لب دریا اساس نهادهٔ شاه آزاده بود بخاک سپردند، و چون مدتی که از بهر ماندن امانت معین است سپری شد بسبیل نقل وتحویل به کابل بردند ـ

کلک ارتنگ نگار را آفرین که بانگیختن این نقش نوآئین برمن از من سپاس نهاد ـ امید که اگر نه عمر جاودان دهند خود این قدرم امان دهند که این خسروی مرقع بینش فزای را در نوردم، و از صورت حال زمانه دارای دهر که هم شهریار است و هم مرشد و هم خداوند پر کار کشای گردم :

فرد

کیست کز کوشش فرهاد نشان باز دهد
مگر آن نقش که از تیشه به خارا ماند

———

پرتو مهر نیمروز در نموداری حال فرخی فال جهانبان جنت آشیان نصیرالدین محمد همایون بادشاه غازی

نظم

مغنی دگر زخمه بر تار زن — گل از نغمهٔ تر به دستار زن
بپردازش آن گل افشان نوای — نگویم غم از دل دل از من ربای
دل از خویش بردار و بر ساز نه — هم از خویش گوشی بر آواز نه
ز گنجینهٔ ساز بردار بند — درین پرده نقشی بهنجار بند
برامش به زاور هم آواز شو — به آهنگ دانش نوا ساز شو
که دانم ز دستانسرای چنین — دلاویز باشد نوای چنین

روشنگران آئینه خسروی و دارائی که عبارت از روشنان گبند مینای است، همانا کارپردازان کارگاه کبریای بروائی فرمان گیتی آرائی، مردم چشم هستی و چراغ بزم خدا پرستی، پیشدادیان ر در شاهراه داد پیشرو، جهان کهنه را فرزانه فریدون نو، شهنشاه بلند بارگاه، قبلهٔ راستان، خاقان آسمان آستان را با نهادی فرخ و بختی خجسته و رسمی مبارک و اسمی همایون در سال نهصد و سیزده، چارم ماه ذیقعده، بشب سه شبنه، چه شبی که در دعوی روشنی بروشنائی روز از انجم خندهٔ دندان نما داشت، و ماه به پشت گرمی تسدیس مهر دولت دل افروز روز افزون در قفا داشت، از فراز آباد بفرودین انجمن فرستاده اند، و در سال نهصد و سی و هفت، بروز نهم از جمادی الاول، در تثلیث نیرین، در بست و چهار

سالگی کہ برجیس از دوازدہ نشیمن ہشتمین کاخ را دو بار پیمودہ بود، فراتخت شاہنشہی جا دادہ اند۔ خسرو ابرکف دریا دل ہمدران سال روزی بافزودن آبروی دریا کشتی در آب راند، و تا بہ سفینہ پای نہد یک زورق زر ناب بر فرق سائلان ساحل نشین افشاند۔ چنانکہ تاریخ پیدائی از آوازۂ 'خوش باد،(۱) پیداست، و سال سریر آرائی از زمزمۂ 'خیرالملوک،(۲) پدیدار، و زمانۂ زر پاشی از گلبانگ 'کشتی زر،(۳) ہویدا۔ پنداری جہاندار ابر بہاران بود کہ بہ بخشش بیدریغ عیار افزای روزگاران بود۔ گل را غازہ بر عارض نہادند، و سبنل را شانہ بگیسو زدند۔ سبزہ از سرو گزشت، و سرو سر بسپہر سود۔ لشکریان برزد(۴) باز و بروشناسی پایۂ گیو و طوس رخ افروختند، و نوئینان آرش (۵) ارزش بہ نازش شکوہ تہمتنی و فر بہمنی گردن افراختند۔

در کابل و قندھار باستواری دستور پیشین میرزا کامران را حکمران گذاشتند، و فرمان فرمانفرمائی سنبہل بنام میرزا عسکری نگاشتند۔ میرزا ہندال منشور مرزبانی الور برد۔ و میرزا سلیمان توقیع ایالت بدخشان یافت۔ درین حق ناشناسان و ناسپاسان کہ ہمہ ہم گوہران و برادرانند ماجراہا خواہد رفت، و ہر یک از کژی اندیشہ و تباہی رای پی کاری خواہد گرفت۔ آنکہ ناچار تن بہ بند بندگی خواہد فرسود از بہر ناخوشی و سرکشی بہانہ اندیش و کمین جوی خواہد بود، و آنکہ بہ آشکارا از عصیان دم خواہد زد بہ فتنہ انگیزی جہانی را بہم خواہد زد، ویژہ میرزا کامران کہ خدا دشمن و خلق برہمزن کسی بود، و سر پرشور وی از آشفتگی بہ طرۂ خم در خم مہوشان

---

(۱) ۹۱۳
(۲) ۹۳۷
(۳) ۹۳۷
(۴) ایک قدیم پہلوان کا نام۔
(۵) ایک مشہور داستانی تیر انداز کا نام جس نے آمل (مازندران) سے مرو تک تیر پھینکا تھا۔

میمانست، در بیوفای خوی روزگار داشت۔ همیدون درین نامه از نظر فروزی جمال جهان آرای یوسف سخن همیرود تا گفتار بکردار برادران کی پیوندد۔

پادشاه مهر پیشکار سپهر پیشگاه بعد از ششماه که بر بساط شادمانی بگردش جام بادۂ ارغوانی گذشت، عنان و سنان را بجنبش در آورد تا غبار راه لشکر از پای قلعۂ کالنجر سر بر آورد۔ سواران کار آزموده توسنان زمین نورد را عنان گرفتند، و از خانه های زین فرود آمده دژ را چون نقطه درمیان گرفتند۔ دژبان کالنجر بیش از یکماه تاب آویزش نیاورده خواهی نخواهی زنهار خواست، و پیش ازان که کار از دست رود هم بانگشت زنهار کشایش عقدۂ کار خواست۔ بفرمانبری از قلعه بر آمد، و بجلقۂ فرمانبران در آمد۔ به نشان مندی داغ بندگی همدران حصن بحصار عافیتش گذاشتند و گذشتند۔ سیاهی کردن قلعۂ چنار در نظر دگر باره خون در رگ دلیران بجوش آورد۔ موتمن الدوله شیخ ابوالفضل در اکبر نامه (۱) نشان میدهد که آن بارۂ بیستون نمونه را سلطان ابراهیم داشت، و جمال خان نام دلاوری را از استواران خویش بپاس داشتن آن باز داشته بود۔ چون حرف هستی سلطان ابراهیم از صفحۂ دهر بکزلک عزیمت بابری سترده شد، و جمال خان نیز جهان گذران را گذاشت، فرید حسن افغان که بروزگار سلحشوری بچشم روشنی کشتن شیر به شمشیر از سالار خویش شیر خان مهر خوان یافت، و پس از آنکه سکه و خطبه

---

(۱) اکبرنامہ اکبر کے مقتدر وزیر ابوالفضل علامی (۱۵۵۶-۱۶۰۵) کی مشہور تاریخ ہے۔ سال تصنیف ۱۰۰۴/۱۵۹۶ ہے۔ کتاب کی تین جلدیں ہیں۔ پہلی میں خاندان تیمور کی تاریخ ہے۔ یہ سلسلہ ھمایون پر ختم ہوتا ہے۔ اس جلد میں سوری خاندان کی تاریخ بھی شامل ہے۔ دوسری جلد میں اکبر کے عہد حکومت کے تقریباً چھیالیس سال کی مسبوط تاریخ ہے۔ تیسری جلد جو آئین اکبری کے نام سے موسوم ہے اکبر کے نظام سلطنت پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں اکبری دور کے سیاسی اور آئینی نظریات اور انتظامی امور کے علاوہ تہذیبی، معاشرتی اور ادبی سرگرمیوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے— **مرتب**

ساز داد و دم از خسروی زد خود را شیر شاه نامید، نیرنگها بکار برد و دامها گسترد تا زن جمال خان را که از روی اجمال جمیلهٔ بود پری دیدار بهم بستری گرفت، و قلعهٔ چنار را که به وا نمود مثال اساسی است جگر گوشهٔ کوهسار بسروری کام روا آمد - تا اینجا اشارت از شیخ است و عبارت از من - باری ورود لشکر کشور کشای در حوالی حصار ولوله در نهاد ستودهٔ هوشمند افگند - بمیابخیگری راز دانان چرب زبان در آشتی زد، و به خس و خاشاک پیمانهای نا استوار سیل بے پروا خرام را راه بست - صرفه در پوزش پذیرفتن دیدند، و باهنگ گوشمال افغانان که بایزید نام بدنامی نام پرداز آنان بود بمشرق شتافتند - بر عارض شاهد اقبال از هستی بایزید سپند سوزان و سلطان جنید برلاس را بغازهٔ حکومت جونپور رخ بخت افروزان بدار الخلافت باز آمدند -

در سال نهصد و چهل قلعه را که خاور سوی شهر دهلی بر ساحل دریا ساختهٔ باستانی بادشاهان و افراختهٔ پیشین کار آگاهان است، و اندران روز گار از کهنگی بدان پایه رسیده بود که اگر یکچند همچنان ماندی عجب که بگیتی ازوی نشان ماندی عمارت کردند، و آرزوی دیرینهٔ زمین بد دلپذیر ترین صورتی بر آوردند -

همدران عهد محمد زمان میرزا و محمد سلطان میرزا و الغ میرزا از عهدهٔ عهد وفا بیرون نیامده بمقابلهٔ خداوند گار در وادی دشمنی قدم زدند، و در صورت تثلیث از شومی تربیع دم زدند - یادگار ناصر میرزا بفرمان شاه رفت و هرسه گم کرده راه را گرفته آورد - دو تن را میل آتشین در چشم هیچ مبین کشیدند، و یک کس که محمد زمان میرزا باشد پاسبانان را فریفته از بند بدر جست و بگریز ره بریده به سلطان بهادر والی گجرات پیوست -

میرزا کامران را که در قندهار بر چار بالش کامرانی به تن آسانی می غلتید دیو غلط‌کار از راه برد تا از جای جنبید و به لاهور آمد -

شهر از گماشتگان شهریار بابله‌فریبی و دستان طرازی گرفت، و تا کنار رود ستلج قلمرو خاصهٔ خویشتن شمرد، و به شهنشاه عرضه داشت که آخر درین مرز و بوم یکی را از فرمانبران بفرماندهی خواهند گذاشت، اگر آن فرمانبر فرمانده من باشم سود من است و شهنشاه را زیانی نیست:

فرد

اگر نه بهر من از بهر خود عزیزم دار
که بنده خوبی او خوبی خداوند است

داور رازدان دران روز از درس ورق راز از راه رازداری در ورزش روش آزرم روی آورد، و از زدودن داغ آز و آرزو در دل زار آن دو رو را دارو و روان آزردهٔ او را آرام داد- آری ره رو راد در وادی داد از آزاده روی دم زد، و در راه داد ورزی از روی رادی و آزادی در ارم زد-

صنعت الفاظ پیشکش، درین بار از کیفر کاستند و بدلجوئی و خواهش پذیری برادر لاهور بر قندهار و کابل افزودند - نگرندگان فرامش نکرده باشند که درین همایون نامه از رفتن محمد زمان میرزا بگجرات سخن رفته است - هم ازان سخن این سخن میخیزد که حضرت شاهنشاهی هوش افزا نامهٔ در گیرنده بدین خواهش که محمد زمان میرزا را که از بند ما گریخته است و بندهٔ گریز پاست بنده وار بدرگاه فرستد به سلطان بهادر فرستادند - آن بیدولت که از پیش کوچه‌گرد شهرستان بیگانگی بود و پیوسته در بزم بآهنگ رزم زره زیر قبا داشت بفرمان شهر یار نمی گرود، و نیز بد آموزان بیدانش بدانش میفریبند که وفا شیوهٔ مردان است که هر کرا زنهار دهد زنهار ندهد - روز برگشته چون می نگرد که پردهٔ آزرم از میان برخاست، و راز از روی بروز بروی روز افتاد، گنجینه فراوان داشت و سپاه انبوه و سپهداران بیمر، گروهی را به

سپه سالاری و صاحب شکوهی بسوی، و چندی را بسرکردگی بارجمندی بسوی همچنین سوی، بسوی و روی بروی لشکرها روان میدارد۔ هرسو گرد فتنه می انگیزند و خون میریزند۔ ره میزنند و شور می افگنند۔ تاتار خان نام گرانمایه سری، نی نی سبکسری' با چهل هزار سوار به آگره روی می آورد، و بگرفتن بیانه آبی که زود از رویش فرو خواهد ریخت بجوی می آورد۔ قضا را خاقان قدر قدرت دران هنگام که هنگامه گرم سازان در بیانه این آتش دوزخ زبانه افروختند شرق‌رویه آگره جولان جهانگیری داشتند۔ بشنیدن این خبر بآرامش گاه عز و ناز باز می آیند و میرزا هندال و میرزا عسکری و یادگار ناصر میرزا را با تنی چند از سپهداران نامدار، و هژده هزار سوار شمشیر زن شیر شکار بدفع فتنه نامزد میفرمانید۔ گماشتگان چیره دست پرنیرو رده رده یک دل و یکرو:

نظم

گزین شهسواران عنان بر عنان مهین نیزه داران سنان بر سنان
به پیچش ز چرمی عنانهای سخت زحل را به دلو اندرون پاره رخت
به جنبش ز رخشان سنانهای تیز بروی هوا نور خور ریز ریز

ناگاه به بنگاه غنیم میریزند۔ تاتارخانیان لختی به هوش می ستیزند، و یکدگر را خیر باد ناگفته لخت لخت میگریزند۔ پنداری از خاشاک آتش زده دودی در نمود آمده بود که بباد از هم پاشید، یا از زمین خسته غباری جسته بود که بباران فرونشست۔ همین شکست که بر یک لشکر افتاد چون نقش موج که یکدست بر اجزای آب روان رود بر پراگندگانی که جابجا بگردن کشی گرد آمده سر شورش داشتند پهن گشت۔ هر کینه‌ور از کمینی که داشت، باوجود جگر تشنگی کینی که داشت، نه بدعوی قرار، بلکه از روی فرار برخاست، و در راهها از کمین گاه ها غبار برخاست۔ گریزندگان رفتند و ستیزندگان دم گرفتند۔

خسرو نوجوان بآئین خسروان بخشش و بخشائیش را در کشاد، و برامش و آرامش دل نهاد ـ

سپس سپاس گزاری داور پیروزگر از روی دلاوری با سلطان بهادر آهنگ داوری کرد، و با سپاهی از قطرهٔ باران بشمار افزونتر و از برق بجهان سوزی گرم خوتر، بادای که باد بر سبزه زار وزد، و مهر بر شبنمستان تابد، راه گجرات پیش گرفت ـ سلطان بهادر با لشکری گران و انجمنی از گردان و گند آوران بر قلعه چیتور تاخته، و بران حصن حصین جنگ انداخته بود ـ چون خبرش دادند که شاه کینه خواه آمد، از پر دلی قالب تهی نکرده در کشودن قلعه سخت تر کوشید ـ بزور بازی و مردی و نیروی مردانگی بران بارهٔ دشوار کشاد آسان دست یافت، و هم ازان خیمه‌گاه باستقبال موکب ماه رفتار مهر کوکب که بشبگیر و ایوار ره می نوشت شتافت ـ در نواحی مندسور گرد راه هر دو اردو بر هواتتق بست، و ذره اجزای غبار از دو سو نه از روی آمیزش بلکه از راه آویزش بهم پیوست ـ پیشروان هر دو سپاه را پس از رجز خوانی جنگی چنان که دانی بمیان آمد ـ بهوشمندی و دانا دلی خود را گرد آوردند، و چین بر جبین و گره در ابرو رو بروی هم فرود آمدند ـ از بسیاری اوتاد خیام که دران سرزمین کوفتند سرگاو زمین شاخ شاخ، و از انبوهی بن نیزه که در خاک فرو بردند مغز قارون نشتر زار ـ باد خود از تنگی جا دران دائره ره نداشت که هیچگاه گرد از جایگاه بدر جستی ـ اگر ناگاه تند باد چنانکه ادای اوست از گذرگاه دگر گرد بره آورد آوردی، از تنگ ورزی خیام و اعلام بر زمین نیفتادی، و همه بر پردهٔ خیمه و شقهٔ علم نشستی ـ سلطان بهادر توپخانه دور دور به دور لشکر فراچید، و حصاری که اگر آهنی دانند بجاست و اگر آتشین خوانند نیز رواست دران بیابان انگیخت ـ باد هر دم از دود آن آتش خانه ابری سیاه انگیختی که ازان تیره میغ بجای قطرهٔ باران شراره فرو ریختی ـ

دستانسرایان داستان آورد گاه آورده اند که روزی محمد زمان میرزا را هوای خود نمائی و دستبرد آزمائی در سر افتاد تا بنوک نیزه از هالهٔ ماه حلقه رباید، و فرق فرقدان بگوشهٔ مغفر فرساید - با جوانان کار آموخته پیکار آزموده از حلقه برون آمد، و بنمک سائی غبار راه شور در نهاد یلان رزم خواه افگند - شیر مردان کمین نشین شیر کمین بدم شمشیر کین پیوند آرامش بریدند، و با فروختن آتش خشم بباد دامان زین سواره از کمین جاها بدر دویدند - حیله سگالان روباه‌فن بانداز کجدار و مریز جنگ گریز سر کردند، و چون هزبران شیر اوژن را بدم توپهای اژدر دم آوردند خود از میان کنار گرفتند - پنداشتی کاری داشتند که تا از پیش بردند پس رفتند - یک برق درخشنده جابجا چشمک زد، و یک ابر بارنده سو بسو تگرگ فروریخت - دران مایه درنگ که کس مژه برهم زند از اسپ و سوار جز دود و غبار نشان نماند - بمشاهدهٔ پروانگان بال و پر سوختهٔ پای شمع انجمن را عبرت روی داد - دیگر از نبردآزمایان گریز پای و رزم سازان هرزه تاز فریب نخوردند، و باستواری گرد آمدن و پاداری از جانرفتن گوی از حریف بردند -

رای جهانبان جنت آشیان به پیرایه سازی پیکر پیکار بران قرار گرفت که چون بد اندیش در میدان گوشه نشین و در بیابان حصاری است، همدرین گوشه توشه از وی باز گیرند، و به بستن راه روزی همدرین حصار فشار دهند - تیز بینی کمین داران هوشیار در نگاهبانی نه آن اشتلم کرد که مور دانه کش حالی در حوالی آن دائره راه توانستی برد - چون روزی رفت دو روزی نیز نماند، و قحط وبا پدید آورد - گرسنگان نه بنان بلکه از جان سیر آمدند، و جنگجویان نه بخون ریختن بلکه بگریختن دلیر آمدند - سلطان بهادر را از بیچارگی خویش وغمخوارگی سپاره درون بهم بر آمد و چون سرسامیان آسیمه سر هوشی که نداشت گم کرد - به شبی از شبهای داج سرا پردهٔ خوابگاه را بسراسیمگی بشگافت، و از راه شگاف پرده پنهان از پرده داران بارگاه

بدانسوی که مرگش راه نمود بشتافت. بامدادان که صبوحیان سر مست لوامع سحری بشوخ چشمی و پرده دری پیرایهٔ شاهد کحلی پرند شب گسستند، و آسمان را از کشکهای آفتاب آبگینه برجگر شکستند، در سپاه بی سپهدار شور نشور برخاست، و هر یک از بهر آن که روی براهی نهد آشفته از نزدیک و دور برخاست. پیکر اقبال سلطان بهادر را دو بازو و در نظر اندازه سنجان دوپلهٔ یک ترازو یعنی صفدر خان و عمادالملک چنانکه همتای یکدیگر بودند همپای یکدیگر بسوی مندسور روی آوردند، و بست هزار سوار با این دو تن همرهی کردند، و محمد زمان میرزا با جمعی از پریشان روز گاران پای زمین پیمای را زخمهٔ تار جادهٔ راه لاهور ساخت تا ازان تار بجنبش این زخمه کدام نواخیزد. سلطان بهادر به چشمداشت پی کور کردن فرسخی چند راه آگره پیموده ببالادوی رهگرای مندسور گشت. بنه و بار و بارگاه و وثاق و خیمه و خرگاه و گردک و چار طاق و دیگر پیل و اسپ و اشتر و استر و همچنین آلات خور و پوش و گستر هرچه دران مقام بجا ماند همه بتاراج رفت. یغما بسرهنگان لشکر فروگزارم. هر یک از هر گونه رخت و کالا رزمه‌ها بر بسته باشد، و اگر از سلطان بهادر پرسی پیداست که در عرض راه یا بمنزل گاه به صفدر خان و عمادالملک پیوسته باشد.

در سرگذشت قافلهٔ اقبال از طاؤس زرین بال که اسمش علم است، و از بهر دوستان از همایونی هما مایه دارد، و برای دشمنان تارک سا سایه دارد، سخن بمیان می آورم که از بلندی خویش گردون را چون بیضه ته بال گرفت، و زود نه دیر در ساحت مندسور عرض دراز دستی اقبال گرفت، سلطان بهادر و دیگر گریختگان بدان روش که سروده آمد دو سه روز پیش از ورود و اردوی خسرو هفت کشور جنگ آور به مندسور رسیده از حصار بزندان نشسته بودند، و بکشودن جای آسایش تا کمری سیخ کنند آن آهنی قفس را در فرو بسته بودند. ازین سوی

محاصره روی داد و در قلعه گیری اهتمام تمام بکار رفت - هنوز بر محاصره آنمایه روز نگذشته بود که درونیان را اضطراب و بیرونیان را ملال پدید آید که ناگاه بی آنکه سخن ازان حلقه برون رود دویست گرد پرخاشجوی هنرور بروز دور قلعه را پیموده و جای بسیچ کار به لشانمندی دلنشین ساخته، نیم شب سواره از فرود آمدنجای بر آمدند - بارگیان را بر در باره گذاشتند، و یکباره بران جایگاه که در نظر داشتند در آمدند - نردبانها بر افراختند، و کمندها بر کنگره های قلعه انداختند تا بپامردی نردبان و دستیاری کمند از کشایش حصار نشان جو آمدند - برون سو از نشیب بفراز رفته، درون سو از بالا به پائین فرو آمدند - بخت بیدار یاور و پاسبانان بیخبر، تیغها بی نیام و اندیشه خون آشام، از بام قلعه فرود آمدن همان بود و در دژ کشودن همان - بر توسنانی که شاطران بر در قلعه به پالا آهنگ نگاهداشتند بر نشستن همان بود و تیغ در قلعگیان غنوده بخت خواباندن همان - سلطان بهادر در آن غوغا بیتاب از رخت خواب برخاست و بچشم نیمباز بر تگاوری که شاهان را درین چنین روزها شبانه بر در خواب گاه نگاهدارند فرانشست، و بهم عنانی بست سوار ازان در که نه بروی وی و نه برای وی کشوده بودند بدر رفت، و تا دمیدن سفیدهٔ صبح نه آنمایه ره نوشت که در نظر دور بینان سیاهی تواند کرد - دمیکه صبح بجهان کشائی در آفاق دم زد، و خسرو انجم بر افق خاور علم زد، خسرو انجم سپاه مهر علم را از جانبازی سپاه انجم شمار و سرفرازی علم مهر پیکر خبر دادند - خدای را سپاس گزارد، و سپاه را آفرین خواند، و سپاس‌گزاران و آفرین‌خوانان بقلعه موکب راند -

نخست ازان برگشته روزگار گویم که چون بگریخت، از کجا بکجا رفت، و بر سر شوریدهٔ وی از چرخ گردنده چها رفت - به مونگیر میرود، و از آنجا به جاپانیر میدود، و گروهی را به دژ بانی جاپانیر

میگمارد، و خود جا گرم نا کرده به کهنبایت روی می نهد، و بر کنار دریای شور خیمه و خرگاهی که نداشت میزند، و درین تگ و تاز از هر گوشه و کنار سر بر می آورد، و مرغ نیم بسمل مانا رقصی سر میکند - او به نا آگهی زمین نورد و بحر پیمای، و قضا باوی بدین پیغاره ترانه سرای :

فرد

دوری درد ز درمان نشناسی هشدار کز تپیدن دل افگار بمرهم نرسد

پایان کار باز گشت وی همان بسوی دیب است - بنامداران فرنگ که فرمانروای بندر و آداک و قهرمان آن آب و خاک بودند میپوندد، و هم به نخستین دید که وادید از پی نداشت، و از هر دو سو از ورقها در آب رانده به سفینه بزم آرای بودند، کار برهم میخورد، و ستیزه در آشتی روی میدهد، و چون قلم بدان رفته بود که جگر تشنه در آب میرد، و خود را از کشتی بموج خیز می افگند، اندیشیده باشد که به شنا از عنا رهد - حیف که گمان برد و جان نبرد - و پس از یکدو پاغوش در آب فرو نشست :

فرد

غرقهٔ بحریم ما را در دیار ما مپرس لقمهٔ کام نهنگیم از مزار ما مپرس

آن جوهر فروزنده که بیاقوت گداخته ماند و هر کس آن را خون نامد، شنیده باشی که روان را رخش است و تن را مایه بخش - هر گاه از روانی بگسلد، یا نا گاه در روانی اندازه فرو هلد، دانایان از نگاهداشت خون پرهیزند، و خواهی نخواهی به نیش از رگ برون ریزند - همچنین هر کجا پیوند خون نه درخور افتد آمیزش از خویشان و خولیشاوندان بر افتد - چون هر یک از برادران بدست آویز خسرو زادگی بانگیز خسروی پردهٔ شرم از میان بر دارد، دودمان خدیو ویژه خسرو و خسرو زاده کیفر چون فروگزارد - آری شهنشاه زاده که شهنشاه را جانشین است همچون پدر پشت به پشت خداوند روی زمین

است - در آئین دانش و داد از پزشک رگ زنی و از شاه دشمن افگنی گناه نیست، تا دا نی که در سر زنش برادران گناه از جانب شاه نیست - همه را بمهر پروردی، و به آزرم دلجوئی کردی - هر یکی را جدا گانه بر کشوری فرمانروا ساخته، و بافزودن دستگاه خداوند برگ و نوا ساخته - ناسپاسان باوارگی آئین آسایش بهم زدند، و از فزون سری بگردن کشی دم زدند -

آهنگ آنست که ازین جاده های پریشان که در نگارش میسپرم زود گذرم، و از ثمر فشانی آن نخل که سایه نشین اویم سخن گویم - ازین ناساز و ناسزا واگویه جز آن مایه که در نورد گذارش داستان خسروی بیخواست بر زبان رود زمزمهٔ روا نخواهم داشت - همه گفتار خسرو خواهم سرود و همه کردار خسرو خواهم نگاشت - سر رشتهٔ حکایت بذروهٔ این روایت بند است که کشایش قلعهٔ مندسور صورت بست - سلطان بهادر از قلعه چون شرر از سنگ بدر جست - ذوق دنباله تازی آهوی رم خورده نعل توسن شاه هزبر شکار در آتش نهاد - زمزمه آزمای اکبر نامه که به پیچیده بیانی نواهای پریشان میزند، درین مقام زخمه بر تار گفتار بدینسان میزند که بادشاه نامجوی کینه خواه به تیز بینی و تیز روی گریختگان را تا کهنبایت پی برداشت - چون صید را نیافت شهر را آتش زد، و لشکریان را بتاراج صلا داد، به برش دید از کشتن و بستن نخچیر از راهی که میپیمود بر گشت :

فرد

طالع بسمل من بین که کماندار ز پی پارهٔ بر اثر خون شکار آمد و رفت

راز پژوهان فرارسیده باشند که سلطان بهادر را که بصید و نخچیر تعبیر میرود پایان کار بدریای نا پیدا کنار آب از سرگذشت - ایدون سرگذشت آن سرگشته نه بگذارش درخور است و نه بپرسش ارزنده - لشکر کش کشورکشای و کشور خدیو لشکر آرای دران بازگشت به جاپانیر آمد - آن دلیرانه ورزش که از بار و باره فرود

آمده را از درون بکشایند تا بیرونیان در آیند چنانکه در مندسور بمیان آمده بود درین بار دوباره روی نمود - صورت بستن کشود قلعه را پیشکش دولت و ره‌آورد اقبال شمردند، و بدمسازی اقبال بسوی احمد آباد روی آوردند - عماد الملک که روی از قبله بر تافته بود، به نبرد پای افشرد - جز آن که بخون بیگناهی چند زمین را بی نمازی کرد و گریخت، کار از پیش نبرد -

گجرات به میرزا عسکری سپرده آمد - و اردوی دوردو و زود پوی را به مالوه گذار افتاد - دران سرزمین که فرخی آب و هوا و فراخی برگ و نوا داشت آب خورد کردند - همانا روانهای آشوفته و تنهائی کوفته را برامش و آرامش همی پروردند - تا پروائی جهاندار و ناراستی جهانیان و دو رنگی بخت و دوروی اختر کارهای نیم ساخته را برهم زد - میرزا عسکری اگر راست پرسی کجُ باخت، و گجرات را گذاشته از راه خلاف بدارالخلافه تاخت - بشنیدن این خبر از آرامشگاه بدر شتافتند، و میرزای بادیه نورد باد پیمای را در عرض راه دریافتند - روی بر خاک نهاد و شرمسارانه نیایش ساز داد - روی که براه آورد بوسیدند، و از انچه رفت چشم پوشیدند، تا شاه فرشته سپاه رونق افزای تخت گاه شد، و ساخت تخت گاه فرود آمدنجای سپاه شد - به اندیشان بانداز شادمانی بوسه پر پایهٔ اورنگ زدند، بدسگالان از اندوه پشیمانی سر بسنگ زدند، بخت را تا به خجستگی نگران گردد دمادم بر رخ گلاب افشاندند - و فتنه را تا خوابش گران گردد ریحان برخت خواب افشاندند - اینجا همان آئین شادی و شاد خواری هست - اما سرخوش اند نه سیه مست - گوشی که بدان داد شنیدن بانگ نی و چنگ میدهند بفغان دادخواهان و گفتار کار آگاهان نیز مینهند :

فرد

مناز گرهمه موج گل از کمر گذرد ز خویشتن مگذر گرچه می ز سر گذرد

شیر خان که اندازهٔ کسائی وی گفته آمد، و از رسائی انداز وی سخن رفت، ناگاه از کمینگاه همانا از قلعهٔ چنار برآمد و بجهانگیری و کشور کشائی کمر بست- قطب خان کمین پور خویش را در قلعه به نگاهداشتن باره و بنه و بار گذاشت، و سبکبارانه با سپاهی گران در بنگاله بر نصیب شاه فرمانروای آن قلمرو ریخت- شهنشاه کار آگاه که از پیش آهنگ گرفتن بنگاله داشت، از پس شیر خان که پوی یوی بدانسو میرفت روان گشت- در پهنای راه از گرفتن قلعهٔ چنار شگون فیروزی روز افزون گرفتند- همدرین مقام نصیب شاه والی بنگاله خسته و دم گسسته بدرگاه آمد، و به بهانهٔ انتقام خستگی خویش منش خسرو را بخون ریز بداندیش تیزی افزود- برفتار تیز ره بریدند، و باد کردار از دشتها و دریاها گذشته به بنگاله رسیدند- سر زمین بنگاله رود بار است و دران خاک رودها و جویها بسیار-

هان ای همنفسان! با جان من و جان شما تا نام بنگاله بر زبان قلم گذشت، قلم که از ناز پروردگان آن قلمرو است از نال تار بر ساز بست و ناله ساز داد- نامه نگار را بفرمان آبشخور اتفاق ورود بدان سرزمین افتاده، و سواد بنگاله چون سویدا دلنشین افتاده- کران تا کران هر راهگذار سبزه زار و سر تا سر هر کف خاک آبستن تاک- نه تنها نخل بنمایش سر و برگ میزبانی از گرانی بار سینه بر زمین میمالد، که ثمر نیز آرزوی مهمان نوازی و مسافر پروری دیده بپای رهروان آن سرزمین میمالد- اگر همه کودکی بخاک بازی زمین کاود چشمهٔ آب از خاک برون تراود- غریق رحمت آن مرده که آن خاک طربناک مدفن اوست و تماشای جنت آن زنده که آن دیار همیشه بهار مسکن اوست- آ بهای رنج برنده تن پرور' و باد های غم برنده روان آسای' بروستاها کشاورزان را سپنج و بینوایان را گومه و کازه از نی قلم است- سخن دراز میگردد و از مقصود باز میمانم، اگر بهشت نیست ارم است:

رباعی

هر چشمه به بحر همعنان است اینجا
هر خاربنی ثمر فشان است اینجا
از حاصل مرز و بوم بنگاله مپرس
نی خامه و هیمه خیزران است اینجا

شیر خان مگر بدانست خویش مهرهٔ حریف در ششدر انداخته باشد، و کار پیکار را بهنگام دگر انداخته باشد؛ جنگ نا کرده باختر سوی بنگاله گریخت، و شکست نا خورده پیوند آسایش گسیخت۔ چون بهارستانی چنین که گفتم، و هنوز زبان لب تشنهٔ گفتن است بی آنکه رنج برند و از سیلاب خون گذرند بدست آمد؛ بسرخوشی آب و هوا ترنم شادی بر گرفتند، و همان آئین سور و سرور که در مالوه داشتند از سر گرفتند۔ آری هوای کشور طرب انگیز بود و کشورستان طرب دوست۔ هر آئینه با مزاجش چون نساختی هر ثمر که از روی ذوق بجام افشرند می نوشین، و هر گل که از راه لهو بکف گیرند ساغر یاقوت۔ بساط بزم را مخمل سبزه آستر، و لوای سپاه را سوجهٔ گل پرچم:

فرد

حریص جلوه نگه در هجوم لالهٔ و گل
چون آن گدای که دنبال کاروان گیرد

سرود هوش رباست و باده خرد گسار۔ خواهش راهزن است و شاهد دلفریب۔ مستی و می پرستی از سر انجام کار ملک و دولت باز داشت۔ از دشمن و دوست بیخبری و نا آگهی بدان پایه انجامید که میرزا هندال بی آنکه دستوری جوید، از بزم انس دوری جسته جهازه بسوی آگره راند، و به تهدید بد روشی چند خطبه بنام خویش خواند۔ میرزا کامران را میرم گوئی در بستر خوابش خسک ریختند که بیتاب از لاهور برآمد و تا به میرزا هندال نه پیوست از رهروی نیاسود۔ شیرخان دران گریز براه "جهار کهند" پویه سر کرده به رهتاس آمد،

و قلعه را از 'راجا، چنتامن بدم و دمدمه گرفت، و بنارس و جونپور را نیز به ترکتاز مسخر کرد.

باری چون فتنه از هرگوشه و شور از هر کنار برخاست، خسرو پرویز بندهٔ شیرین پرستار از شکر خواب ناچار برخاست. دوستان از شاه راه اخلاص رو تافته و دشمنان به پشتگرمی هم نیرو یافته. موسم برشکال، و دانی که برشکال بنگاله چون است، شبا روز بارش باران بیفاصله و دما دم، تابش برق نظر سوز، و ابر های سیاه پیوسته هر سو محبط، بروز آفتاب نا پیدا، و بشب انجم نا پدید. رهگذرها فراهم آمدنجای گل و لای، و بیابانها کارگاه موج و گرداب، لجن میل در میل، و سیل فرسنگ در فرسنگ. آدم و چاروا بزور آوری گام زن، و به شناوری راهرو. خاقان چنانکه در آرایش بزم سخت کوشی داشت، بگرایش رزم نیز سختی کش بود. از بسیاری دشمن و دشواری راه پروا نکرد و بدانسوی که سرکشان هجوم داشتند روی نهاد. در نواحی بهوج پور که بر کنار گنگ آبادان است بهم پیوستن دو دریای لشکر چون زمین آب خیز بود و خاک از نظر نهان بجای غبار چار موجه از راهگذار بر انگیخت. جنگجویان هر دو اردو تگاور بر تگاور زدند، و نیزه در نیزه بر یکدیگر افگندند. برادران تن بهمراهی نداده، و کار تنها بر شهریار افتاده. سپاه اندک و بسیار کوفته و مندبور کوشش هر روزه که روان از وی فرسودگی پذیرد بسیار، و اندک آسایش که جاندار ازان نگزیرد نایاب. گذشته را گزند چشم بد از پس، و جنگی چنین که کردار گزاران بروزگاران ازان سخن رانند در پیش:

فرد

خستهٔ چشم زخم خویشتنم ناوکی بر نشان نمی خواهم

شیر خان را دل دگر بود و زبان دگر، بلابه گری و افسون گستری پیام آشتی درمیان داشت، تا چنان شد که هیچکس را ستیزه در

دست از غارت و تاراج غنیم کشیدند و در آسایش غنیمت شمردند. پائها بجادهٔ زه دامن آشنا شد و پیکرها چون صورت دیبا به بستر پیوند پذیرفت. سر از بالش بر نمیخیزد تا کلاه و مغفر را چه کنند. پیراهن حریر بر تن گران است تا چلقد و جوشن کجا برند. هوا نمناک بود و ابر رشحه فشان. تیغ در نیام زنگ بست و نمد زین بر بارگی گران گشت. سپیده دمی که تیرگی تار میغ جهان را فروگرفته بود هنگامه سازان هنگام جوی یکسره بر غنودگان ریختند. شگرف سراسیمگی پدید آمد و طرفه هزاهز در لشکر افتاد. کلاه از کمر و پاردم از افسار نشناختند. از رخت خواب جسته و بر اسپان بی زین نشسته پراگنده هر طرف تاختند. گروهی هرچه بادا باد گویان سواره خود را بدریا زدند، و هنروری چند ساحل جویان بشنا دست و پازدند، تا کدامان بزخم دم تیغ و کدامان بخم موج رود مرده باشند، و کدامان از طوفان این دوآبه جان بسلامت برده باشند.

شهنشاه بحر و بر نهنگ دشت نورد دریا شگاف را از فراز ساحل در آب افگند. پای از رکاب و عنان از دست و اسپ از خم ران بدر رفت، و شاهسواری که شاهان هنگام سواری بوسه بر رکابش همیزدند غوطه در آب خورد. نظام نام آزادهٔ از آب کشان لشکر که پنهان از خویش اقبال را چشم براه و گوش بر صدا داشت، و با خویشتن درین اندیشه که از بحر چون گزرد بر ساحل جا داشت، هواخواهانه بدان چستی که گوئی دولت برد خود را بآب در زد. باری بدانست آشکارا بینان سقای سخت کوشی بود، و بوالا دید معنی آشنایان فرخ سروشی بود که جهانبان را از گرداب بدر آورد و بر جهانیان جهان جهان این منت نهاد. همانا این هولناک ماجرا که خیلی آب میبرد نهم صفر بسال نهصد و چهل و شش روی داد.

از هزیمت خوردگان لشکر در هیچ رساله و هیچ سفینه نشان درمیان نیست که تا از هم گسستند دیگر کجا بهم پیوستند. از شهنشه

جز این قدر نمی سرایند که تا از دریا بکنار فراز آمد به آگره باز آمد - لا جرم من که گفتار من از زبان دیگران است خود از کجا گویم که چون آمد - دانم که هیچ آشنا روی خدا برد گوی را در عرض راه ندیده باشند، و پنهان از نظر دشمن و دوست به آگره رسیده باشند - گسستگان لشکر شکست خورده گروهی از راهی و انبوهی از گرزگاهی پس و پیش یکدگر چندی پی هم و اندی باهم آمده باشند، و مانند ذره های بیدست و پا که به پرتو آفتاب نمودار شود بنظرگاه سلطان فراهم آمده باشند - میرزا کامران و میرزا هندال و میرزا عسکری که در آگره بودند هر سه تن چار نا چار جبین بسجدهٔ بندگی فرسودند - نه در دل از مهر نشان و نه در دیده از شرم اثر - ازان سوی قطع پیوند و ازین سو قطع نظر - هوای تیغ زنی در سر جا گرفته بود و همت بدشمن شکنی آویخته - از پیاده و سلاح و سلب و خیمه و خرگاه آنچه در حوصلهٔ وقت گنجد فراهم همی آوردند، تا گونه جمعیتی که هر آئینه روکش پریشانی تواند بود صورت گرفت -

در سال نهصد و چهل و هفت دگر ره هم بدان خونریز گاه خرامش رفت - شیر خان که به بنگاله رفته و آن قلمرو را دوباره گرفته بود به پذیره شدن سپاه کینه خواه رخ آورد - در حوالی قنوج هردو سپاه را مرکز به مرکز پیوست و ساحل گنگ خیمه‌گاه شد - همدران میدان که میدانی رستخیز آشوب بود نبردی بمیان آمد، و شکیب گسل شکستی بر لشکر افتاد - بران جاده که هنوز از خاک محو نشده بود بسوی آگره گام بر داشتند - اگرچه زود رسیدند اما دیر نیارامیدند - پندارم درنگ در یک جا فرخ نه پنداشتند - ناگزیر از آگره به لاهور و ازانجا براه ملتان به بهکر و تهته(۱) رفتند و در بازگشت اوچ و بیکانیر و جوده پور را پیموده در امرکوت(۲) دم امن و دامان امان گرفتند - دران

---

(۱) 'ٹھٹھہ'

(۲) 'امرکوٹ'

خجسته سر زمین از افق سپهر آرزو ستارهٔ سیاره دمید، و بر طرف خیابان مراد خرامنده گلبنی رست - دانسته باشی که از تافتن اختر چه یافتم و از رستن نهال چه جستم - در سال نهصد و چهل و نه، بشب یکشنبه، پنجم رجب، شاه فرقدان جلوه گاه را مظفر و فرخ رخ فرزندی بخشیدند که شهنشه جهانگیر(۱) تاریخ رخ افروزی اوست - خسرو جهان جوی بدین فال همایون نوید خجستگی فرجام یافت، و شاهزاده بر زبان شهنشاه نامور محمد اکبر نام یافت - درنگی که جهاندار جهانگیر درین سر زمین ورزید بهوای ثمر فشانی نخل این آرزو بود:

فرد

بوی گنج گزیدم خرابه ورنه جنون
بهرزه ذوق دلاویزی سکون ندهد

جادهٔ راه قندهار در روشنی روی نوردیده بسر منزل مقصود رسیدند - میرزا عسکری که از جانب میرزا کامران قندهار را داشت آشکارا لوای مخالفت‌افراشت - در بروی گرانمایه مهمان بست و بسوی آشتی ره نبرده به نبرد میان بست - جنگ با کهتران ننگ شمردند، و وقت نیز گنجائی درنگ نداشت - آهنگ پیش کردند و خود در پیش آهنگی از همه پیش رفتند - میرزا عسکری بر بنه و بار و سراپرده و پردگیان تاختن آورد، و شاهزاده زرینه مهد گوهرین گاهواره را از میان برد، و به میرزا کامران که در کابل بود سپرد - درد دوری آنچنان، جگر بند خاصه با این چنین گزند که چسان بردند و کدام کسان بردند، و با این همه چاره درمیان نگنجد، نا چار میباید گذاشت و میباید گذشت - وانگاه دران گذشتن صد ره در اندیشه گذرد که چون از سر ننگ و ناموس گذرند دل دو نیم و جان حزین را کجا برند - دانی که چه مایه جانگزا و روان فرسا خواهد بود - فرو خوردن اینگونه خشمهای بیشمار و تاب آوردن اینچنین غمهای بیحساب زهرهٔ هر مرد نیست -

---

(۱) ۹۴۹

حدیث درازی راه کوتاه، به چشمداشت یاری جستن از دارای گیتی آرای ایران که دران روزگار سلطان مصطفوی تبار صفوی نژاد شاه طهماسپ فرخنده نهاد بود، بسیچ راه عراق کردند. نخست بحسب راستی راه ایران که بسوی تخت گاه هم ازان شهر میرفت به هرات برات ورود آوردند. کشور خدیو عرض جوهر مردمی داده بود. از پیش بهر شهر جداگانه فرمان فرستاده بود که این همای فرخ فال که سایهٔ بالش سواد منشور سرفرازیست، بهر کجا که روی آورد پرستشگرانه نماز برند، و بهر شهر جشنی و بهر منزل نزلی ساز داده بساطهای خسروانه و سماطهای شاهانه گسترند. فرزانه فرزندان فرهمند به پدری بر گیرند، و خاصگیان ملک و دولت و عامهٔ مردم از سپاه و رعیت بخدایگانی پذیرند. لاجرم اگرچه شاهنشاه از سبکروحی و آزادگی خود را جز مهمان نشمرد، اما خواهی نخواهی بدانسان که شهریاران در قلمرو خویشتن خرامند ره سپرد. و بهر کجا که رسید و هرکرا دید بدان فروتنی فرمان برد که دانست از بندگان اوست. و بهر کجا که بزم آراست هر چه خواست بدان خوشدلی آوردند که پنداشت هم از آن اوست. دراز نفسی پیشکش، بدین فر و شکوه جام و مشهد مقدس و نیشاپور را پیموده روزیکه میخواستند به تختگاه رسید سران سپاه بفرمان شاه تا دیروزه منزل گاه باستقبال رسیدند، و نثار افشانان و چشم روشنی خوانان در جلو دویدند. جانشین کیان به فر جم و شکوه کی از شهر برآمد و بدو سه کروهی شهر والا مهمان را دریافت. بدیدار هم دیده روشن کردند، و بدستبوس یکدگر پیمان مهر بستند، و دران خرامش همعنان و همزبان به شهر باز آمدند:

نظم

خود آهسته رو بود در ره ز پیش
فرستاد فرمان بدستور خویش

که فرمان دهد تا بهر گونه بهر
به بندند آئین شادی بشهر

نمطها به آراستن نو کنند
پرستاری بخت خسرو کنند

بروزیکه بایستی از شاه راه
بایوان خرامد خداوند گاه

هم از شام مشعل بر افروختند
امینان بکوشش نفس سوختند

بمهتاب شستند سیمای خاک
فشاندند پروین بدیبای خاک

ببازارها سو بسو صف به صف
به پیرایه بندی کشودند کف

ز هر پرده نقشی بر انگیختند
بهر گوشه چینی در آویختند

بدانگونه آئینه ها ساختند
که بینندگان چشم و دل باختند

چو گیتی کشا موکب خسروی
قدم سنج اندازهٔ رهروی

بشهر اندر آورد از راه روی
رسیدند گوهر کشان پوی پوی

بدان جاده گوهر فروریختند
بمغز زمین رنگ و بو ریختند

رنگہا بروی، ہم ریختہ۔ و نقشہا بہ پہلوی ہم انگیختہ۔ شہری چون نگارخانۂ چین برنگ و بو آراستہ، و بہ آراستگی از مانی و بہزاد(۱) رونما خواستہ۔ خنیاگران بہنجار نغمہ سرائی ہوشمندانہ در دف زدن، و تماشائیان از روی ذوق افزائی بیخودانہ در کف زدن۔ بہر سو کہ پویند نسرین و نسترن پی سپر، و بہر طرف کہ راہ جویند موجۂ گل

(۱) کمال‌الدین بہزاد ہرات کے تیموری دور کا عظیم مصور ہے وہ ۸۵۴/۱۴۵۰ میں ہرات میں پیدا ہوا اور اسے سلطان حسین بالقیرا اور اس کے نامور وزیر میر علی شیرنوائی کی جو خود شاعر موسیقی دان اور نقاش تھا سرپرستی نصیب ہوئی۔ مشہور مورخ خواند میر نے اس کو مندرجہ ذیل خراج عقیدت پیش کیا ہے :

بہزاد اشکال شگفت انگیز و نوادر صفت خویش را در مقابل مامجسم میکند۔ طراحی و ہنر مندی او چون قلم مانی آثار ہمۂ نقاشان دنیارا از صحفۂ روزگار سترده و انگشتان معجزه آسایش صور و نقوش ہمۂ صنعت گران و نقاشان فرزندان آدم را محو کرده است۔ موی از قلم او بامہارت و استادی باشکال بیجان جان میبخشد۔

۹۱۳/۱۵۰۷ میں تیموریوں کی شکست کے بعد بہزاد ازبک سلطان شیبانی خان کے دربار سے منسلک ہوگیا۔ ۹۱۶/۱۵۱۰ میں شاہ اسماعیل صفوی (۹۰۸/۱۵۰۲-۹۳۱/۱۵۲۴) کے ہرات پر قابض ہونے کے بعد بہزاد تبریز چلا آیا اور یہاں اس نے ایران کے ایک نئے دبستان نقاشی کی بنیاد رکھی۔ ۹۲۹/۱۵۲۲ میں شاہ اسماعیل نے کتاب خانہ سلطنتی کا انتظام بہزاد کے سپرد کر دیا۔ شاہ طہماسپ کے عہد میں بھی بہزاد کے تخلیقی فن کا اظہار ہوتا رہا۔ سال انتقال ۹۴۲/۱۵۳۵ ہے۔ بہزاد کے بعض لازوال آثار مخطوطات میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے ۸۴۶/۱۴۴۲ کا لکھا ہوا خمسۂ نظامی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے جس میں کتاب کی تصنیف کے ایک عرصہ بعد ۸۹۸/۱۴۹۳ میں بہزاد نے اپنے مخصوص ''میناتور'' (miniature) اسلوب میں تین تصویریں بنائی ہیں۔ دوسرا مخطوطہ بوستان سعدی کا ایک نسخہ قاہرہ میں کتاب خانۂ مصر میں ہے۔ اس کا سال تصنیف ۸۹۳/۱۴۸۸ ہے۔ بہزاد کی ان تصویروں میں مو قلم کی ریزہ کاری اور فنکار کا ذوق رنگ آمیزی اس کے کمال فن کی دلیل ہیں۔

تا کمر- مهمان ماه مانا را در ثریا بساط منزلی و پروین جلوه نشیمنی فرود آوردند، و کار مهان پرستی را چنانکه از گرانمایه میزبانان سزد پیش بردند- همانا دران انجمن که این دو خسرو فرزانه همنشین یکدگر بودند، آنچنان عرض ناز گرفته باشد که ناهید را در سرودسرای آواز گرفته باشد، و چندان بکارسازی سرگرم بوده باشد که ماه را در تیزگامی پای فرسوده باشد- همدران صحبت رنگین و بزم نگارین که موج رنگ لاله و گل از سر و افسر شاهان گذشت، یکپارهٔ الماس سهیل فروغ و دو صد و پنجاه قطعهٔ یاقوت از جانب دارای هند به نوراهان گذشت- نامه نگار کردار گزار آن میسگالد که اگر استعاره بهم بزمی این دو مهر دیدار ماه پیشکار به فراهم آمدن جای مهر و ماه خواسته باشم، هر آئینه یکی را بپایه افزوده و دگری را بمایه کاسته باشم- و اگر خود از همنشینی اسکندر و دارا سخن سروده باشم، پیداست که اندازه دان مهر و کین و صلح و جنگ نبوده باشم- چرا نگویم که ایران را یکچند هر روز بدو رخشنده مهر هنگامه گرم بود، و هر شب به دو تابنده ماه دیده روشن- ورزش پذیرفتگان سیر سیر و اخبار که نورد روز نامهٔ شاهان روزگار از هم کشاده اند، در هیچ عهد میزبانی چنان و مهمانی چنین، و انگاه بزمی بدین آئین نشان نداده اند:

نظم

اساس کاخ امل بر گزار سیل فناست
مجوهر آئینه جز نام نیک کان باقیست

نماند رنج همایون و پرسش طهماسپ
ولی حکایت مهمان و میزبان باقیست

پویندهٔ راه سخن و سرائیندهٔ زمزمهٔ گفتار تا از درازا به پهنا نگراید رامش و آرامش یکساله آب خورد قلمرو ایران را بگفتن ساز نتواند داد- و با اینهمه پویندگان را جاده ها نمایان است، و سرایندگان را سازها بلند آواز- آئین آداب خود آنست که در عذر کوتاهی سخن نیز

سخن درازی نه پذیرد- باز گشت شهنشاه جم پایگاه بسوی قندهار از راه اردبیل و تبریز اتفاق افتاده است، و از پیش‌گاه خسرو کیخسرو فر ایران خسرو زاده مراد میرزا باجمعیت ده و دوازده هزار سوار فرامرز رزم سام پیکار توقیع هم آهنگی و همرهی یافته-

همانا جهانبان جنت آشیان در سال نهصد و پنجاه و یک به مهمان‌خانهٔ ایران تشریف ورود ارزانی داشت، و در سال نهصد و پنجاه و دو سپاهی گران از قزلباش و ترکمان به هند روی آورد- و همدرین سال دولت روز افزون بصورت فتح قندهار و کابل از در درآمد- چشم و چراغ دودمان اقبال شاهزادهٔ بزرگ دانش خرد سال را دیدند، و از سواد مردمک دیده تا شبستان سویدای دل آئین شادی و شادمانی بستند- این سه تن که برادرانند و چون با شاه در گوهر و نژاده انبازند، چون گویم که بد گوهران، آری دژم خردان، نژند اندیشه، و کژروان ناراستی پیشه، یعنی میرزا هندال و میرزا عسکری و میرزا کامران فتنه‌ها انگیختند، و آبروهای خود و خونهای خلق ریختند- پایان کار همه را چشمه‌های چشم داشت روانی کار و روائی آرزو بخاک اپناشته شد، و ازان سه نام آور جز نام نکوهیده در جهان نماند- .

میرزا هندال را در سال نهصد و پنجاه و هشت در هنگامهٔ شباخونی که میرزا کامران بانبوهی از افغانان خلیل و میمند بر سپاه شاه آورده بود روز فرو رفت- میرزا عسکری راگرفتند، بند بر پای نهادند، و به بدخشان نزد میرزا سلیمان فرستادند تا از راه بلخ به کعبه فرستد- به بدخشان رسید و به حجاز روان گشت و همدران راه روزگارش سر آمد- فروخفتن پای این بیراهه خرام را درین راه روی در سال نهصد و شست و دو نشان داده اند - میرزا کامران پس از آن که رنگها آمیخت و نقشها انگیخت، صد ره گریخت و هزار بار آویخت، گرفتار آمد، و چنانکه دل باخته بود دیده نیز باخت- به چشمی که جز روز سیاه هیچ نه بیند، و بمرگ نگاه سیاه پوشد، و از مردمک در حلقهٔ ماتم نشیند، به کعبه گسیلش کردند- گویند خاقان را هنگام وداع سیل سرشک برخسار دوید،

و رهرو خود بهای های گریست، و بر سر روی خویشتن زد- باری به نیایش جا رسید، و سه حج گزارد، و در سال نهصد و شست و چار به دراز خواب واپسین غنود، و همدران خاک پاک خوابگاه یافت-

اکنون در خور آنست که سر رشتهٔ گفتار شیر خان ازانجا که از کف گذاشته ایم بچنگ آوریم، و زخمه بران تار روان کنیم، تاگسستگیها بهم پیوندد، و زمزمه بهنجار دلپذیر صورت بندد- آن جنگجوی فرزانه پس ازان که بر اردوی گیتی داور شکست افتاد، و او را بیاوری بخت فیروزی روی داد، هندوستان را از بنگاله تا آگره و دهلی بجنگ و آشتی و رزم و آزرم کشاد، و پای که درین یورشهای دلیرانه برکاب فرسوده بود بر اورنگ نهاد- تاج بر تارک ماند و چتر گرد سرگرداند- عنوان نامه‌ها بطغرای شیرشاهی آرایش گرفت، و نامش بخسروی وجهانداری در جهان رفت- داد آنست که شیرشاه ردهٔ مردان را راد مردی و در باغ سروری آزاد سروی بود- و سری بلندی‌گرای و دستی تیغ آزمای داشت- هم بدان فرهٔ ایزدی که بخویش آورده بود توقیع توقع جهان خسروی از پیش آورده بود- تا بارنامهٔ شاهی یافت کارنامهٔ آگهی فرو خواند- از آگره تا مندو و از بنگاله تا آب سند درازا و پهنا پل و چاه و مسجد و رباط و کاروانسرای ساخت، و سر تا سر رهگزارها دورویه نهال بارور نشاند- پانزده سال سپهبدی و لشکر آرائی و پنج سال قهرمانی و دارائی کرد- دهم ربیع‌الاول در سال نهصد و پنجاه و دو بپای قلعهٔ کالنجر در آتشی که تند باد خشم ایزدی بر افروخت با همدمی چند هم بدمی چند بسوخت- چنانکه "زآتش مرد"(۱) تاریخ واقعهٔ جانگداز اوست-

کهین پسرش جلال خان بعد از گذشتن پدر به پنجروز که خود هستی جهان نا پایدار در اندیشهٔ راز دانان هست و بود از اندازهٔ این مایه درنگ در نگذرد شیر مردانه بر سریر شاهی جاگزید، و خود را اسلام شاه نام نهاده بخطاب سلیم شاهی زبان زد جمهور گردید- گویند نه سال هند را بدادگری داوری و به آبادان کاری شهریاری کرده- در سال

---

(۱) ۹۵۲

نهصد و شست از گیتی رخت بربست۔ بچراغ رسیدن این دو نام آور بروزگاران بدرخشیدن برق در ابر بهاران ماند که تا مژه برهم زنند از فروغ نشان نیابند۔

سران سپاه و بزرگان کشور فیروز خان فرزند دوازده سالۀ سلیم شاه را که اگر یکچند ماندی بماه چهارده مانستی، و چون چنین نشد میتوان گفت که طالع چراغ سحری داشت، بر تخت نشاندند۔ مبارز خان برادر زن سلیم شاه آن کودک بیگناه را پیش از سه روز امان نداده۔ از تاب جگر تشنگی جاه خون جگر بند خویش آشامید۔ خواهرزاده را تیغ بر گلو راند، و خود بفراز تخت برآمد۔ و با آنکه از عدل عدول کرد خود را محمد شاه عادل نامید، و سپس به عدلی شهرت یافت۔ در دون پروری پرورش آموختۀ روزگار وگرانمایه شاگرد این کهن آموزگار بود۔ دانایان را برانداخت، و نادانان را نواخت۔ هیمون نام ناهمایون هندوی ازان قوم که در هند جو و گندم فروشند و زرشماری و دکانداری آئین دارند، بحسب اتفاق نه از روی استحقاق در عهد سلیم شاه بزمرۀ منصبداران در آمده بود۔ همیدون درین روز بازار دون نوازی بر نوازش یافتگان روزگار سر آمد۔ دوران طوفان بی تمیزی دکانش آسیا آسا که بآب گردد بگردش اندر آمد۔ رفته رفته بر محمد شاه عادل عدلی از شاهی و شاه نشانی جز نام نماند، و هیمون بر لشکر و کشور فرمانروا شد۔ بازیچۀ طالع میمون هیمون فتنه را لولیانه بچار سوی ملک برقص اندر آورد، و هر بی توشه از هر گوشه بطنازی و دستبازی سر بر آورد، و ابراهیم خان نام افغانی خود را ابراهیم شاه خواند، و احمد خان نام آشفته نوای هم ازان طائفه ترانۀ دعوی سکندر شاهی دم زد۔

همدرین روزگارکه روزگار از درون سوی دیوانگان پریشان تر و از بیرون سوی فرزانگاه بی سامان تر بود جهان کشای درون بدانش افروز، برون بدهش آرای، بهر رهگزر تن خصم و بساط بزم افگنان، و بهر نورد لشکر دشمن و طرف کلاه خویشتن شکنان، از راه لاهور و سرهند بنازشگاه

هند باز آمد۔ دگر باره آن قلعه را که افراشتهٔ خدایگان بود و دین پناه نام داشت آرایشگری کردند، و برگ و ساز نای و نوش را گرد آوری کردند۔ تردی بیگ خان منشور ایالت دهلی و سکندر خان اوزبک توقیع طرفداری آگره و علی قلیخان سیستانی فرمان مرزبانی سنبهل یافت۔

نگفتم که حضرت جهانبانی چون از لاهور بسوی دهلی علم افراشته اند سکندر شاه را دران مرزوبوم همچنان لشکر آرای و پیکار جوی گذاشته اند۔ لاجرم بعد از فتح دهلی و آگره شاه ابوالمعالی را به فرو نشاندن گرد آن فتنه گماشته اند، و شاهزادهٔ سپهر پایه مهرهمسایه محمد اکبر را با سپاهی دیگر از دنبال روان داشته اند۔ خامهٔ تقدیر پیکر این نشاط اندوزی و عالم افروزی را در سال نهصد و شست و دو پرکار کشای آمده است۔ چنانکه در 'شمشیر همایون'(۱) تاریخ فتح هندوستان را آئینهٔ صورت نمای آمده است۔

بالجمله حضرت جهانبانی در سال نهصد و شست و سه، بتاریخ هفتم ربیع‌الاول، شامگاه ناگاه در قلعهٔ دین پناه بهنگامیکه از فراز بام کتاب خانه فرود میامدند بشنیدن بانگ نماز شام بر زینه پایه نشسته اند، و تا برخیزند و بر زینهٔ دگر پا نهند به لغزیدن پای و پچیدن پای بدامن و برون رفتن عصا از کف فرود افتاده اند۔ سخت آسیبی بسر مبارک رسیده است، و قطره های خون از گوش چکیده است۔ و چهار روز دگر برنجوری بستر آرای مانده اند، و یازدهم ماه هم بهنگام شام بر رخت و تخت آستین افشانده اند۔ تا دانی که این فرزانهٔ ناز پرورد برینی جهان را ازان پنجاه و یک سال که در گلگشت این ششدره بوستان گذشت، بیست و چهار سال بفرماندهی و شاهنشهی کابل و هندوستان گذشت، در دهلی نو که اکنون کهن است خوابگاهش ساخته اند۔ و این گنبد

---

(۱) ۹۶۲

که سر بستاره میساید بقول صاحب تاریخ فرشته(۱) در سال نهصد و هفتاد و سه افراخته اند۔

سیه مستی عدلی و هرزه گردی افغانان دیگر و گرمی بازار هیمون هنوز بر جاست تا در عهد بادشاه جوان دولت جوان سال از آنها چه سخن رود۔ همانا پرتو فشانی مهرنیمروز در پرتوستان انجام یافت۔

امید که زود نه دیر هنگامهٔ تابش ماه نیم ماه گرم شود۔

خاتمه بالخیر

---

(۱) تاریخ فرشته یا گلشن ابراهیمی قدیم دور سے ۱۰۱۵/۱۶۰۶ تک کی ہندوستان کی عام تاریخ ہے۔ مصنف محمد قاسم ہندوشاہ استر آبادی ہے جو فرشتہ کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب نصیرالدین ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور (۹۸۸/۱۵۸۰-۱۰۳۷/۱۶۲۷) کے نام منسوب ہے۔

فهرست افراد و اماکن و کتب وغیره

فهرست افراد

آ

ا

(۱) پاورقی

ب

ن

و

ه

فہرست اماکن

ع

غ

ف

ق

ک

گ

ل

م

فهرست کتب و رسائل

فهرست عشایر و طبقات و فرق و اقوام و ملل

فهرست سلطنت ها و خانواده‌ها

فهرست ادوار

فهرست زبانها

ا

پ

ت

س

ف

ی

فهرست رودخانه‌ها

فهرست کوه‌ها

فهرست بروج و ستارگان

فہرست منابع و مآخذ

آفاق حسین آفاق : نادرات غالب ۔ کراچی ۔ ۱۹۴۹ء

ابوالفضل علامی : اکبرنامہ ۔ سہ جلد۔ مرتبہ عبدالرحیم۔ کلکتہ ۔ ۱۸۷۷ - ۱۸۸۶ء

اسد اللہ خان غالب : اردوے معلیٰ ۔ لاہور ایڈیشن ۱۹۶۴ء

: دستنبو ۔ باہتمام عبدالشکور احسن ۔ مطبوعات مجلس یادگار غالب (۱۰) لاہور ۔ ۱۹۶۹ء

: کلیات نثر غالب ۔ نول کشور ایڈیشن ۔ ۱۸۷۱ء

ابوالقاسم فردوسی : شاہنامہ ۔ در پنج جلد ۔ بتصحیح عباس اقبال آشتیانی ۔ تہران ۔ ۱۳۱۳ - ۱۳۱۵ - ھ - ش

ابوعبداللہ جعفر بن محمد رودکی : دیوان۔ بتصحیح سعید نفیسی۔ سہ جلد، تہران۔

الطاف حسین حالی : یادگار غالب ۔ کراچی ایڈیشن ۔ ۱۹۶۴ء

برج موہن دتاتریہ کیفی : "اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار" مجلۂ اردو ۔ حیدرآباد ۔ اپریل ۔ ۱۹۳۵ء

جرجی زیدان : تاریخ آداب اللغہ العربیہ ۔ قاہرہ ۔ ۱۹۵۷ء

جلال الدین ھمائی : تاریخ ادبیات ایران ۔ جلد اول و دوم تہران ۔ ۱۳۴۰ ھ ۔ ش

حسن پرنیا (مشیرالدوله) : ایران باستان - سه جلد - تهران - چاپ دوم- ۱۳۳۱ھ - ش
: ایران باستانی - تهران - ۱۳۰۶ھ - ش

حمدالله مستوفی قزوینی : تاریخ گزیده - بسعی و اهتمام ادوارد براؤن - لندن - ۱۳۲۸ / ۱۹۱۰ء

دائرۂ جغرافیائی ستادارتش : راهنای ایران - تهران - ۱۳۳۰ھ - ش

دولت شاه سمرقندی : تذکرة الشعراء - بتصحیح محمد عباسی - تهران - ۱۳۳۷ - ھ - ش

ذبیح‌الله صفا : تاریخ ادبیات در ایران - تهران جلد اول ۱۳۲۲ - ھ - ش
: جلد دوم (چاپ سوم) ۱۳۳۹ھ - ش

رشیدالدین فضل الله : جامع التواریخ - باهتمام محمد تقی دانش پژده و محمد مدرس زنجانی - تهران - ۱۳۳۹ھ - ش

زهرای خانلری (کیا) : راهنای ادبیات فارسی - تهران - ۱۳۴۱ھ - ش

سعید نفیسی : تاریخ تمدن ایران ساسانی - تهران - ۱۳۳۱ھ - ش

سید جمیل‌الدین : "مہرنیمروز کا ایک نسخہ" - مجلۂ نوائے ادب - بمبئی - جولائی ، اکتوبر ۱۹۵۱ - جنوری ۱۹۵۲ء

شمس قیس رازی : المعجم فی معاییر اشعارالعجم - باهتمام محمد تقی مدرس رضوی - تهران - ۱۳۳۵ ھ - ش

عبدالقدوس هاشمی : تقویم تاریخی - کراچی - ۱۹۶۵ء

عبدالله رازی : تاریخ مفصل ایران - تهران - ۱۳۲۵ ھ - ش

غلام رسول مہر : خطوط غالب - لاهور - بارسوم - ۱۹۶۲ء
: غالب - لاهور - طبع چهارم

غیاث‌الدین بن همام‌الدین محمد شیرازی مشهور بخواند میر : جیب السیر - کتابفروشی خیام - تهران - ۱۳۳۳ھ - ش

کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی : مطلع سعدین و مجمع بحرین - بتصحیح محمد شفیع- لاهور- جلد دوم: جز اول (طبع دوم) ۱۳۶۰ھ - جزء دوم و سوم ۱۳۶۸/ ۱۹۹ء

مالک رام : ذکر غالب - دهلی - چاپ دوم - ۱۹۵۰ء

محمد بن اسحاق ابن الندیم : الفهرست - قاهره - ۱۳۴۸ھ

محمد بن خاوند شاه معروف بمیر خواند : روضة‌الصفا - خیام پرویز مرکزی - تهران - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ھ - ش

محمد تقی بهار ملک الشعرا : سبک شناسی - جلد اول - تهران -

محمد حجازی : خلاصهٔ تاریخ ایران تا انقراض قاجاریه - تهران - ۱۳۳۵ھ - ش

محمد عوفی : لباب الالباب - بکوشش سعید نفیسی - تهران - ۱۳۳۳ھ - ش

محمد فواد عبدالباقی : المعجم المفهرس لالفاظ القران الکریم - قاهره - ۱۳۷۸ھ

محمد معین : مزدیسنا و تاثیرآن در ادبیات پارسی - تهران - ۱۳۲۶ھ - ش

نظامی عروضی سمرقندی : چهار مقاله - بکوشش محمد معین - تهران - ۱۳۳۳ - ه - ش

نظامی گنجوی : خسرو شیرین - باهتمام وحید دستگردی - تهران - ۱۳۱۳ ه - ش

Arberry, A. J : *India Office Library Catalogue*, Vol II, Part VI, Persian Books, London, 1937.

Browne, E. G : *A Literary History of Persia*, Vols. I—IV, Cambridge, 1951-1953.

Filmer, Henry : *The Pageant of Persia*, London, 1937.

Freeman-Greenville, G.S.P : *The Muslim and Christian Calendars*, London, 1963.

Ghirshman, R : *Iran* (English Version), Penguin Books, Middlesex 1954.

Jackson, , W. A. V : *Zoroaster the Prophet of Ancient Iran*, New York, 1919.

Lane-Poole, Stanley : *The Mohammadan Dynasties*, Paris, 1925.

Lehman-Haupt : The age of Avesta, *Journal of the Royal Asiatic Society*, 1885.

Rieu, Charles : *Catalogue of Persian Manuscripts in the British Museum*, Vol. I, Oxford, 1966.

Storey C. A : *Persian Literature*, Section II, Fasciculus 3, London, 1939.

West E.W : ' Pahlavi Texts ' Part I, *The Sacred Books of the East*, Vol. XLVII, Oxford, 1880.

Wilber, Donald N : *Iran Past and Present*, Princeton, 1958.

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
آٹھ	۲	مں	میں
نو	۳	(الف)	الف
۱۹	۱	ود	فرد
۲۴	۱	ارستو	ارسطو
,,	٦	د	در
۳۰	۱۸	ینکسا	نکیسا
۵۳	۱۱	کرار	کردار
۷۳	۲۱	بردار	برادر
۷۷	۲۳	پشت	یشت
۸۰	۲٦	بدنیمایہ	بدینمایہ
۹۴	۱۸	قاجوی	قاجولی
۱۴٦	۱۷	ببردو	ببرد و
۱۸۷	۹	صونی	صوفی